U13297 5-12-9

Title - MAKATEEB AMEER MEENAYEE

Creator - Ameer Meenayee ; Murattibe Ahsan Ullah Khan Saqib.

Publisher - Matabeg Adabiya (Lucknow).

Date - 1924

Pages - 404

Subjects - Makateeb - Ameer Meenayee ; Ameer Meenaye
- Makateeb wa Khutoot - Ameer Meenayee ;
Ameer Meenayee - Sawaneh - O - Tanqeed.

سلسلہ دائرہ ادبیہ نمبر ۱۲

مکاتیب امیر مینائی

کا

دوسرا اڈیشن مع اضافہ وتہذیب وترتیب مزید

مرتبہ

مولوی احسن اللہ خانصاحب ثاقب مدیر رسالہ قند پارسی

و پروفیسر وکٹوریہ کالج گوالیار

مطبوعہ مطبعہ ادبیہ لاٹوش روڈ لکھنؤ

سنہ ۱۹۲۲ء

Abdul Ghaffar

S.B. S/o

Col Abdul Sattar

3rd Patiala Infantry

Patiala [illegible]

دوسرا اڈیشن مع اضافہ و تہذیب و ترتیب چھپا

ترجمہ

مولوی احسن اللہ خان صاحب ثاقب مدیر رسالہ قند پارسی

و پروفیسر وکٹوریہ کالج گوالیار

مطبوعہ مطبع ادبیہ لاٹوش روڈ لکھنؤ

قیمت ۸/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع ثانی

الحمد للہ کہ "خطوط منشی امیر احمد" نے پبلک مین قبولیت کا درجہ حاصل کیا اور اب اس کا دوسرا اڈیشن اضافے اور ترمیم کے ساتھ مولوی محبوب علی صاحب ناظم دائرۂ ادبیہ لکھنؤ کی سعی و اہتمام سے شایع ہوتا ہے۔

اس اڈیشن مین کچھ خطوط مرقع ادب سے اور بہت سے اصلاح کے نمونے مشاطۂ سخن سے لیکر اضافہ کئے گئے ہین۔ مرقع ادب اور مشاطۂ سخن جناب صفدر مرزا پوری کی تالیفات سے ہین،

فہرست کتاب ابتدا مین لگائی گئی ہے اور خفیف رد و بدل بھی ترتیب مین کیا گیا ہے اور یہ ناظم صاحب دائرہ ادبیہ کی خوش سلیقگی کی دلیل ہے۔ جس کا شکریہ ادا کرنا جامع مکتوبات امیر کا فرض ہے۔

یقین ہے کہ اہل شوق اب اس شاہد رعنا کو نئے لباس مین جلوہ گر دیکھکر اپنے کتاب خانون مین جگہ دینگے۔

وکٹوریہ کالج
گوالیار
ستمبر ۱۹۲۲ء

نمقہ العبد المذنب
ثاقب
احسن اللہ الیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع اوّل

نحمدہٗ تعالیٰ ونصلّی ونسلم علیٰ خیر الوریٰ

سنہ ۱۹۰۳ء مسیحی سے میں بذریعہ اعلانات قند پارسی و زبدۃ الرسائل (یہ دونوں ماہواری رسالے تھے جنکو میں اڈٹ کرتا تھا) وارد ہی تسلی علی سبیل التواتر و التوالی اس امر کے درپے رہا ہوں کہ استاذی جناب منشی مفتی امیر احمد صاحب مرحوم کا مجموعہ نثر کسی طرح مرتب ہو جائے۔

جو بے پروائی استاد کے صاحبزادوں اور علی الخصوص منشی محمد احمد صاحب خلف اکبر جناب مرحوم (جن سے تعارف کے سوا ایک طرح کی خصوصیت بھی ہی) اور مرحوم کے تلامذہ حضرت جلیل وغیرہما سے اس بارے میں ظہور میں آئی اسکا بیان دل خوں کن ہی۔ ان احباب نے کوئی تحریر استاد کی مرحمت نہیں کی بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ بعض نے تو میرے خطوط کا جواب تک نہیں دیا۔

اس بے پروائی کیساتھ جب جناب مرحوم کا خلق اور محبت یاد آتی ہے تو زمانہ آنکھوں میں تیرہ و تار ہو جاتا ہی۔ ایسا کوئی عریضہ میں نے استاد کی خدمت میں نہیں بھیجا کہ جس کا جواب نہ دیا ہو اور کوئی ایسا مسئلہ فن شعر کے متعلق دریافت نہیں کیا کہ جس کی جانب توجہ نہ فرمائی ہو ؎

شکوت وما شکوی لمثلی عادۃ ولکن تفیض الکاس عند امتلائها

پس جو خطوط حضرت مغفور کے بہم ہو سکے انھیں کو غنیمت سمجھ کر یہ مجموعہ مرتب کرتا ہوں۔ ارباب فن ملاحظہ فرمائیں گے کہ استاد کو مبداء فیاض سے کیا متانت اور سلاست بیان عطا ہوئی ہے۔

مجھے اس امر کا ظاہر کرنا ضرور ہے کہ اس مجموعے کی ترتیب نتیجہ ہے مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب حسرت شروانی ابقاء اللہ تعالیٰ وسلم کے مسلسل تقاضوں کا، ورنہ مجھ سے کہ جو فن شعر سے محبوب کو وداع کر چکا ہو کسی تالیف و تصنیف کی امید رکھنا عبث تھا۔ مزید براں پہلے اپنی حالت اور بھی اب کیفیت اور ہی۔ آلام گوناگوں، کاہشیں روز افزوں، جب یہ صورت ہو، تو تالیف کی کیا ہمت ہو۔ پھر یہ آفت کہ جو کیفیت ایک مدت سے طاری ہے تجربے نے اسکے تغیر کو غلط ثابت کیا آس، یاس ہو گئی۔ کما قلت ؎

ویران دل کسی سے بسایا نجائے گا — اس گھر میں اب چراغ جلایا نجائیگا

وقد قال الحسین بن مطیر

لقد کنت جلداً[1] قبل ان توقد النوی — علی کبدی جمراً بطیئاً خمودها

وقد کنت ارجوان تموت صبابتی[2] — اذا قدمت ایامہا وعہودها

---

[1] الجلد، الشدید القوی، والجمر جمع جمرة وہی النار الموقدة، والضمیر فی خمودها... ترجمہ تحقیق میں ایک مضبوط شخص تھا اس سے پہلے کہ میرے جگر پر فراق، ایک بھڑکتی آگ جو بہت دیر میں بجھتی ہے، روشن کرے،

[2] ترجمہ اور مجکو امید تھی کہ میرا عشق مرجائیگا دجاتا رہیگا) جبکہ اسکے دن اور زمانہ (الصیغہ جمع ہے) یگا یعنی مرنے یا زائل ہو جانے کے دن اور زمانہ یا جب کہ اسکے دن اور زمانہ پرانا ہو جائیگا،

فقد جعلت فی حبۃ القلب والحشا[1] عهاد الهوی تولی بشوق یعیدها

جناب سید زاہد حسین صاحب زاہد نے خطارسال کیے اور یہ غائبانہ محبت بھی صرف فرمائی کہ مرحوم کے کچھ حالات لکھ کر مرحمت فرمائے۔

جناب سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی۔ بی اے، اڈیٹر اردوئے معلی نے اپنے بیش قیمت رسالے میں وقتاً بعد وقتٍ جناب مرحوم کے خطوط مجھسے لیکر شایع کیے جس سے استاد کے تلامذہ اور احباب میں فی الجملہ تشویق پیدا ہوئی اور کسی قدر سرمایہ بہم پہونچا۔

میں ان صاحبوں کا دل سے شکرگزار ہوں،

جناب بسمل، حضرت کوثر خیرآبادی، جناب قاضی محمد خلیل صاحب حیران، حضرت طاہر فرخ آبادی، محبی مولوی نورالحسن صاحب بی اے ال ال بی، خلف اکبر جناب قبلہ استاذی و استاد العصر حسان الہند مولوی محمد محسن صاحب کاکوروی طاب اللہ ثراہ، مولوی اعجاز حسن خاں صاحب اور حضرت شہیر کا بھی جنھوں نے ابلاغ مکاتیب میں مضائقہ نہیں فرمایا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

واضح ہو کہ اس مجموعے کی ترکیب اگست ۱۹۱۲ء میں کی گئی تھی، مگر

---

[1] حبۃ القلب، ہی العلقۃ السودا فی جوفہ العهاد، جمع عہدہ وہی مطر اول السنہ تولی، مدد کیا جاتا ہے۔
ترجمہ۔ سو اس عشق نے میرے ویدائے قلب اور اعضائے باطنی میں باران محبت برسایا جو سبب شوق عظیم کے کہ جو اس کو لوٹا لاتا ہے۔ مدد کیا جاتا ہے یا مکرر برسایا جاتا ہے۔

خطوط اور سوانح استاد کے انتظار میں اب نومبر ۱۹۱۰ء میں بہت کچھ ترمیم اور اضافے کے بعد شایع ہوتا ہے۔

اس کتاب کا تاریخی نام خطوط منشی امیر احمد ہے۔

میرا قصد یہ تھا کہ صرف وہ خطوط کتابی حیثیت میں شایع کیے جائیں کہ جنہیں کہ ادب کی رنگینی ہو یا فن شعر کے متعلق کوئی نکتہ بحث یا کوئی بات ہو مگر شمس العلما مخدومی حضرت مولانا شبلی نعمانی دامت افاضتہم نے فرمایا کہ نہیں تمام تحریریں جو مل سکیں بلا ترک و حذف درج کی جائیں کیونکہ مصنف کے فقرے فقرے اور لفظ لفظ سے اس کے حالات، خیالات، ذکاوت اور طبیعت کا پتہ لگتا ہے۔ پھر ایسے خط جن میں انشا کی رنگینی یا بحث فن ہو بہت کم ملسکے۔ پس جو مکاتیب استاد مرحوم کے مجھ کو بہم پہونچے ہیں وہ سب شایع کیے جاتے ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ بعض احباب نے مجھے اس امر پر مجبور کیا کہ مکتوبات کی ابتدا استاد مرحوم کے سوانح اور اُن کے کلام کے ریویو سے کیجائے۔ اس میں مشکل یہ واقع ہوئی کہ جو خط میں نے استاد کے فرزند اکبر منشی محمد احمد صاحب کو بطلب حالات مرحوم لکھا اس کی جانب انھوں نے کوئی توجہ نہ کی۔ خیر، جناب ناہد نے کچھ حالات استاد کے مجھے لکھ بھیجے اور خود میں نے بعض سوانح متفرق رسائل اور تذکروں سے لیکر مختصر اور ضروری تاریخ مرتب کر دی۔

کلام پر ریویو کرنے میں یہ دقت محسوس ہوئی کہ اول تو بلحاظ

پھر ایسے کامل الفن اور اپنے ہی استاد کے نتائج فکر پر نکتہ چینی کرنا بڑی ہی دشواری کا سامنا تھا، مگر چار و نا چار کرنا پڑا امید ہے کہ انصاف گزین طبائع انصاف کریں گے۔

وانا

علی گڑھ
نومبر ۱۹۱۰ء

العبد المستہام اقل الانام کثیر المعائب
الراجی رحمۃ اللہ الواہب
محمد احسن اللہ خان ثاقب احسن اللہ الیہ
(نزیل دہلی)

ؔ راقم کی شاعری کی ابتدا جناب قبلہ حضرت محسن کاکوروی رحمہ کی خدمت میں ہوئی پھر جب میں ۱۸۸۶ء میں ملازم ہو کر رامپور گیا تو حسب سفارش جناب محسن چند اردو غزلیں اور ایک یا دو فارسی نظم جناب منشی امیر احمد صاحب مرحوم کو دکھانے کا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد آگرے میں فارسی نظم اور عربی نثر کی طرف میلان خاطر زیادہ ہوا اور معقول سرمایہ کلام کا جمع ہو گیا۔ جو کسی وقت انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوگا۔

میں پوری میں جب میں استادی حضرت محسن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا تو اس وقت مولانا ممدوح کے والد ماجد جناب مولوی حسن بخش صاحب مرحوم بھی بقید حیات تھے ان سے میں شرح جامی پڑھتا تھا، میری عمر اس وقت بارہ تیرہ سال کی تھی۔ حضرت مولوی حسن بخش صاحب نے مولانا احسن علی صاحب محدث لکھنوی سے فقہ حدیث اور تفسیر کی تکمیل کی تھی، اور جناب مولانا حسن علی صاحب محدث شاگرد رشید فخر المحدثین حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رحمہ کے تھے، راجہ کندن لال اشکی نے جو لکھنؤ کے عمائد سے تھے کتاب سوانح میں جن اہل علم سے اپنی ملاقات کا تذکرہ فرمایا ہے اس خصوص میں مولوی حسن بخش صاحب مرحوم سے بھی ملاقات کا تذکرہ بہ تفصیل کیا ہے۔

استاذ جناب منشی مفتی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی رح

ہو آج جو سرگذشت اپنی — کل اس کی کہانیاں بنیں گی

خاندان چھوٹے صاحبزادے مولوی کرم محمد صاحب مینائی کے تھے۔ وہ حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب قدس سرہ کی اولاد سے تھے اور اسی نسبت سے اپنے آپ کو مینائی لکھتے تھے۔ استاد ۱۶ شعبان ۱۲۴۴ھ ہجری روز دوشنبہ کو عہد نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ میں بیت السلطنت لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔

فضائل علمی کتب درسیہ متداولہ عربیہ کی تحصیل طالب علمانہ و مستعدانہ اپنے والد ماجد اور علمائے فرنگی محل اور دیگر علمائے نامی مثل حاجی مفتی محمد سعد اللہ صاحب مرحوم[1] خلف الرشید مولوی محمد نظام الدین صاحب مغفور مرادآبادی کی خدمت میں کی تھی اور بعض فنون غریبہ مثل جفر و نجوم بھی حاصل فرمائے تھے۔ خاندان چشتیہ صابریہ میں حضرت قطب الارشاد حضرت شاہ امیر شاہ صاحب قدس سرہ صاحب سجادہ سے بیعت تھی اور خرقہ خلافت سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ ایک مدت تک عہد نواب یوسف علی خاں بہادر فرمانروائے رامپور میں محکمہ افتا

---

[1] مفتی صاحب نے تحصیل علوم حضرت مفتی صدر الدین خاں صاحب دہلوی آزردہ تخلص کی خدمت میں کی تھی۔ راقم [illegible]ھ میں جب رامپور گیا تھا تو مفتی سعد اللہ صاحب کے شرف ملاقات سے بہرہ یاب ہوا تھا۔

متعلق رہا اور اکثر مدرسہ عالیہ عربی کے ممتحن بھی ہوتے رہے۔ اردو فارسی عربی
السنۂ ثلاثہ میں قدرت شعرگوئی حاصل تھی اور فن سخن میں منشی مظفر علیخاں صاحب
اسیر لکھنوی سے تلمذ تھا۔ حضرت اسیر ارشد تلامذہ شیخ مصحفی سے تھے۔ اور
سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی مصاحبت سے سرفراز تھے۔ تدبیر الدولہ
مدبر الملک خطاب بھی سلطنت لکھنؤ سے ملا تھا۔

وضع

استاذ کی وضع نہایت سادہ اور درویشانہ تھی۔ سر پہ لکھنؤ کی چوگوشیہ ٹوپی
نینسوک سے سیا کرتا کبھی کبھی اسپر صدری بھی پہن لیتے تھے۔ لکھنؤ کی قدیم
وضع کا عرض کا پاجامہ اور کبھی کبھی گلبدن کا پاجامہ بھی بعض لوگوں نے پہنے ہوئے
دیکھا ہے۔ سیاہ یا اور کسی رنگ کی گرگابی یا سلیپر پاؤں میں۔ پرانی وضع کے بزرگوں
کی طرح اکثر تسبیح بھی ہاتھ میں ہوتی تھی۔ دربار جاتے تھے تو عبا یا چغہ بھی پہن لیتے تھے

اخلاق و عادات

وہ نہایت نیک طینت، پاک صورت، پاکیزہ سیرت اور
ایک عالم نور تھے۔ جامع کمالات کو رام پور میں قریب تین برس کے استاذ مغفور
کی حضوری کا شرف حاصل رہا کبھی نہیں سنا کہ کسی شخص کا ذکر سوائے بھلائی
کے اُن کی زبان پر آیا ہو۔ مرحوم کی مجلس ادب آموز اور کاشانۂ تہذیب تھی۔
اُن کی تقریر تحریر سے زیادہ دلکش و دلپذیر تھی۔ تلامذہ کے ساتھ شفقت و
محبت سے کام لیتے تھے۔

استاذ کی تہذیب کا یہ حال تھا کہ صاحبزادوں حتی کہ خدمتگاروں کو بھی
سوائے آپ کے تم سے مخاطب فرماتے تھے۔

حضرت زاہد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ لکھنؤ سے آتے ہوئے حصول شرف ملاقات

کی غرض سے رامپور میں ٹھہرے اور سرائے میں جا کر مقیم ہوئے استاد کو جب یہ خبر ملی تو بیتاب ہوگئے اور خود پیادہ پا اور دو ایک شاگرد پیچھے پیچھے سرائے میں تشریف لائے اور آتے ہی تبسم آمیز لہجہ میں جناب زاہد کو مخاطب کرکے فرمایا "کیوں سید صاحب دیدار می نمائی و پرہیز می کنی۔" آخر حضرت زاہد کے شوق نے فقیر کو جھونپڑے سے نکالا، چنانچہ ان کو اپنے کاشانۂ دولت پر لے گئے اور مہمان کیا۔

حافظ عبد الجلیل صاحب مارہروی نے مولف سے بیان کیا کہ ۱۲۹۰ھ میں وہ جب رام پور جا کر حضرت سے ملے تو ایک روز استاد نے فرمایا کہ میں نے آجتک انگریزوں کو بات کرتے نہیں سنا معلوم نہیں وہ کیونکر بات چیت کرتے ہیں اور ان کا لب و لہجہ کیا ہے۔

لطیفہ۔ ایکبار استاد نے ایک اپنا پر درد شعر پڑھکر حضرت زاہد کو مخاطب کیا اور فرمایا "یہ میر کا رنگ ہے" انھوں نے کہا خدا گواہ ہے میر سے آپ کا ایک نمبر بڑھا ہوا ہے فرمایا کہ "ہا! ایسا نکہو" انھوں نے کہا کہ تخلص ہی گواہ ہے پھر کیا تامل ہے اس پر مسکرا کر چپ ہو رہے۔ میر سے امیر میں الف کا ایک عدد زیادہ ہے۔

لطیفہ۔ محبی حضرت شوکت بلگرامی حافظ عبد الجلیل صاحب مارہروی کی زبانی ناقل ہیں کہ استاد غدر کی تباہی سے پریشان اور خستہ حال ہوگئے تھے۔ احباب مصر تھے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کی ملازمت اختیار فرمالیں۔ چونکہ اس زمانے میں علماء کیلئے صدر امین اور صدر الصدور ہونا دشوار نہ تھا بلکہ ایسے کاملین کیلئے یہ عہدے مخصوص ہوگئے تھے اس لئے بارسوخ احباب نے جج صاحب کو اس امر پر بآسانی رضامند کرلیا کہ وہ آپ کے واسطے صدر امینی کی رپورٹ

کردیں اور جناب امیر کے درپے ہوئے کہ آپ کچہری میں چلکر جج صاحب سے
مل لیجئے۔ استاد کو انکار شدید تھا مگر جب دوستوں نے نہ مانا تو حضرت نے فرمایا کہ
کہ میں اس شرط پر چلتا ہوں کہ عدالت میں پہونچکر جو آواز سب سے پہلے میرے
کان میں آئیگی اس سے درباب اختیار و انکار ملازمت تفاؤل کروں گا۔ خوانچہ
احباب نے اس کو قبول کر لیا اور حضرت جج کو تشریف لے گئے، کچہری کے احاطہ
میں داخل ہوئے تھے کہ سنا ایک چپراسی آواز دے رہا ہے کہ "گیا دین حاضر
ہے" یہ سنکر استاد الٹے پاؤں واپس آئے اور دوستان ہمراہی سے فرمایا
کہ جس نوکری میں دین گیا وہ ملازمت میرے بس کی نہیں ہے۔

اس سے ان کی احتیاط، تورع اور خیالات مذہبی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے
کہ ابتدائے عمر ہی سے وہ صاحب صلاح و تقویٰ تھے۔

لطیفہ۔ آتشبازی سے نفرت تھی۔ ایکبار شب برات کے موقع پر اطفال
کے اصرار سے جو عیدی تصنیف فرمائی تھی اس میں قطعہ کا آخر شعر یہ تھا سے

گولوں کو آگ دیجئے چھچھوندر کو چھوڑئیے ۔۔۔ ایسی بزرگ شب میں یہ کیا واہیات ہے

تمام عمر زبان کو کسی کی ہجو سے آلودہ نہ کیا اور نہ کسی سے اپنی ہجو کرائی۔ نہ
برا کہا نہ برا سنا۔

مزاج میں انصاف بہت تھا کبھی نفسانیت یا سخن پروری کو کسی امر میں
دخل نہ دیتے تھے اور امر حق کو نہایت شکر گزاری سے تسلیم کر لیتے تھے۔

امیر اللغات کی تالیف میں سارے ملک سے رائے طلب کی اور جو رائے
جس نے دی اور وہ صائب ہوئی بلا تامل اس کو مان لیا۔ ہر جگہ محاورات

کی سنا ہیں دوسرے اساتذہ کے اشعار پیش کئے ایسا ایک شعر بھی کہیں نہیں لکھہ
چنانچہ سر سید مرحوم نے اپنے ریویو میں اسکا ذکر بھی کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ

"ہمارے نزدیک جناب مصنف کو یہ تکلیف اٹھانی ضرور نہ تھی کیونکہ وہ خود
ہی سند ہیں انکو دوسروں کے کلام سے سند لانیکی ہرگز ضرورت نہ تھی"

جامع مکتوبات نے ایک مرتبہ استاد کے حضور میں جناب قبلہ محسن کاکوروی علیہ الرحمۃ
کی سخن آفرینی اور بلاغت کلام کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ان کا کلام ایک عالم
ہے خیالات نادرہ کا کہ اس کو دیکھ کر انسان حیران ہوتا ہے۔ اور انکا ہر شعر
معراج بلاغت ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ حضرت محسن نے زمانہ عذر سے پیشتر کاکوری
میں مرزا بیدل رضوان اللہ علیہ کے کرم خوردہ کلام کو ترتیب دیکر جہاں جہاں
کیڑا لگ گیا تھا ان مقامات پر اپنی فکر صائب سے فقرے اور شعر ختم کئے تھے
اسطرح جب وہ کل کلام درست فرما چکے تو شب کو جناب مولانا نے مرزا ی مرحوم
کو عالم رویا میں دیکھا اور اس بحر مواج نکتہ پروری نے مولانا کی اس محنت
پژوہی اور سخن آفرینی کی داد دی اور مسرت ظاہر کی اور فرمایا کہ یہ نظم و نثر
اصل میں بھی اسی طرح تھی۔

ایک وقت میں نے استاد سے کہا کہ مرزا بیدل کے اکثر شعر سمجھ میں نہیں
آتے فرمایا کہ سچ ہے مگر یہ خوبی بیدل ہی کے کلام میں ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا اور
اچھا معلوم ہوتا ہے۔

مرزا داغ کی ایک غزل کو پسند فرمایا اور خود بھی اس زمین میں گہرافشانی کی
اور مقطع میں مرزا کے کلام کی اس طرح داد دی ہے

امیر اچھی غزل پر داغ کی جسکا یہ مصرع ہو — بھویں تنتی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تنکے بیٹھے ہیں

کسی کی برائی سننا گوارا تھی اور تعریف سے خوش ہوتے تھے۔

آخر زمانہ میں ایک وسیع سرکاری مکان میں سکونت تھی جو پرانی کھنڈسار کے نام سے مشہور ہے۔ زنانہ مکان ملحق تھا اور باہر نہایت وسیع صحن اور متعدد مکانات تھے۔ وسط صحن میں ایک بنگلہ بنا رکھی تھی بیشتر اسی میں نشست رہتی تھی۔ دن کو شغل اصلاح اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ رہتا تھا اور کچھ وقت ملاقات احباب میں صرف ہوتا تھا۔ شب کو بقدر ضرورت استراحت فرماتے تھے۔ باقی وقت ذکر و عبادت کے لیے مخصوص تھا۔

یاد وطن

رام پور کے قیام دراز کی وجہ سے لکھنؤ کی آمد و رفت اور تعلقات بہت کم ہو گئے تھے اور وہاں وطن کی سی کیفیت اور تعلقات پیدا ہو گئے تھے نیز نواب خلد آشیاں کلب علیخاں بہادر کی توجہ اور قدر دانی سے ہر طرح کا سامان راحت و دلبستگی استاد کے لئے رام پور میں مہیا تھا مگر پھر بھی وطن کی یاد ان کو بےچین کرتی تھی جیسا کہ انکے اکثر اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔ رام پور آنے سے بیشتر لکھنؤ میں سلطان عالم واجد علیشاہ کے دربار سے تعلق ہو گیا تھا اور وہاں کے مشاعرے اور قیصر باغ کے جلسے جناب مرحوم کے پیش نظر تھے جنکو وہ ہمیشہ یاد کیا کیے جب کبھی لکھنؤ کا ذکر آ جاتا تھا تو ایک ٹھنڈی سانس بھر تے تھے اور آنکھوں میں آنسو بھر لاتے تھے، اور کس طرح اس لکھنؤ کو یاد کرتے جس کے در و دیوار عیش و عشرت کے زندہ مرقعے تھے۔ اس غزل کو دیکھیے

کیسے چمکے چاند سے رخسار قیصر باغ میں — چاندنی ہے سایۂ دیوار قیصر باغ میں

فی الحقیقت یہ بھی کم گلزار جنت سے نہیں — حوریں پھرتی ہیں سر بازار قیصر باغ میں
لوٹتا پھرتا ہی یہ مارے خوشی کے صبح و شام — وجد میں ہی سایۂ دیوار قیصر باغ میں
چار نغموں میں ہو سعدی کی گلستاں کا جواب — بلبلیں کھولیں اگر منقار قیصر باغ میں
زیر شاخ گل اگر سبزہ کبھی سونے لگا — شور بلبل نے کیا بیدار قیصر باغ میں
تشنگان شوق ہیں شیریں لبو نکے یہاں — بٹ رہا ہی شربت دیدار قیصر باغ میں
کہ رہی ہی یہ صنوبر قامتوں سے فاختہ — آؤ بھی بہر علم بردار قیصر باغ میں
اے دل مایوس بے برگی سے افسردہ نہو — لائے گا نخل تمنا بار قیصر باغ میں
دور ہونگی کلفتیں مٹجائینگی سب کاہشیں — لالہ ہی بیداغ گل بیخار قیصر باغ میں
سایۂ بال ہما کیا ڈھونڈتا ہی اے اسیر — بیٹھ زیر سایۂ دیوار قیصر باغ میں

اور بادشاہ کو اسطرح یاد کرتے ہیں ؎

ہی لکھنؤ کی جان تو سکلکتے میں اسیر — خاک آئے میری آنکھ کو اب لکھنؤ پسند

اور بھی جا بجا یاد وطن میں اشک ریزی کی ہی۔ فرماتے ہیں ؎

گردش بخت کہاں سے ہیں الٰہی ہم کہاں — منزلوں وادی غربت سے وطن دور رہا

اک عمر ہوگئی کہ اقامت سفر میں ہے — نقشہ مگر وطن کا ابھی تک نظر میں ہے

شام غربت میں یہ ہر روز خیال آتا ہے — اے خدا ہم کبھی کبھی صبح وطن دیکھیں گے

تعلق ریاست رام پور اگرچہ ابتدا ہی سے طبیعت موزوں واقع ہوئی تھی اور فکر سخن سے دل لستگی تھی مگر بعد تحصیل و تکمیل علوم درسیہ استاد مرحوم کو شعر کی جانب میلان خاطر زیادہ ہوا اور حضرت اسیر کا تلمذ اختیار فرمایا استاد اسیر سلطان عالم واجد علیشاہ کے مصاحب خاص تھے اس لیے جناب اسیر

بھی دربارِ شاہی میں نہ پہونچے - وہ پہلے پہل ۱۲۶۹ھ ہجری میں بار یابِ دربارِ شاہی ہوے اور دو کتابیں، ارشاد السلطان و ہدایۃ السلطان تصنیف فرما کر پیش کیں اور خلعتِ فاخرہ اور انعامِ سلطانی سے شرف حاصل کیا مع ہذا چونکہ بادشاہ خود سخن سنج و سخن شناس تھے، حضرت بادشاہ نے استاد کی یہ قدر دانی بھی فرمائی کہ شاہی شاعروں میں شریک کیے گئے -

ہر چند زمانہ شیخ ناسخ و خواجہ آتش کو رخصت کر چکا تھا مگر ان دونوں باکمالوں کے بہت سے شاگرد جو بجاے خود استاد تھے لکھنؤ میں موجود تھے اور مشاعروں سے کوئی دن خالی نجاتا تھا۔ جناب مرحوم بھی طرح مشاعرہ پر غزل کہکر پڑھتے تھے اور اساتذہ فن سے دادِ سخن لیتے تھے. بادشاہ کی مدح میں بھی بلیغ قصائد کہکر سناتے تھے - اس طبع آزمائی اور مشقِ سخن کے زمانہ میں ایک ضخیم و حجیم دیوان غزلیات و قصائد اردو کا مدون ہوگیا تھا لیکن انتزاعِ سلطنتِ اودھ اور حوادث وار و گیرِ غدر اور بربادی لکھنؤ کے ساتھ جہاں اور سامان و اسباب غارت ہوا وہ بھی تلف ہو گیا

غدر کے فرو ہونے کے بعد ۱۲۷۵ھ میں نواب یوسف علیخاں بہادر متخلص بناظم فرمانرواے ریاست رام پور نے جو مومن، غالب اور امیر کے شاگرد تھے حضرت مرحوم کا آوازۂ سخن سنکر کمال آرزو اور عزت کے ساتھ رام پور طلب فرما کر حاکم دیوانی جسکا لقب مفتی عدالت تھا مقرر کیا، اور آخر میں انسے مشورۂ سخن بھی فرمانے لگے -

نواب ناظم کا پہلا دیوان جو عرصہ ہوا چھپا تھا اور اب کم یاب ہے وہ مرزا غالب کا دیکھا ہوا ہے. شادابی خیال، نوا ہی ترکیب، جدتِ مضمون، لطافتِ زبان اور متانتِ بیان اس دلفریب کا زیور ہی - دیوان نہیں، معنی زار خوبی اور نگارستان محبوبی

ہے۔ اس دیوان میں ایک بات مرزا کے اردو کلام سے زیادہ ہے کہ اغلاق نہیں مگر خیال اچھوتا، زبان پاکیزہ، طرز ادا دل نشین ہے۔ یہ سخن سرائی معنی آرائی سزاوار صد ہزار آفرین ہے۔

اس دیوان کے علاوہ جو کلام حضرت اسیر اور استاد مرحوم کا دیکھا ہوا ہے وہ بھی متانت سے خالی نہیں ہے۔

جب نواب ناظم نے رحلت کی اور ۱۲۸۲ھ میں نواب کلب علیخاں بہادر مسند نشیں ہوئے تو ان کو فن شعر میں باپ سے بھی زیادہ انہماک اور شغف تھا اور رام پور انکے عہد مبارک میں رشک شیراز و صفاہان ہو رہا تھا صلحا، علما، شعراء، خوشنویس غرض ہر فن کا کامل نواب کی قدردانی اور فیض گستری سے کامیاب تھا۔ جو لوگ نظر دوربین رکھتے ہیں اور زمانہ شناس ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں کہ اکبر اعظم کے دربار کا ہلکے رنگ کا خاکا بہادر شاہ ظفر کا عہد اور رہی سہی دلی کا نشان خلد آشیانی رام پور تھا۔ آداب دربار، مجالس سخن، محافل دانش و فن میں فر و شوکت سلاطین مغلیہ کی جھلک رام پور ہی میں پائی جاتی تھی۔

(۱) خاکسار کو جولائی ۱۹۰۸ء میں خواجہ سید کالی نزہت کا مقدمہ کی تقریب اور رباعی (فرخندہ جہان بے مثال، ممدوح ادانی و اعالی، پیرایۂ صدق و مایۂ فضل، شمس العلما جناب حالی) کا اشتیاق زیارت پانی پت لے گیا۔ میں ایک روز یہ مسودہ ان کو سنا رہا تھا۔ جب اس مقام پر پہونچا تو مولانا نے فرمایا کہ "نواب مصطفےٰ خان صاحب شیفتہ فرماتے تھے کہ "ایک روز مرزا غالب نے مجھے یہ مطلع سنایا، میں نے بہت تعریف کی تو فرمایا کہ "حقیقا! میں تو یہ شعر ناظم کو دے چکا" مطلع۔ خوشی جینے کی کیا مرنے کا غم کیا + ہماری زندگی کیا اور ہم کیا۔ ۱۲ ثاقب

شعراء میں اسوقت حیا۔ امیر۔ بحر۔ قلق۔ داغ۔ جلال۔ منیر۔ عروج۔ تسلیم کے سے اساتذۂ فن نواب کے خوان بذل واحسان سے فیض پذیر تھے۔

مرزا غالب بھی کبھی کبھی آکر مہینے دو دو مہینے نواب کے مہمان رہتے تھے، اک بار رام پور سے رخصت ہوتے ہوئے کہتے ہیں ؎

اب ہے دلی کی طرف کوچ ہمارا غالب — آج ہم حضرت نواب سے بھی مل آئے

اسی غزل کا یہ شعر ہے۔

دیدۂ خوں بار ہے مدت سے ولے آج ندیم — دل کے ٹکڑے بھی کئی خون کے شامل آئے

مومن مرحوم بھی رام پور آئے تھے، وہ نواب ناظم کا عہد تھا، چنانچہ فرماتے ہیں

دلی سے رام پور میں لایا جنوں کا جوش — ویرانہ چھوڑ آئے ہیں ویرانہ تر میں ہم

دربار مسائل معقول ومنقول اور شعر وسخن کے فروع واصول کا جولانگاہ تھا مشاعرے بھی ہوتے تھے اور نواب وامیر اس انجمن کے میر مجلس تھے۔

نواب نہایت بااستعداد اور نقاد سخن تھے۔ استاد مرحوم سے مشورۂ سخن اور نواب کی نازبرداری اور قدر افزائی نے ان کو رام پور کا پابند کر رکھا تھا اور اسی کو وہ اپنا وطن سمجھتے تھے۔ ۴۳ برس رام پور استاد کا مسکن رہا۔

نواب کی رحلت

نواب کے انتقال کے بعد جنرل عظیم الدین خاں بہادر مرحوم مدار المہام رامپور نے امیر اللغات کی سرپرستی فرمائی اور استاد اس کی ترتیب میں مصروف رہے۔ مگر نواب کی مفارقت اور بزم سخن کا درہم وبرہم ہو جانا ان کے دل پر نہایت شاق تھا چنانچہ اسی دلکش صحبت کی یاد میں فرماتے ہیں۔

کہاں ہم اے امیر اب اور کہاں داغ ۔۔۔ یہ جلسے ہو چکے خلد آشیاں تک

حضور نظام سے ملاقات

اس دوران میں حضور نظام والی دکن کیطرف سے متواتر تحریکیں طلب میں شروع ہوئیں۔ استاد کیجانب سے امروز فردا ہوتا رہا۔ اور ضعف پیری اور حبس بول کے دورے بھی مانع سفر رہے۔ لیکن حضور نظام جناب امیر کو نہیں بھولے اور بالآخر انھوں نے آغاز سنہ ۱۹۰۰ء میں کلکتے تشریف لے جاتے ہوئے، باصرار تمام لکھا کہ ہم سے بنارس میں ملو۔ چنانچہ استاد بنارس میں شرف حضوری سے بہرہ ور ہوئے۔ نظام نہایت عزت واحترام سے پیش آئے۔ جناب مرحوم نے ایک نظم جو اثناء راہ میں بندگان عالی کے لیے لکھی تھی۔ پڑھکر سنائی جو اسقدر مطبوع طبع اشرف ہوئی کہ بکمال شوق خود ہاتھ بڑھا کر لے لی، اور ہمرکاب چلنے کے لیے اصرار فرمایا۔ استاد نے بلطائف الحیل ٹالنا چاہا مگر حضور کے سامنے کیا پیش جا سکتی تھی۔ مجبوراً کہنا پڑا کہ میں ریاست رام پور کا نمک پروردہ قدیم ہوں بغیر حصول اجازت یہ مبادرت وجسارت نہیں کرسکتا۔ وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ آغاز گرما میں بعد حصول اجازت شرفیاب حضوری ہونگا۔ اور اپنے عوارض وضعف کی بھی شکایت کرتے ہوئے ہمراہی سے معذوری ظاہر کی۔

اس موقع پر بنارس میں جو مسدس بندگان عالی کے سامنے پڑھا تھا اسکا ایک بند ہم کو ملا ہے، فرماتے ہیں:۔

یہ سخن وہ ہی جو ہے روح سخن جان سخن ۔۔۔ مدح سلطان کی ہو کیوں نہ ہو سلطان سخن

شان دربار یہ کہتی ہے بڑھے شان سخن ۔۔۔ ہاں سخنور یہی گو ہے یہی میدان سخن

ہوں سب اشعار رسیلے کہ بنارس یہ ہی
شش جہت میں ہو یہ شہرہ کہ مدرس یہ ہی

سفر دکن بنارس سے واپس ہونے پر ایفائے وعدہ کا خیال ہوا، اور بڑی مشکل سے اجازت حاصل کرسکے بعد تہیۂ سفر کیا اور خلف اوسط منشی لطیف احمد صاحب اختر اور تلمیذ رشید حافظ جلیل حسن صاحب، مانکپوری اور چند ملازمین کو ساتھ لیکر حیدرآباد روانہ ہوئے۔ چونکہ اہالی حیدرآباد کو استاد کی روانگی کی اطلاع مل چکی تھی اس لئے ۱۰ جمادی الاول ۱۳۱۶ھ کو حیدرآباد کے اسٹیشن پر اراکین و عمائد شہر کا استقبال کیلئے ہجوم تھا اور وہ سب بڑی شان و آبرو کیساتھ جناب مرحوم کو شہر میں لائے۔ اعیان حیدرآباد کی جانب سے مہمانداری کا اصرار ہوا، مگر استاد نے نواب مرزا خانصاحب داغ کے اصرار بیحد سے انھیں کی مہمانی قبول فرمائی اور انھیں کے مکان میں فروکش ہوئے اور مروت و ہم فنی نے کسی دوسری جگہ رہنے کی اجازت نہیں دی۔

انتخاب مسدس مدحِ نظام راہ میں ایک مسدس مدح سرکار نظام میں نظم کیا تھا افسوس کہ قضا نے پیش کرنیکی نوبت نہ آنے دی اسکے چند بند یہاں لکھے جاتے ہیں۔

آج کیسا راس آیا انقلابِ آسماں
کر گیا تسکین خاطر اضطرابِ آسماں

اُٹھ گیا آنکھوں کے آگے سے حجابِ آسماں
کر گئے نظروں سے ماہ و آفتابِ آسماں

اپنی گردش دیکھکر خود آسماں چکرا گیا
گردشِ چشم حسیناں کا ہمیں لطف آگیا

عدل

عدل کے خنجر سے نخلِ ظلم کی جڑ کٹ گئی ‌ ‌ ‌ دولتِ امن و اماں سارے جہاں میں بٹ گئی
جوشِ عشرت بڑھ گیا کلفت کی قوت گھٹ گئی ‌ ‌ ‌ جو بلا آئی وہ رعشہ سے پیچھے ہٹ گئی

ہے عملداری خزاں کی گلشنِ بیداد میں
چین سے سوتے ہیں فتنے دیدۂ حساد میں

سخن

ہر سخن میں ہے نگاہِ ناز کی جادوگری ‌ ‌ ‌ چلبلے مضموں سے آگے سیکھی شوخی پری
چھین لی اس شاعری نے دلبروں کی دلبری ‌ ‌ ‌ عیب و نقصاں سے بری ہے حسن و خوبی سے بھری

واہ حشمت اللہ کیا رسا ہے فکرِ عالی کی کمند
بچ کے تجھ سے جا نہیں سکتا ہے مضمونِ بلند

وفات لیکن ہنوز صعوبات سفر اور کسل راہ سے ہوش بجا نہوئے تھے کہ زمانۂ افسوں ساز اپنی چال چلا اور جناب مرحوم ایک مہینے نو روز مبتلائے آلام رہکر ۶۳ برس ۱۰ ماہ کے سن میں بتاریخ ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۱۹ھ مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۰۱ء بمقام حیدرآباد دکن نہضت فرمائے خلد بریں ہوئے۔ افسوس! وہ نورانی پیکر جہاں فن و ہنر زیرِ خاک، اور وہ صحبت دل آرا و جاں پرور خواب فراموش ہو گئی۔ کسی نے لسانِ صدق فی الآخرین تاریخ رحلت کہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حالت مرض میں نواب فصیح الملک مرزا داغ اور پنڈت رتن ناتھ سرشار تیمارداری میں مصروف رہے۔ مہاراجہ کشن پرشاد وزیر بھی کئی بار مزاج پرسی اور عیادت کیلئے تشریف لائے۔ اس عیادت کے شکریے میں جناب مرحوم نے

چند رباعیاں حالت مرض میں مہاراجہ صاحب کو لکھکر بھیجی تھیں ایک یہ ہے:

ہے آپ کا اخلاق جو ہمدرد مرا — رشک دم عیسیٰ ہے دم سرد مرا
فرماتے ہیں ہر روز عیادت میری — درماں مرے حق میں ہو گیا درد مرا

حضور نظام کو جب اس حادثے کی خبر ہوئی تو بہت رنجیدہ ہوئے اور بار بار اظہار تاسف کیا۔

مرزا داغ کو کمال پریشانی اور اضطراب ہوا اور اسی عالم سراسیمگی میں یہ حسرت انگیز مطلع ان کی زبان پر آیا ؎

خاک اس سے عشق نے چھنوائی تھی — دشت میں مجنوں کی مٹی لائی تھی

اور تین تاریخیں وفات استاد میں نظم فرمائیں جنکے مادہ ہائے سال رحلت یہ ہیں

ہے دعا بھی داغ کی تاریخ بھی — قصر عالی پائے جنت میں امیر ۱۳
آج اس غم کی یہ کہی تاریخ — اب ہوا آہ دل پہ داغ امیر ۱۳۱۸ھ
لکھی تاریخ دل سے داغ کے — آہ لطف شاعری جاتا رہا ۱۳۱۸ھ

اور راجہ راجایان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شاد تخلص وزیر اعظم دولت آصفیہ نے یہ قطعہ وفات نظم کیا۔

از دار جہاں امیر رفتہ فریاد — گفتہ رضواں کہ گشت فردوس آباد
گفتیم دعائیہ چنیں سال وفات — محمود بود آخرت او اے شاد ۱۳۱۸ھ

تاریخ وفات حضرت جلال لکھنوی

کجا امیر کجا سرزمین ملک دکن — کہاں تھا مسکن و مدفن کہاں ہوا ہے نصیب
جلال لکھ دو یہ تاریخ ان کی رحلت کی — امیر ہو گئے صد وائے ایک مرد غریب ۱۹۰۰ء

تاریخ وفات از سید حافظ عبد الجلیل صاحب مارہروی

رفت امیر شاعران منشی امیر احمد امیر — آنکہ فقر و شعر را در ذات او بود اجتماع
منکسر نفسے کریمے بادلی ملازم ہم سکے — جز بہ الفاظ ادب ہرگز نہ شد زو استماع
از جوانی تا ضعیفی مسکنش شد رامپور — داشتہ در محفل نواب عز و ارتفاع
مولد و ہم منشا او بود شہر لکھنؤ — حیدرآباد دکن شد جائے دفن و اضطجاع
نقش بند کاف و نون از قدرتش در ذات او — حسن صورت حسن سیرت ہر دو بنمود اجتماع
در حق ارباب حاجت سعی وافر می نمود — از درم ہم از قلم ہم از قدم ہم از ذراع
با مخالف ہم بدی فی عمرہ قطعاً نہ کرد — ما سوائے خیر یابند و نہ رویت نے سماع
در فنون مختلف تصنیف و تالیفش بسی ست — بیشتر حصہ ازانہا آمدہ در انطباع
شد بہ ہندوستان استاد فن علم الادب فیہ — یافت شہرت ہمچو مہر نیمروز از التماع
آخر عمرش قضا گردید دامن گیر حال — در پئے عزم دکن افتاد و بربستہ متاع
ماند غافل زین کہ باشد این سفر آخر سفر — می نماید از اقارب و ز احباب انقطاع
المختصر تا منزل مقصود رفت شادمان — ظاہرا حاصل زیارش شد بجائے انتفاع
میل او در باطن بلا شک تکلفات ایزدی بود — گو کسی فہمند کنہش مردم ناقص طباع
ام للانسان آیہ الیش ما تمنی انتہاش — تائید قرآنیہ این شبہہ باید اندفاع
زحمت امراض تا ایام معدود شدید — الخلاصہ درمیان جسم و جان شد انتزاع
بست و دوم تاریخ از ماہ جمادی الآخرہ — لیل یکشنبہ بہ ابنائے زمان گفت الوداع
مصرع تاریخ رحلت جست طبع خستہ جلیل — ہاں نیابد ہیچ کس بہر فن خود اطلاع
۱۳۱۸ھ

جامع اوراق بات سنہ ۱۹۰۰ء میں بمقام رامپور حاضر خدمت استاد ہوا تھا اثنائے

گفتگو میں فرمایا کہ عنقریب حیدر آباد کا قصد ہے۔ راہ میں مقام آگرہ تیرے پاس قیام ہوگا اور قبل روانگی اطلاع دیجائیگی۔ مگر پھر معلوم ہوا کہ جب آگرہ کے اسٹیشن پر پہونچے تو گاڑی سے بوجہ ضعف نہیں اترے، اور بلا توقف راہی حیدر آباد ہوئے۔

جب رحلت استاد کی خبر ہندوستان میں منتشر ہوئی تو اہل فن پر حسرت و افسوس کا عالم طاری ہوا، اور بزم سخن بزم ماتم بن گئی اور ہر گوشۂ ملک سے اظہار ملال کی آوازیں بلند ہوئیں۔ مہینوں مضامین تعزیت اخبارات اور رسائل میں چھپتے رہے اور ارباب سخن نے کثرت سے تاریخہاے وفات لکھکر اپنا رنج و غم ظاہر کیا۔ اور ایک مجموعہ بہت سی تاریخوں کا کتابی صورت میں شایع کیا گیا۔

تصنیفات و تالیفات

جناب مرحوم کی تصنیف و تالیف سے بہت سے رسائل و مسودات غیر مرتب ہنگامۂ غدر میں ضایع و برباد ہوئے اور کچھ ۱۸۹۵ء میں مکان مسکونہ میں آگ لگ جانے سے تلف ہوگئے جنکا ہمکو تفصیلی علم نہیں ہے۔ البتہ جو تحریریں ترتیب پا گئیں اور جو کتابیں مکمل ہوکر شایع ہوگئیں ان کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

ارشاد السلطان و ہدایۃ السلطان یہ کتابیں دونوں جناب مرحوم نے قبل از غدر تصنیف فرماکر واجد علیشاہ بادشاہ اودھ کے حضور میں پیش کی تھیں جن کے صلہ میں سرکار شاہی سے خلعت اور انعام مرحمت ہوا۔

دیوان اول یہ ابتدائی کلام تھا اور ایام غدر میں تلف ہوگیا، لکھنؤ کے مشاعروں کی طرحی غزلیں اور بادشاہ اودھ کی شان میں قصائد اور مختلف

نظمیں تھیں۔ اس دیوان کا نام غیرت بہارستان تھا۔

سرمۂ بصیرت | الفاظ عربی و فارسی جو غلط زبان زد او مستعمل ہیں اُن کی تصحیح و تنقیح فرمائی تھی۔ اور کلام اساتذہ متقدمین اور متاخرین سے سندیں دی تھیں ۳۰ یا ۴۰ جزو کی کتاب ہے۔

بہار ہند | اس میں اردو مصطلحات و محاورات کو ایک جگہ جمع کیا تھا اور سند میں اساتذہ کا کلام درج کیا تھا۔ اسی لغت کو وسعت دیکر امیر اللغات کو بسوط شکل میں لانے کا قصد تھا۔

نور تجلی ابر کرم | یہ دو مثنویاں کلام سابق سے مشتمل بر حکایات و روایات اخلاق و معرفت ہیں۔

ذکر شاہ انبیا | نعتیہ مسدس ہے مشتمل بر احوال ولادت و رضاعت و فضائل و شمائل و معراج وفات حضرت نبوی یہ بھی قدیم تصنیف ہے۔

صبح ازل | حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کے بیان ولادت میں ایک مسدس ہے۔

شام ابد | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان وفات میں ایک مسدس ہے

مضامین دل آشوب | ایک نظم ہے اسکا ذکر خطوط میں بھی ہوا ہے۔

لیلۃ القدر | بیان معراج میں ایک مسدس ہے۔

مجموعۂ واسوخت | واسوخت اردو۔ شکایت رنجش۔ غبار طبع۔ حسد اغیار۔ صفیر اشتہار۔ بانگ اضطرار۔ یہ چھ واسوخت ۱۲۸۰ھ کی تصنیف ہیں اور سب نام تاریخی ہیں۔ منشی نولکشور نے جو مجموعۂ واسوختوں کا شعلۂ جوالہ کے نام سے

طبع کیا تھا۔ اس میں یہ سب واسوخت داخل تھے اب مولوی محبوب علی صاحب
ناظم دائرۂ ادبیہ نے اس مجموعہ کو اہتمام کے ساتھ شائع فرمایا۔ اور مینائے سخن
سے موسوم کیا ہے۔

محامد خاتم النبیین | یہ اردو دیوان نعت میں ہے مشتمل بر قصائد و غزلیات و
مخمس و تضمین ۱۲۸۹ھ میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔ نام بھی تاریخی ہے۔

انتخاب یادگار | شعرائے رامپور کا تذکرہ ہے۔ ۳۵/۳۰ جزو کا حجم ہے ۱۲۹۰ھ
میں تالیف ہوا تاریخی نام ہے۔

نماز کے اسرار | احکام و ادعیۂ نماز کا ذکر ہے۔

زاد الامیر فی دعوات للبشیر النذیر | یعنی ادعیۂ مسنونہ سراپا تاثیر۔

خیابان آفرینش | نام تاریخی ہے اور ۱۳۰۰ھ کی تصنیف ہے۔ جناب
رسالت مآب کی ولادت باسعادت کا ذکر ہے۔

مرآۃ الغیب | دیوان عاشقانہ ہے۔ شروع میں کچھ قصائد بھی ہیں۔

صنم خانۂ عشق | اردو غزلیات کا دیوان ہے ۱۳۱۲ھ میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔

جوہر انتخاب | مفردات اردو کا مجموعہ ہے جسمیں منتخب اشعار درج ہیں۔

گوہر انتخاب | دوسرا مجموعہ مفردات اردو کا ہے۔

آخری دیوان | صنم خانہ کے بعد اسکے طبع کی نوبت نہیں آئی اس میں قصائد
رباعیات مخمسے تضمین اور متفرق نظمیں ہیں۔

امیر اللغات جلد اول | اردو زبان کا نہایت حاوی و بسیط و بے مثل لغت
جسمیں الف ممدودہ کے الفاظ و محاورات ہیں اور چھپ گیا ہے۔

امیر اللغات جلد دوم اس میں الف مقصورہ کے الفاظ و محاورات جمع کیے ہیں اور چھپ گئی ہے۔

امیر اللغات جلد سوم اس میں بائے موحدہ اور مثلثہ اور کچھ تائے فوقانی کے الفاظ و محاورات جمع کیے تھے مگر چھپنے کی نوبت نہیں آئی اس کے بعد پانچ جلدیں تالیف کے لئے اور تجویز ہوئی تھیں۔

چند خوش فکر تلامذہ

جیسے صاحب استعداد اور باسرمایہ تلامذہ استاد مرحوم کر گئے ان کے اساتذہ معاصرین میں سے کسی کو ایسے با لیاقت شاگرد میسر نہیں آئے۔ انکیں سے ہم چند ایسے اصحاب کا ذکر کرتے ہیں جو جناب مرحوم کی توجہ سے پایۂ استادی پر فائز ہوئے اور انکے سوا بیشمار کہنے والے ہیں۔

نواب ناظم فردوس مکان رامپور نہایت با استعداد رئیس تھے۔ فن معقول سے طبیعت کو ایک خاص مناسبت تھی۔ مولانا فضل حق خیرآبادی سے تلمذ تھا۔ ان کو ابتدا میں مومن مرحوم اور ان کے بعد مرزا غالب سے مشورۂ سخن رہا آخر میں منشی مظفر علی خاں صاحب اسیر اور جناب امیر کو کلام دکھایا[1]۔ صاحب دیوان ہیں۔

نواب کلب علیخاں بہادر نواب تخلص عربی اور فارسی کی تحصیل طالب علمانہ کی تھی اور قابل باپ کے قابل فرزند تھے

[1] تذکرہ انتخاب یادگار و دیباچہ امیر اللغات جلد اول ۱۲۔ ثاقب۔

وہ استاد کی بہت ناز برداری کرتے تھے۔ سنا ہے کہ اصلاح کا یہ طریقہ تھا کہ چوبدار غزل لاتا تھا، جناب امیر صلاح دیکر واپس فرماتے تھے، نواب بار بار واپس کرتے تھے اور کوئی لفظ کوئی مصرع کوئی شعر بدلنے کی فرمایش ہوتی تھی، اس طرح انکی غزل ایک شاہد رعنا بن جاتی تھی۔ اہل بصیرت پر مخفی نہیں ہے کہ یہی وجہ ہے کہ نواب کے کلام کا اور مرآۃ الغیب کی شاعری کا انداز جداگانہ ہے۔ نواب کے اشعار گنگھی چوٹی کے مضامین سے پاک، اور بیشتر سنجیدہ اور بامزہ ہیں کئی دیوان اردو کے، اور ایک دیوان پارسی، اور چند فارسی نثر کے رسالے تصنیف فرماے ہیں۔

نواب صفدر علیخاں صفدر صاحب دیوان ہیں اور طبیعت باذوق پائی ہے۔

نواب شباد حسین خاں جاہ صاحب دیوان ہیں۔ دو دیوان اشاعت پا چکے ہیں۔

جلیل مانکپوری یہ وہی کہتے ہیں جو استاد کہتے ہیں اور استاد شاگرد کے کلام میں بہت شباہت ہے۔ صاحب تلامذہ ہیں اور اس شرف کے اہل ہیں۔

ریاض خیر آبادی یہ ایک انداز خاص کے مالک ہیں جو داغ سے مشابہ ہے۔ انکے چند شعر لوگوں کی زبان پر بطور ضرب المثل کے جاری ہیں جس سے قبول عام کا نشان ملتا ہے۔ طبیعت میں جدت اور معنی آفرینی ہے۔

کلام تلامذہ پر اصلاحیں

جناب مرحوم کلام تلامذہ کو نہایت غور و فکر سے ملاحظہ فرماتے تھے اور جابجا تھوڑی اصلاح جو ضروری ہوتی تھی، دیتے تھے، یہ نہیں کہ شاگرد

کا کلام استاد کا ہو جائے۔ اصلاح کے چند نمونے درج کئے جاتے ہیں۔
جن سے اس بات کا اندازہ ہو سکے گا۔

جلیل القدر نواب فصاحت جنگ بہادر حضرت جلیل جانشین امیر مینائی رح

جلیل رنگت یہ رخ کی اور یہ عالم نقاب کا — دامن میں کوئی پھول لئے ہے گلاب کا
اصلاح رنگت یہ الخ — دامن میں تم تو پھول لئے ہو گلاب کا

لسان الملک حضرت ریاض

ریاض نسیم آئی ہے شمع مزار گل کرنے — وہ اسکے آنے سے پہلے ہی بجھ گئی ہوگی
اصلاح۔ نسیم آئی ہے شمع مزار گل کرنے — وہ اسکے الخ
ریاض ہنگامہ تیغ گریہ یہاں کسی کا تھا — آپ ہی بتائیں کون یہ موقع ہنسی کا تھا
اصلاح۔ ہنگامہ تیغ الخ — تم ہنس پڑے یہ کون سا موقع ہنسی کا تھا
ریاض نہ دارو کو تمنا کو تم اپنی — یہ میری جان سے پیچھے پڑی ہے
اصلاح تمنا کو تم اپنی منع کر دو — یہ میری الخ
لے اڑے گیسو پریشانی مری — آئینے لے بیٹھے حیرانی مری
لے اڑے الخ — آئینے لے بھاگے حیرانی مری

شاہزادہ مرزا ولی الدین فدا خلف شاہزادہ مرزا رحیم الدین حیا دہلوی

فدا تجھے پچھتاؤ گے ویران کرکے خانۂ دل کو — یہ وہ کعبہ نہیں جو گر کے ہو تعمیر کے قابل
اصلاح بہت پچھتاؤ گے ڈھا کر ہمارے کعبۂ دل کو — یہ وہ کعبہ الخ

سید زاہد حسین صاحب زاہد۔ رئیس سہارن پور۔

زاہد یارب بتان ہند جو اسدرجہ سخت ہیں — انکے مگر بنائے ہیں دل سل تراش کے

اصلاح۔ ایسے جو سنگدل ہیں آئی تاب بند — انکے جگر بنائے ہیں دل سل تراش کے

بیان میں زور روانی آگئی اور سنگدل سے مضمون مصرع ثانی کا ثبوت قوی ہوگیا

امیر فقیر [illegible]

زاہد۔ اسطرح محفل میں کیوں آئے کہ رسوائی ہوئی — بال بکھرے سی چھوٹی آنکھ شرمائی ہوئی

اصلاح۔ کیوں بھری محفل میں یوں آئے کہ رسوائی ہوئی — بال بکھرے الخ

سلاست بیان کے غرض سے بدلا گیا اور کوئی سقم نہیں تھا۔

زاہد۔ اف وہ جوبن بھرا ابھار اچھال اٹھلائی ہوئی — ابلی پڑتی ہی جوانی جوش تن کمائی ہوئی

اصلاح۔ اف ترا جوبن یہ بھرا اچھال اٹھلائی ہوئی — ابلی پڑتی ہی۔ الخ

سلاست بیان کے غرض سے بدلا گیا۔ اور کوئی سقم نہیں تھا [illegible]

زاہد۔ گل میں جو تمسا ناز نہیں ہی نہیں سہی — اچھا بگڑتے کیوں ہو تمھیں ناز نیں سہی

اصلاح۔ نازک جو تمسے پھول نہیں ہیں نہیں سہی — اچھا بگڑتے الخ

گل کی صفت نازک چاہیئے اور تمسا ناز نہیں کی جگہ تمھارا سا ناز نہیں چاہیئے۔

زاہد۔ تم کہتے ہو کہ زاہد ونکا کام کیا یہاں — یونہی تو میں بھی زاہد ہوں اے ناز نیں سہی

اصلاح۔ تم کہتے ہو کہ کام یہاں زاہدونکا کیا — یوں ہو۔ الخ

زاہدونکا نون دیتا تھا اسلئے بدلا گیا

امیر فقیر۔ اپریل [illegible]

زاہد۔ دم بوسہ ہوئی خواہش یہاں تک — کہ ہمنے لب تو لب چوسی زباں تک

اصلاح۔ دم بوسہ بڑھی خواہش یہاں تک — کہ ہمنے لب الخ

مضمون مابعد کی ترقی بڑھی سے خوب ظاہر ہوتی ہی۔

زاہد۔ نہ بڑھ اے آہ جا کر لامکاں تک — خدا سے ڈر بس اب آگے کہاں تک

اصلاح ٹھہر اے آہ جا کر لامکاں تک — خدا سے ڈر بس اب آگے کہاں تک

ٹھہر میں زیادہ سلاست ہے — امیر فقیر اکتوبر ۱۸۸۸ء

زاہد جب یہ پوچھا دھیان کیا بالکل مرا جاتا رہا — بولے جھنجھلا کر کہ ہاں جاتا رہا جاتا رہا

اصلاح جب کہا کیا دھیان بالکل ہی مرا جاتا رہا — بولے ۔ الخ

روانی کے لئے بدل دیا ہے ۔

زاہد ۔ آہ ہے دوستوں نے دشمنی کی اسقدر — دشمنوں کی دشمنی کا سب گلہ جاتا رہا

اصلاح دوستوں نے دوست بنکر دشمنی کی اسقدر — دشمنوں کی ۔ الخ

بیان میں سلاست اور بندش میں ذرا چستی آگئی اور الفاظ کا تناسب بھی ٹھیک ہو گیا

فروری ۱۸۸۹ء

زاہد تقاضا ہی کہ اک دل اور درد اور اسپہ یہ طرہ — کہیں سے لاکے دو چیزیں کرو جا ہو کہیں ڈھونڈھو

اصلاح تقاضا ہو کہ اک دل اور دو ہم ایک چھوٹی ٹکلے — کہیں سے الخ

(اسپہ یہ طرہ) کا مقام نہیں ہی دوسرے مصرع میں اسی (اک دل اور دو) کا تکملہ ہی

اسیر خدا لگا نہ مضمون سے ترقی نہیں ہی مصرع اولی کی ترمیم سے معشوقانہ ضد اور چلبلے پن کا اظہار ہو گیا

زاہد گیا جو وقت اسے سمجھو گیا ۔ پھر کر نہیں آتا — نیا ہو گے نیا ہو گے کہیں دیکھو کہیں ڈھونڈھو

اصلاح گیا جو وقت وہ پھر کر نہیں آتا نہیں آتا — نیا ہوگے نیا ہوگے الخ

مصرع ثانی میں جو (نیا ہوگے) کی تکرار مفید تاکید ہی اسکے مقابل مصرع اولی میں

(نہیں آتا) کی تکرار زیادہ مناسب و موزوں ہے — امیر فقیر ۱۲ ۔ نومبر ۱۸۸۹ء

زاہد ۔ صدقے اس لطف کے کیا لطف ہی یارب تیرا — اپنے ہر بندے کو دو وقت برابر دینا

اصلاح ۔ صدقے اس دین کے کیا دین ہے یارب تیری — اپنے ہر بندے کو الخ

چونکہ دوسرے مصرع میں برابر دینے کا بیان ہے اسلئے پہلے مصرع میں کبھی دین کی تعریف زبان و تناسب الفاظ کے لحاظ سے مستحسن و مطبوع ہے — امیر فقیر ۲ - اپریل ۱۸۹۰ء

زاہد - یہ ضعف ہے کہ پانو مرا اب تو راہ میں — اٹھتا ہے ہاتھ رکھ کے سر دوش نقش پا

اصلاح - یہ ضعف ہے کہ پانو مرا اب قدم قدم — اٹھتا ہے الخ

تناسب الفاظ کے علاوہ قدم قدم دوسرے کے دوش پہ ہاتھ رکھکر اٹھنا نہایت ضعف کو ظاہر کرتا ہے۔

زاہد - زاہد نے نقش پائے صنم کو مٹا دیا — کچھ ایسے ہوش اڑے نہ رہا ہوش نقش پا

اصلاح - زاہد نے الخ — کچھ شوق سجدہ میں نہ رہا ہوش نقش پا

نقش پائے صنم کے مٹانے کی علت پوشیدہ تھی شوق سجدہ نے ظاہر کر دیا اور احترام نقش پا اور پرستش سجود بھی شوق کی ثابت ہو گئی — امیر فقیر ۲۶ - فروری ۱۸۹۱ء

زاہد - بدن میں آگ سی بھڑک اٹھے جس سے وہ شیشے لا — دو آتشہ کوئی کھنچوا کے ساقیا مے لا

اصلاح - بدن میں الخ — دو آتشہ کوئی سرجوش ساقیا مے لا

ترکیب زرا اور تیز ہو گئی — امیر فقیر ۲۶ - جولائی ۱۸۹۱ء

زاہد - ہاتھ تک اسکے جو ہو دست رس جام شراب — کیوں نہ اس ہاتھ سے ہو پھر ہوس جام شراب

اصلاح - ہاتھ تک الخ — کیوں نہ میخوار کو ہو پھر ہوس جام شراب

دوسرے مصرع میں (اس ہاتھ سے) کی جگہ (میخوار کو) بنا دیا ہے کیونکہ لطف اسی قدر ہی تو شعر میں ہے کہ جب جام شراب کو یہ فخر حاصل ہے کہ اسکے ہاتھ تک پہونچا ہے تو ایسے جام شراب کی ہوس میخواروں کو کیوں نہو اور جب (اس ہاتھ) کہیئے گا تو جام شراب کے اس ہاتھ تک پہونچنے کا کیا فائدہ رہیگا۔

زاہد۔ قافلے ہوش کے رخصت ہوئے میخوار وں سے شب جو میخانہ میں کھڑکا جرس جام شراب

اصلاح۔ قافلے ہوش کے الخ سنکے میخانہ میں شور جرس جام شراب

جرس کا کھڑکنا فصحا نہیں کہتے اسلئے بدلا گیا۔ امیر فقیر ۲۰ جنوری ۱۸۹۲ء

زاہد۔ ساقیا لاکھ پلا جام پہ جام شراب نہ مٹے گی نہ مٹی گی ہوس جام شراب

اصلاح۔ ساقیا لاکھ الخ نہ مٹی ہے نہ مٹی گی ہوس جام شراب

(نہ مٹے گی نہ مٹے گی) سے محض زمانہ آیندہ پایا جاتا تھا اب گزشتہ و حال و آیندہ سب زمانے آگئے۔

زاہد۔ چاٹتا رہتا ہی پیالے ہی کو میخانے میں بن گیا شیخ تو بالکل مگس جام شراب

اصلاح۔ کیا بری چاٹ ہے چاٹے ہی چلا جاتا ہے بن گیا شیخ تو الخ

مصرعہ اول میں پیالے کی چنداں ضرورت نہ تھی مضمون بندش بھی ذرا چست ہوگئی۔

امیر فقیر ۱۳ فروری ۱۸۹۳ء

زاہد۔ شہرہ ہے نزاکت کا یہ دھوکا ہے انھیں بھی جھک جھک کے وہ خود اپنی کمر دیکھ رہے ہیں

شہرہ ہے نزاکت کا یہ دھڑکا ہے انھیں بھی جھک جھک کے الخ

اس محل پر دھوکے سے دھڑکا زیادہ موزوں ہے۔ امیر فقیر ۱۲ فروری ۱۸۹۳ء

زاہد۔ کم نہیں درد مے صاف سے ساقی ہرگز شیشہ قلب پہ زنگ ہوس جام شراب

اصلاح درد مے عالم مستی میں نظر آتی ہے شیشہ قلب پہ گرد ہوس جام شراب

مے صاف میں درد کہاں۔ اور زنگ کو آئینے سے علاقہ ہے نہ شیشے سے

زاہد۔ مست و مدہوش سے امید ہدایت ہے عبث رہنما کب ہے صدائے جرس جام شراب

اصلاح۔ کیا خرابات نشینوں سے ہدایت کی امید رہنما کب ہے الخ

جام تو دوسرونکو مست کرنیوالا ہے خود مست و مدہوش نہیں۔ امیر فقیر ۲۵ اگست ۱۸۹۲ء

زاہد۔ وفور سوزش دل سے بدن میں آگ لگی | یہ آگ گھر کی جو پھیلی وطن میں آگ لگی
اصلاح بڑھی جو قلب کی سوزش بدن میں آگ لگی | یہ آگ گھر کی الخ

ردائی ترکیب کی وجہ سے بدلا گیا مصرع سوزش قلب کا بڑھنا آگ پھیلنے کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ امیر فقیر ۲۲ جون ۱۸۹۳ء

زاہد۔ عرق جبین بت شعلہ رنگ پہ یوں ہو | عیاں ہو آگ میں جیسے طلائے خام کی بوند
اصلاح عرق جبین الخ | بھڑکتی آگ میں جیسے طلائے خام کی بوند

"عیاں ہو" سے "بھڑکتی آگ میں" زیادہ گرمی وزور ہے۔

زاہد۔ ہوا ہو سرد جو مجھے سوز دل شراب چلے | پڑے اگر کوئی ابر سیاہ فام کی بوند

مینھ کی بوند۔ پانی کی بوند سب درست مگر ابر کی بوند مستعمل نہیں امیر فقیر ۳۰ ستمبر ۱۸۹۴ء

تحریر مابعد۔ ابر کی بوند بے شک شعرا نے اور شاہ نصیر اور داغ نے کہا ہے۔ اس سے یہ غلط نہیں کہا جا سکتا لیکن اپنی اپنی پسند ہے زبانوں پر مستعمل نہونے سے میری طبیعت اسکو پسند نہیں کرتی اور اگر آپ اپنے کلام میں لکھنا چاہتے ہیں تو چنداں مضائقہ بھی نہیں۔

زاہد۔ جگر کو گرمی بنت عنب نے پھونک دیا | حلال کر نہ گئی زاہد کو یہ حرام کی بوند
جگر کو گرمی الخ | حلال کر گئی زاہد کو یہ حرام کی بوند

کر دے گی۔ کی جگہ اول "کر نہ گئی" کا نا پسند کر کے اسکی جگہ "کر گئی" بنانا ٹھیک ہے

امیر فقیر ۱۹ دسمبر ۱۸۹۵ء

زاہد۔ ٹپک ٹپک کے نہ مر عندلیب مر جائے | صبا قفس میں نہ پیغام چمن دے لا
اصلاح ٹپک ٹپک کے الخ | صبا چمن میں نہ پیغام چمن دے لا

زاہد۔ حقیقت ہی ہی فی الحقیقت مجاز — نگاہ حقیقت نگر چاہیے۔

حقیقت الخ — مگر دیدۂ حق نگر چاہیے

یہ دونوں مصرعے اچھے ہیں مگر تناسب الفاظ کے لحاظ سے مصرع اول اول ہے۔

امیر تعمیر ۱۹ - جولائی ۱۹۱۶ء

زاہد۔ حیران ہوں اسد حجابات ہیں تیری — پوشیدہ نگاہوں سے بھی اور نور نظر بھی

اصلاح۔ حیران ہوں الخ — پوشیدہ نگاہوں سے بھی اور پیش نظر بھی

نگاہوں سے پوشیدہ کے مقابل پیش نظر چاہیے نور نظر ہونے سے سامنے ہونا تو ثابت نہ ہوا۔

زاہد۔ شب ہو چکی پیری کی نمایاں ہے سحر بھی — اٹھو کہیں زاہد کہ ہے در پیش سفر بھی

اصلاح۔ شب ہو چکی الخ — بیدار ہو زاہد کہ ہے در پیش سفر بھی

بیدار ہو کہنا زیادہ مناسب مقام ہے اور اٹھو کے ساتھ کہیں کچھ بے ضرورت بھی تھا۔

زاہد۔ تھا کون جو سنکر مرے مرنیکو نہ رویا — ہاں ایک وہ کافر کہ ہوئی آنکھ نہ تر بھی

اصلاح۔ تھا کون الخ — ہاں ایک وہ کٹر کہ ہوئی آنکھ نہ تر بھی

بیدردی اور سنگدلی کٹر کہنے سے زیادہ واضح ہو گئی معہذا آنکھ کی بھی صفت ہے۔

زاہد۔ گو خوش ہوں سنکر کہ ہے تم سے بھی محبت — نشتر سے سوا کر گئی ہے کام مگر بھی

اصلاح۔ گو خوش ہوں سنکر کہ ہمیں بھی ہے الفت — نشتر سے الخ

بندش ذرا صاف ہو گئی اسلئے بدل دیا ورنہ اور کوئی عیب تھا شعر ہذا کی ردیف نے کیا لطف دیا ہے۔ بارک اللہ۔

زاہد۔ وہ کہکے "مگر" چپ ہم اقرار ہے ہیں — کچھ کم نہیں انکار سے انکی یہ مگر بھی

اصلاح۔ وہ چپ ہیں ہم اقرار "مگر" کہکے ہو ئے ہیں — کچھ کم نہیں ۔ الخ

قافیے نے کیا لطف دیا ہے سبحان اللہ

زاہد۔ مرغانِ گلستاں پہ بلا کچھ تو ہے آئی ــ سوناہی چمن پھرتے ہیں اُڑتے ہوئے پر بھی

اصلاح مرغانِ گلستاں پہ بلا آئی ہے کچھ تو ــ سوناہی چمن الخ

زاہد۔ تقدیم و تاخیر سے ترکیب ذرا صاف ہو گئی۔

زاہد۔ ڈھڑکا شبِ تاریک لحد کا ہی نہیں ہے ــ سنتے ہیں کہ اس شب کی قیامت ہی سحر بھی

اصلاح۔ دھڑکا شبِ تاریک لحد ہی کا نہیں ہے ــ سنتے ہیں۔ الخ

وہی کلمہ انحصار لحد کے بعد چاہیئے۔ سبحان اللہ کیا شعر ہوا ہے۔ امیر فقیر ۳۰۔ دسمبر ۱۸۹۶ء

زاہد۔ یوں عیاں تر دامنی سے پاکدامانی ہوئی ــ مے بھی پی تو جامۂ احرام میں چھانی ہوئی

اصلاح۔ یوں ہم تر دامنی سے پاکدامانی ہوئی ــ مے بھی پی الخ

تردامنی و پاکدامانی کا اکٹھا ہونا عیاں ہونے سے زیادہ لطیف ہے۔

زاہد۔ ہے اگر غیرت نہ آئیگی حیا پھر وصل میں ــ رات اس ناخواندہ مہمان کی وہ جھانی ہوئی

اصلاح باحیا ہو تو نہ آئیگی حیا پھر وصل میں ــ رات اس الخ

ترکیب ذرا صاف ہو گئی اور لفظی تناسب بھی ہو گیا

زاہد۔ دیکھی چوٹی جو کروٹ میں تو یوں چلا کر کہا ــ کیوں مرے پیچھے پڑی ہے کیوں تم دیوانی ہوئی

اصلاح دیکھی چوٹی جو کروٹ میں تو جھنجھلا کر کہا ــ کیوں مرے الخ

جھنجھلا کر زیادہ مناسب اور صاف ہے۔ امیر فقیر ۲۲۔ جولائی ۱۸۹۶ء

زاہد۔ خم سے دکھدیا لا کر اگر مانگی پیالی ہے ــ خدا رکھے مرے ساقی کو کیا ہی ظرف عالی ہے

اصلاح۔ خم ہی رکھدیا ہے لا کر جب مانگی پیالی ہے ــ خدا رکھے الخ

دونوں جگہ فعل بھی یکساں ہو گیا اور ترکیب بھی صاف ہو گئی۔

زاہد- چڑھا جاتی تھی خم کے خم کبھی اور اب یہ حالت ہے — دوا کی طرح پی جاتی فقط آدھی پیالی ہے

اصلاح- چڑھا جاتے تھے الخ — دوا کی طرح پی جاتی کوئی آدھی پیالی ہے

فقط سے کوئی زیادہ اچھا ہے کیونکہ فقط سے تعین مقدار ضمناً ہوتا ہے اور کوئی سے تقریباً۔

امیر فقیر ۱۲- مارچ ۱۸۹۹ء

زاہد- واقف نہیں کوئی مرے انداز بیاں سے — جو ہے وہ یہاں بولتا ہے اپنا ہی بھاکا

اصلاح- واقف نہیں الخ — ہر شخص یہاں بولتا ہے اپنا ہی بھاکا

بیان و ترکیب ذرا صاف ہو گئی — امیر فقیر ۳- اپریل ۱۸۹۹ء

زاہد- جب یہ کہتا ہوں کھلایا دل وہ کچھ کیا دیکھ کر — ہنس کے فرماتے ہیں وہ اپنا کلیجا دیکھ کر

اصلاح- جب یہ کہتا ہوں الخ — ناز سے کہتے ہیں وہ اپنا کلیجا دیکھ کر

اس محل پر ناز زیادہ موزوں ہے۔

زاہد- پائے خم پر آج زاہد ہیں کیوں اٹھتے کہو — آپ پہ سجدہ کدھر کرتے ہیں قبلے دیکھ کر

اصلاح- پائے خم پر صورت زاہد ہیں خم کیسے کوئی — آپ پہ سجدہ الخ

بیان و ترکیب کی صفائی کے لئے بدل دیا۔

زاہد- تیغ ناحق کھینچتے ہو دم ہی بسمل میں نہیں — ہاتھ روکو کیا ستم کرتے ہو ہاں۔ دیکھ کر

اصلاح- تیغ کس پر تولتے ہو دم ہی بسمل میں نہیں — ہاتھ روکو الخ

تولنے میں جو خوبی ہے وہ کھینچنے میں نہیں۔ انشاء اللہ چشم بد دور کیا قافیہ اور کس خوبی سے نظم کیا ہے۔ اب تو آپ زبان اور محاورات خوب ہی لکھتے ہیں۔ امیر فقیر یکم اکتوبر ۱۸۹۹ء

زاہد- مانع ہیں مے سے قاضی و مفتی و محتسب — پیدا ہوئے ہیں حلق کے دربان نئے نئے

اصلاح- مانع ہیں مے سے شحنہ قاضی و محتسب — پیدا ہوئے الخ

مفتی فتویٰ دیدیتا ہی روکنے کے لئے شمنے کا ہونا ضروری تھا قافیہ نئے پہلو سے
کہا ہی۔ بارک اللہ۔

امیر فقیر ۱۰۔ مارچ ۱۹۰۰ء

زاہد۔ ادائیں یہ ساقی کی زاہد کو بھائیں — کہ جھٹ توڑ بیٹھا وہ وسیندار توبہ

بھانا پسند آنا کے معنی میں فصحائے لکھنو نہ بولتے ہیں نہ لکھتے ہیں اگر اہل دہلی بولتے
ہیں تو آپ شوق سے لکھیئے توسیع زبان کا بھی آپ کو بہت خیال ہے۔

امیر فقیر ۲۶۔ اگست ۱۹۰۰ء

حکیم برہم صاحب اڈیٹر وپروپرائٹر اخبار مشرق گورکھپور

برہم۔ غضب کی شوخیاں کرنے لگی ہے — نظر کس سے ارے ظالم لڑی ہے
اصلاح۔ غضب کی الخ — ارے ظالم نظر کس سے لڑی ہے

برہم۔ نکلتی ہی نہیں دل سے یہ ظالم — نظر انداز سے ایسی گڑی ہے
اصلاح۔ نکلتی ہی الخ — نگاہ یار کچھ ایسی لڑی ہے

برہم۔ درباں سی پوچھتا ہی یہ دشمن کہ سچ بتا — کل تک یہاں پڑا تھا وہ بیمار کیا ہوا
اصلاح۔ درباں سی پوچھتا ہی یہ عیسیٰ نفس بتا — کل تک یہاں پڑا تھا جو بیمار کیا ہوا

برہم۔ ہوحق کی اب صدا ہی نہ شور نشاط ہی — تیرا عروج خانہ خمار کیا ہوا
اصلاح۔ ہوحق کی اب صدا ہی نہ جوش نشاط ہی — سنسان کیوں ہی خانہ خمار کیا ہوا

برہم۔ پھولوں نہیں غیر کے تو نہیں وہ چلا گیا — باسی گلے کا ہار ترے یار کیا ہوا
اصلاح۔ پھولوں نہیں غیر کے تو نہیں ملگیا کہیں — اترا ہوا گلے کا ترے ہار کیا ہوا

برہم۔ آبرو گر کے تو قدموں پہ بڑھانا اپنی — دیکھکر انکو نہ لے اشک فنا ہوجانا
اصلاح۔ آبرو لوٹ کے قدموں پہ بڑھانا اپنی — دیکھکر اُن کو۔ الخ

برہم۔ ہوگئی غیر اسے دیکھ کے حالت میری — جان جاتی ہے کہ آتی ہے طبیعت میری

اصلاح۔ ہوتی ہے غیر اسے دیکھ کے حالت میری — جان جاتی ہے الخ

برہم۔ کسیکے حسن کے پرتو نے کر دیا بیتاب — جو آج برق سر طور تلملاتی ہے

اصلاح۔ یہ کسیکے حسن کے پرتو نے کر دیا بیتاب — جو آج الخ

برہم۔ بہت قریب مگر ہے بہار کا موسم — کلی کلی مرے دامن کی مسکراتی ہے

اصلاح۔ بہت قریب ہے شاید بہار کا موسم — کلی کلی الخ

جناب عابد حسین صاحب عابد سہسوانی

عابد۔ دل کیا دیا ہے پہلو سے نقد وفا دیا — ہم خود بگڑ گئے مگر اُن کو بنا دیا

اصلاح۔ دل کیا دیا خزانۂ نقد وفا دیا — ہم خود بگڑ گئے الخ

عابد۔ سبب نہ پوچھو کلیجے پہ داغ کھانیکا — نتیجہ ہے یہ حسینوں سے دل لگانیکا

اصلاح۔ سبب نہ پوچھو الخ — یہ پھل ملا ہے حسینوں سے دل لگانیکا

عابد۔ نکلا ہے ابھی مرا جنازہ — یہ بھی کوئی وقت ہے خوشی کا

اصلاح۔ ہے آنکھوں کے سامنے مری لاش — یہ بھی کوئی وقت ہے ہنسی کا

عابد۔ نظر اُنسے لڑا کے دیکھ لیا — دل پہ تلوار کھا کے دیکھ لیا

اصلاح۔ نظر اُنسے الخ — برچھیاں دل پہ کھا کے دیکھ لیا

عابد۔ تھام کر ہم جگر کو بیٹھ گئے — تمنے جب آنکھ اٹھا کے دیکھ لیا

اصلاح۔ ہم کلیجا پکڑ کے بیٹھ گئے — تمنے جب الخ

عابد۔ بدگماں کیوں ہوئے لو دیکھ لو داغ وفا — چاک کرتے ہیں ابھی ہم جگر و دل اپنا

اصلاح۔ بدگماں کیوں الخ — ہم ابھی چاک کیے ڈالتے ہیں دل اپنا

عابد۔ رکھنا اچھی طرح دیکھو نہ نہ کھو بیٹھے پائے — دیتے ہیں اپنی نشانی تمہیں ہم دل اپنا

اصلاح۔ کھو نہ دینا کہیں اے جان وعدہ کر لو — دیتے ہیں الخ

عابد۔ خبر کچھ ایسی سنائی ہے جا کے حیرت ناک — کہ نامہ بر ابھی وہ نامہ بر کو دیکھتے ہیں

اصلاح۔ بہم ہوئی ہے خدا جانے گفتگو کیسی — کہ نامہ بر الخ

عابد۔ تری گلی سے پھرا ہے اسی گھڑی سے ہم — پھرا ہوا نظر نامہ بر کو دیکھتے ہیں

اصلاح۔ تری گلی سے یہ کیا دیکھ کر پھر آئے کہ ہم — پھرا ہوا الخ

عابد۔ اپنی ہم آبرو نہیں دل کی ہم آرزو نہیں — داغ دل عدو نہیں کوئی ہمیں مٹائے کیوں

اصلاح۔ عزت و آبرو نہیں حسرت و آرزو نہیں — داغ دل عدو الخ

عابد۔ واپ دینے سے غرض لاش ہماری یارو — دیر کی خاک سہی کعبہ کی مٹی نہ سہی

اصلاح۔ ہے غرض لاش کی پیوند زمیں ہو جیسے — دیر کی۔ الخ

عابد۔ نزع کیوقت کوئی غیر نہ پہچانیگا — موت کے پردے میں کر جاؤ عیادت میری

اصلاح۔ نزع کیوقت الخ — موت کے بھیس میں کر جاؤ عیادت میری

عابد۔ یہی غمخوار ہے اپنا شب تنہائی میں — داغ کو ہم نے کلیجہ سے لگا رکھا ہے

اصلاح۔ یہی دلسوز ہے اپنا شب تنہائی میں — داغ کو الخ

عابد۔ دفن کر کے مجھے ہٹ جاؤ کہ تم سے پہلے — نوحہ گر میری لحد پر مرے ارماں ہونگے

اصلاح۔ دفن کر کے مجھے ہٹ جاؤ کہ تم سے چھپکر — نوحہ گر الخ

عابد۔ جس نے پہلو سے دل چرایا تھا — اب وہ آنکھیں چرائے جاتا ہے

اصلاح۔ اس نے پہلو سے دل چرایا تھا — یہ جو آنکھیں چرائے جاتا ہے

عابد۔ دل کے دینے میں نہ جھگڑا ہے نہ قصہ کوئی — بس غرض یہ ہے کہ چھوڑو نہ تقاضا کوئی

اصلاح۔ ڈلکے دینے الخ — بات اتنی ہے کہ چھیڑے نہ تقاضا کوئی

عابد۔ غسل و تکفین کو ہم بعد فنا یہ سمجھے — یار نہلاتے ہیں پوشاک بدلنے کیلئے

اصلاح۔ دم تکفین جو دیا غسل تو ہم یہ سمجھے — یار نہلاتے الخ

عابد۔ گرمیاں وصلت کی یاد آئیں جو فرقت میں کبھی — دل جلانیکو ہماری داغ حرماں ہوگئیں

اصلاح۔ ہجر میں جب یاد آئیں وصل کی وہ گرمیاں — دل جلانیکو ہماری آہ سوزاں ہوگئیں

عابد۔ دیکھتے ہی جلوۂ رخسار حیراں ہوگئیں — آتے ہی ہاتھ آگئے تیرے دیوانی پریاں ہوگئیں

اصلاح۔ دیکھتے ہی الخ — تیرا سایہ پڑتے ہی دیوانی پریاں ہوگئیں

عابد۔ طرہ و جیغہ و سرپیچ ہیں طرفہ لیکن — [illegible] دیں ہیں ہیرا ان تینوں کے اوپر سہرا

اصلاح۔ طرہ و جیغہ و سرپیچ ہیں سب جی کے — دکھلے لیتے ہیں مگر طرہ ہے سب پر سہرا

عابد۔ نہیں ہلتا یہ ہوا سے ترے رخ پر سہرا — پڑھ رہا ہے سبق مصحف اطہر سہرا

اصلاح۔ نہیں ہلتا یہ الخ — پڑھ رہا ہے سبق مصحف انور سہرا

عابد۔ نامہ ہمارا دیکھ کے اسنے عتاب میں — قاصد کا سر اتار کے بھیجا جواب میں

اصلاح۔ نامہ ہمارا الخ — قاصد کے ہاتھ کاٹ کے بھیجے جواب میں

جناب حکیم عابد علی صاحب کوثر خیرآبادی سے

کوثر۔ بند محرم کے نہ کس کر باندھو — دیکھو یہ فتنے ابھر آئیں گے

اصلاح۔ بند محرم کے الخ — اور یہ فتنے ابھر آئیں گے

کوثر۔ کہا جو اسنے عنایت کبھی کبھی ہوگی — مگر یہ کہکے ہنسے اگر جان پر بنی ہوگی

اصلاح۔ کہا جو۔ الخ — تو ہنس کے بولے کہ جب جان پر بنی ہوگی

کوثر۔ مری خوشی سے عدو کو ملال ہوتا ہے — مرے ملال سے اس شوخ کو خوشی ہوگی

اصلاح۔ مجھے ملال سے اپنے ملال ہے تو یہ ہے
نہ میرے رنج سے اغیار کو خوشی ہوگی

کوثر۔ لحد پہ چادر گل نت نئی پڑی ہوگی
ہماری قبر دلہن کیطرح سجی ہوگی

اصلاح۔ لحد پہ چادر گل زور اک نئی ہوگی
ہماری قبر الخ

کوثر۔ کسے غرور نہیں اے چشم تر اٹھا رکھنا
ذرا جو تھم گئے آنسو تو کرکری ہوگی

اصلاح۔ جھپک نہ جائے مری آنکھ ابر تر سے کہیں
ذرا جو تھم گئے آنسو بڑی ہنسی ہوگی

کوثر۔ خدنگ ناز کے بھرے دل جگر طالب
جو تیر آئیگا کیا کیا کشاکشی ہوگی

اصلاح۔ خدنگ ناز کے طالب ہیں دل جگر دونوں
بڑی ہی معرکہ کی کشاکش یہاں لگی ہوگی

کوثر۔ کبھی تو بیٹھینگے زانو دبا کے خلوت میں
وہ دن بھی آئیگا ان سے کھلی ڈلی ہوگی

اصلاح۔ کبھی تو بیچ سے اٹھیگا شرم کا پردہ
کبھی تو انکی مری بے تکلفی ہوگی

کوثر۔ مری طرح مری شمع لحد بھی روتی ہو
تمام عمر میں شاید کبھی ہنسی ہوگی

اصلاح۔ مری۔ الخ
مجھے تو یاد نہیں ہے کبھی ہنسی ہوگی

کوثر۔ ہمارے ہاتھ سے لوٹی ہے جو دل کی دولت
ضرور شرم و حیا انکو کوستی ہوگی

اصلاح۔ شرارتوں نے جلایا ہے دل میں انکو
ضرور ان کی حیا ہم کو کوستی ہوگی

کوثر۔ نہ ہوگا گوشۂ دل میں ملال سے خالی
سدھاریگا جو الم غم کی چھاؤنی ہوگی

اصلاح۔ نہ ہوگا گوشۂ الخ
سدھاریگی جو خوشی غم کی چھاؤنی ہوگی

کوثر۔ یاس و حسرت درد و غم رنج و الم
اے فلک اتنی مصیبت ایکدم کیواسطے

اصلاح۔ یاس و حسرت الخ
اے فلک اتنے مصائب ایکدم کیواسطے

کوثر۔ جسقدر تقدیر میں ہے وہ پہونچتا ہے ضرور
سعی لاحاصل تلاش بیش و کم کیواسطے

اصلاح۔ جسقدر الخ
سعی لاحاصل ہے رزق بیش و کم کیواسطے

کوثر۔ اقرار وصل پر وہ ڈھٹائی سے کہتے ہیں — سو بار روح ہوگیا اقرار کیا ہوا

اصلاح۔ جب عہد وصل یاد دلاتا ہوں میں انھیں — کہتے ہیں مری جڑ ہلونی اقرار کیا ہوا

کوثر۔ کسکی خدنگ ناز نے گھایل کیا تجھے — ہر دم کراہتا ہے دل زار کیا ہوا

اصلاح۔ کسکی خدنگ الخ — کیوں تو کراہتا ہے دل زار کیا ہوا

کوثر۔ نظارۂ جمال سے غش کھاکے گر پڑے — تم کو خبر نہیں سر دربار کیا ہوا

اصلاح۔ موسیٰ نقاب اٹھتے ہی غش کھاکے گر پڑے — پوچھا تو ہوتا طالب دیدار کیا ہوا

کوثر۔ آنکھوں نسے مثل باغ ارم عجیب کیا نہ ہو — کھلتا نہیں ہے آج در یار کیا ہوا

اصلاح۔ خلوت ہے کس سے لاتو خبر لے نگاہ شوق — کھلتا نہیں جو آج در یار کیا ہوا

کوثر۔ جسکا پڑی شراب کا واعظ کو تو کہوں — بندہ نواز برسوں کا انکار کیا ہوا

اصلاح۔ تو بہ کیطرح ٹوٹ پڑے مے پہ شیخ جی — وہ اتقا کا پاس وہ انکار کیا ہوا

کوثر۔ ہم گر پڑے زمیں پہ تو آئے وہ پوچھنے — ہر دم کراہتا تھا جو بیمار کیا ہوا

اصلاح۔ جب دم نکل چکا تو کہا اس مسیح نے — اب کیوں کراہتا نہیں بیمار کیا ہوا

کوثر۔ بادہ کشی کی تاک میں ہے نذر مے فروش — زاہد سے پوچھو خرقہ و دستار کیا ہوا

اصلاح۔ کیا کر دیا لباس تقدس بھی رہن مے — زاہد سے پوچھو جبہ و دستار کیا ہوا

کوثر۔ نگاہ مہر سے وہ وصل کا انکار کرتے ہیں — یہی منھی چھری عاشق کی حق میں ہر قاتل ہے

اصلاح۔ نگاہ لطف انکی دیکھکر کہتا ہے دل مجھ سے — یہی ننھی چھری الخ

کوثر۔ بھٹکے اندھیرے میں مسافر قافلہ چھوٹا مگر لوٹی — گھٹا گھنگھور اندھیری رات کالی کوس منزل ہے

اصلاح۔ بھٹکا ماندا مسافر راہ گیسو میں مرا دل ہے — گھٹا الخ

کوثر۔ فنون ساحری میں سامری شاگرد خاص اسکا — لگا دیتی ہیں وہ چشم فتنہ زا استاد کامل ہے

اصلاح۔ فنون ساحری الخ — فسونسازی میں چشم فتنہ زا استاد کامل ہے

کوثر۔ کہیں خو قیس بنکر نالہ و فریاد کرتا ہے — پہنکر حسن کا جامہ کہیں لیلی محمل ہے

اصلاح۔ کہیں ہوتا ہی سرگرم فغاں قیس حزیں بنکر — پہنکر۔ الخ

کوثر۔ تسکل وامق مجروں کبھی دل تنگ نالاں ہے — برنگ عارض عذرا کبھی وہ زیب محفل ہے

اصلاح۔ تسکل وامق نالاں کبھی ہوتا ہے فریادی — برنگ عارض الخ

کوثر۔ چھپانا راز الفت ماڑنیوالوں سے مشکل ہے — گواہ درد فرقت خود مری بیتابی دل ہے

اصلاح۔ چھپانا۔ الخ — گواہ درد الفت خود مری بیتابی دل ہے

کوثر۔ ایماں سمجھ کے مصحف رخ کو لیا جو چوم — انصاف کیجئے میں گنہگار کیا ہوا

اصلاح۔ قرآں سمجھ کے بوسۂ عارض اگر لیا — انصاف کیجئے۔ الخ

مولوی برکت اللہ صاحب رضا فرنگی محلی لکھنوی

رضا۔ ہر گلی کوچے ترے ظلم کا شہرا ہوگا — ایسا قاتل تو مری قتل سے رسوا ہوگا

اصلاح۔ انگلیاں اٹھینگی وہ شہر میں شہرا ہوگا — ایسا قاتل الخ

حکیم محمد افتخار علیصاحب جگر بسوانی

جگر۔ خوش نصیبی ہو جو لبریز ہوا ساغر عمر — لب بلب ہوتے ہی ساقی ترے پیمانے سے

اصلاح۔ خوش نصیبی الخ — لب بلب ہو کے چھلکتے ہوئے پیمانے سے

جگر۔ کسی بت کے پہ خستہ حال نہیں ہے — جگر ہی تو اللہ والو نہیں ہے

اصلاح۔ کسی بت کے آشفتہ حال نہیں ہے — جگر ہی الخ

جگر۔ تمھارے سامنے تو ہم انگوٹھی پہنے لیتے ہیں — ہمیں فرقت میں ظالم نشانی مار ڈالیگی

اصلاح۔ تمھارے۔ الخ — مگر فرقت میں یہ ظالم نشانی مار ڈالیگی

جگر۔ جاگا ہوں نہیں تو پوچھ رہا ہوں ہر ایک سے   جو ہمکنار خواب میں تھے وہ کدھر گئے

اصلاح۔ چونکا ہوں نہیں تو پوچھ رہا ہوں ہر ایک سے   جو ہمکنار الخ

جگر۔ اٹھنے کو روز حشر اٹھے میری آہ سے   او سونیوالے تو نہ اٹھا خوابگاہ سے

اصلاح۔ اٹھنے کو لاکھ حشر اٹھے میری آہ سے   او سونیوالے۔ الخ

جگر۔ کیوں دیکھتے ہو سوے فلک وہم ہے مجھے   بجلی چرا نہ لے کہیں شوخی نگاہ سے

اصلاح۔ کیوں دیکھتے ہوسوئے فلک مسکرا کے تم   بجلی چرا۔ الخ

جناب ضمیر حسن خانصاحب دل شاہجہانپوری

دل۔ جسکی قسمت میں کجی ہو وہ نہیں مٹ سکتی   بل نکلجائے تری زلف کا ممکن ہی نہیں

اصلاح۔ جسکی خلقت میں کجی ہو وہ نہیں مٹ سکتی   بل نکلجائے الخ

دل۔ جان و دل ناز کو نہ دیں گے ہم   مستحق نصف کی ادا بھی ہے

اصلاح۔ جان و دل دونوں دو نہ غمزے کو   مستحق نصف الخ

دل۔ دل کی امید بر نہیں آتی   موت آتی نظر نہیں آتی

اصلاح۔ دل کی الخ   ہم کو آتی نظر نہیں آتی

دل۔ قیس پہنچا ہے دور ناقہ سوار   گرد بھی اب نظر نہیں آتی

اصلاح۔ قیس کیا دیکھتا ہو ناقے کو   گرد بھی۔ الخ

دل۔ مجھ سے بیمار پہ یہ ظلم و ستم   تجکو اے چارہ گر نہیں آتی

اصلاح۔ مجھ سے بیمار پہ یہ ظلم افسوس   تجکو اے الخ

دل۔ نکلجائیں گے اسطرح میرے ارماں   کوئی آہ بن کر کوئی جان بن کر

اصلاح۔ نکلجائیں گے رفتہ رفتہ سب ارماں   کوئی آہ۔ الخ

دل۔ داغ کہتا ہے میں بھی ہوں کوئی چیز ضرور ۔ جو دلمیں رکھتے ہیں عاشق چھپا چھپا کے مجھے
اصلاح۔ درد کہتا ہے میں بھی ہوں کوئی چیز ضرور ۔ جو دلمیں الخ
دل۔ آبلوں کو پھوٹنے کا شوق ہے۔ ۔ لوٹتے رہتے ہیں نوک خار پر
اصلاح۔ آبلوں کو الخ ۔ ٹوٹ کر گرتے ہیں نوک خار پر
دل۔ شمع تھی بالیں پہ وہ بھی ہے خموش ۔ کون روتا ہے ترے بیمار پر
اصلاح۔ شمع تھی الخ ۔ کون آپ روے ترے بیمار پر
دل۔ میخانہ میں واعظ نے جو توڑے خم و ساغر ۔ شیشہ کیطرح دل بھی مرا ٹوٹ گیا ہے
اصلاح۔ میخانہ میں واعظ نے جو ٹپکا ہے زمیں پر ۔ شیشہ کی۔ الخ
دل۔ جو کچھ تھا یہاں پہلے ہی وہ لیگیا غمزہ ۔ اک جان ہی باقی تھی تو وہ نذر ادا ہے
اصلاح۔ جو کچھ الخ ۔ اک جان ہی باقی تھی وہ اب نذر ادا ہے

جناب سید تصدق حسین صاحب قرار شاہجہانپوری

قرار۔ دل جل بجھا ہے سوز تپ غم عیاں نہیں ۔ یارب یہ کیسی آگ ہے جسمیں دھواں نہیں
اصلاح۔ دل جل بجھا الخ ۔ یہ کس غضب کی آگ ہے جسمیں دھواں نہیں
قرار۔ بیجد دبا رہے ہیں ہمیں تختۂ لحد ۔ ہم جانتے ہیں زیر زمیں آسماں نہیں
اصلاح۔ کیا کیا دبا رہے ہیں ہمیں تختۂ لحد ۔ ہم جانتے ہیں الخ
قرار تری ناوک دانے یہ نہ کہہ کہ کچھ خطا کی ۔ جو ہے دلنشین عاشق وہ جگر کے پار ہوتا
اصلاح۔ تری ناوک دانے یہ نہ کہہ کہ کچھ کمی کی ۔ جو ہے الخ
قرار۔ حلق پر خنجر وہ پھیریں گے قرار ۔ یوں تری حسرت نکالی جائیگی
اصلاح۔ حلق پر الخ ۔ دل کی حسرت یوں نکالی جائیگی

قرار۔ جان کر زلف پریزاد کا مائل مجھکو | چھوڑے بیٹھے ہیں اسیران سلاسل مجھکو
اصلاح۔ جان کر گیسوئے پرپیچ کا مائل مجھکو | گھیرے بیٹھے ہیں اسیران سلاسل مجھکو
قرار۔ ٹپکتا ہے نگاہ شرمگیں سے | اٹھائیگی کوئی فتنہ زمیں سے
اصلاح۔ ٹپکتا ہے الخ | اٹھیگا اب کوئی فتنہ زمیں سے
قرار۔ احباب چارہ ساز بنے ہیں شب فراق | تبدیل ہو نہ صورت زخم جگر کہیں
اصلاح۔ ہمدرد چارہ ساز بنے ہیں شب فراق | تبدیل ہو۔ الخ

نظم ونثر جناب اسیر مرحوم

شعر المراد من الشعر قیل ہو عبارۃ عن الکلام الموزون المقفی والمقفی لبعضہم لفظا المقفی، پس قافیے کی قید کے رفع ہوجانے سے جیساکہ بعض کا مشرب ہے بابنک درس بھی داخل شعر ہوجائے گی۔ پھر اس پر متکلم کا بالارادہ موزوں کرنا اضافہ ہوا جس سے بعض آیات کلام الٰہی جو موزوں واقع ہوئی ہیں، حد شعر سے خارج ہوگئیں۔

شعرائے فارس کے نزدیک شاعری تخیل کا نام ہے۔ نظامی عروضی سمرقندی چہار مقالہ میں لکھتا ہے "شاعری صناعتے ست کہ شاعر بداں صنعت اتساق مقدمات موہمہ کند، والتیام قیاس نتیجہ، براں وجہ کہ معنی خرد را بزرگ کند و بزرگ را خرد و نیکو را در لباس زشت و زشت را در حلیۂ نیکو جلوہ دہد۔ و با ایہام قوتہائے غضبانی و شہوانی برانگیزد تا بداں ایہام طبع را انبساطے و انقباضے بود و امور عظام را در نظام عالم سبب گردد"

ارسطو کے نزدیک شعر عبارت ہی مصوری اور نقالی سے، فرق صرف یہ ہے کہ مصور مادی اشیاء کی تصویر قلم سے کھینچتا ہے، اور شاعر ہر قسم کے خیالات اور جذبات اور احساسات کو الفاظ سے دکھاتا ہی۔

شعر کا اثر فطری ہی کیونکہ وہ مصوری اور موسیقی سے مرکب ہی اور یہ دونوں اثر کرنیوالے ہیں۔ شاعر جانتا ہی کہ جب وہ شعر کہتا ہی تو عالم تصور میں اول کسی خیال یا مضمون کی تصویر کھینچتا ہی اور پھر شعر گوئی کے وقت فطرتاً زمزمہ پیرائی بھی کرتا ہی یا گنگناتا ہی جس سے طبیعت کو مدد ملتی ہے اور شعر آسانی موزوں ہو جاتا ہے۔

اسی طرح نثر بھی ایک طرح کی شاعری ہی۔ صرف وزن اور قافیے کی قید سے بری ہی۔ چنانچہ عربی کے خطبے دل آویزی میں نظم کی عشوہ پردازی سے کم نہیں ہیں۔ ظہوری کی رنگین نوائی اور علامی ابوالفضل کی دانش آرائی پر نظم قربان ہوتی ہے۔ اس بحث پر بہت کچھ خامہ فرسائی کی جاسکتی ہی لیکن ہم اب اصل مقصود یعنی جناب امیر کے کلام کیجانب متوجہ ہونا چاہتے ہیں۔

یہ بالکل سچ ہی کہ جناب امیر اردو زبان کے بڑے پایہ کے استاد، اور اس دور آخر کے باکمال شاعر بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ وہ اس صدی کے میر و مصحفی تھے تمام ہندوستان میں مرحوم کی سخن سنجی اور معنی آفرینی کی دھوم ہی اور اکثر تلامذہ انکے فیض سخن سے کامیاب اور مراتب استادی پر فائز ہوئے۔

استاد کے زمانہ میں اگر کوئی انکا مدمقابل تھا تو وہ مرزا داغ تھے پس ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں استادوں نے فن شعر میں کہانتک کامیابی حاصل

کی ہی۔ اور ان کے رنگ کلام اور انداز طبیعت میں کیا فرق ہی۔
چونکہ یہ مجموعہ جناب امیر سے متعلق ہو اس لیے اول ہم ان کے کلام سے بحث کرتے ہیں۔

امیر
جناب امیر کو اگرچہ مرزا داغ کے مقابلے میں شہرت کم ہوئی لیکن معنی آرا طبائع میں انھیں کا کلام مقبول ہوا۔ استاد کا دیوان اول مرآۃ الغیب اسیر و ناسخ یا اہل لکھنؤ کے رنگ میں ہی۔ اور صنمخانہ عشق میں صفائی اور خوبی زبان کیطرف زیادہ توجہ فرمائی ہی۔

حضرت کی طبیعت میں جدت کم ہے اور کلام میں سوز و گداز بھی۔ البتہ شکوہ الفاظ متانت بیاں، اور شاعرانہ لطافت ان کے اشعار میں ایسی ہی کہ جو داغ کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔ وہ اصناف سخن پر قادر اور استاد ماہر ہیں قصائد باشوکت دفر کہتے ہیں، اور سخنور باسرمایہ صاحب علم و فضل ہیں۔ داغ ان اوصاف سے معرا ہیں[1]۔

آخر عمر میں استاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھکر زبان کی صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی اور اس میں وہ ایک حد تک کامیاب ہوے تاہم صنمخانہ عشق کی جلوہ آرائی گلزار داغ کی شادابی کو نہیں پہونچی۔ واقعی بات یہ ہے کہ امیر کی استادی میں کلام نہیں کرسکتا لیکن اسیر کا تلمذ اساتذہ لکھنؤ کی ہم نرمی اہل لکھنؤ کے کلام کا پیش نظر رہنا پھر لکھنؤ کی صحبت کا

---

[1] مولانا حالی نے میری اس نگارش کی تائید کی اور فرمایا کہ "امیر کا کلام غلطی سے پاک ہے اور داغ غلطی کر جاتے ہیں" ثاقب

اثر، یہ سب امور مانع ترقی وکامیابی ہوے۔ اگر وہ دلی میں پیدا ہوتے۔ دلی کے ارباب کمال کی ہمنشینی میسر آتی، اساتذہ دہلی کا کلام سامنے رہتا اور شاہجہان آباد کی سوسائٹی سے مستفید ہوتے تو وہ سخنور بے مانند در استاد ارجمند ہوتے۔ پھر بھی اکثر شعر انکے لاجواب ہیں مثلاً ؎

اُن کو آتا ہے پیار پر غصہ ۔۔۔ مجھ کو غصے پہ پیار آتا ہے
باغباں کلیاں ہوں ہلکے رنگ کی ۔۔۔ چاہیے ہیں ایک کمسن کے لئے
بیمار غم کیحالت کچھ تم بھی جانتے ہو ۔۔۔ ایک ایک غش کو دیکھو دو دو پہر کو دیکھو
باقی نہ کوئی دل میں آلہی ہوس رہے ۔۔۔ بارہ برس کے سن میں وہ لاکھوں برس کی ہو
انگوریں تھی یہے پانی کی چار بوندیں ۔۔۔ جسدن سے کھنچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے۔

یہ سب سہی انگر کوئی شک نہیں کہ لکھنؤ کی شاعری بعد آتش و ناسخ کے جناب مرحوم سے، اور دلی کی شاعری ذوق وغالب کے بعد مرزا داغ سے زندہ تھی۔ اب شاعری مرچکی اور ماتم باقی ہے۔

خلاصہ یہ ہی کہ نظم میں ان کی بلاغت اور استادی کے لئے برہان قاطع تضمین قصیدۂ استادی مرحومی جناب محسن کاکوروی ہے۔ اسکے پڑہنے سے معلوم ہوتا ہی کہ جس پایہ کا وہ قصیدہ ہی اسکی تضمین کا حق حضرت مغفور ہی کو حاصل تھا۔ اور نثر میں انکی فصاحت اور قوت بیان کا اندازہ ان فقروں سے ہوتا ہے کہ جو بطور مثال امیر اللغات میں تحریر فرماے ہیں، یہ فقرے نثر بلیغ کے نہایت پاکیزہ نمونے ہیں، اور ہر فقرہ ایک شعر کا ہم سنگ ہے۔

داغ

مرزا داغ مرحوم کی شوخ طبیعت نے ایک ایسا رنگ اختیار کیا جس کو

غزل کی جان اور اردو شاعری کی روح رواں کہنا سراسر انصاف ہے۔ [illegible] عالم نے اس رنگ سے اپنے آپ کو خوب رنگا اور ہر طرف سے اس پر تحسین و آفریں کے پھول برسائے گئے۔

اعلیٰ جذبات اور خیالات سے استاد امیر کا کلام مالا مال ہے۔ برخلاف اسکے ادنیٰ جذبات اور خیالات مرزا داغ کی شاعری کا سرمایہ ہے۔ داغ نے عشق سے مراد ہوسناکی اور نفس پرستی لی ہے اس لئے ان کی شاعری میں جذبات عالیہ نہیں ہے۔ جذبات عالیہ کا تعلق حسن و عشق سے ہے اور داغ کے اشعار خواہشات نفسانی اور جذبات حیوانی سے لبریز ہیں، مرزا کی شاعری ادنیٰ ہے، البتہ زبان ان کے مضمون کے لئے جان ہے، زبان کی بے تکلفی اور شوخی عیاشانہ ان کی شراب کو دو آتشہ کردیتی ہے۔

مگر اب کہ زمانہ کے ہاتوں قدیم شاعری کا دفتر آب رسیدہ اور گداختہ ہوچکا ہے، داغ سا شاعر بھی خاک ہندوستان کو نصیب ہونا دشوار ہے ؎

تو بھولنے کی چیز نہیں خوب یاد رکھ ۔۔۔ اے داغ کس طرح تجھے دل سے بھلائیں ہم[1]

---

[1] مولانا حالی فرماتے ہیں کہ جناب مفتی صدرالدین خانصاحب آزردہ دہلوی صاف شعر کو پسند کرتے تھے اور اس لئے اشعار داغ کے مداح تھے ۱۲ ثاقب

لطیفہ۔ پہلے یہ جان لینا چاہئے کہ مرزا داغ سیاہ فام تھے تخلص کا رنگ بھی ایسا ہی تھا، مزاج میں ظرافت تھی، کلام شیریں تھا۔ اب سنیئے۔

دلی میں یادگار رفقاء مخدومی جناب کرم اللہ خانصاحب شیدا نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ تھا کہ حضرت حالی یہاں موجود رہتے تھے، مرزا داغ انھیں ایام میں رامپور سے رخصت لیکر دلی آئے، مولانا نے کوئی رقعہ مرزا کو بھیجا اور اسمیں یہ شعر خواجہ شیراز کا سرنامے پر تحریر فرمایا ؎

آن سیہ چردہ کہ شیرینی عالم با اوست ۔۔۔ چشم میگون، لب خنداں، دل خرم با اوست ۔۔۔ تیبا

فراق مراتب

جناب امیر کے کلام میں اگرچہ سوز و گداز کم ہے مگر مرزا داغ تو اس دولت سے بالکل ہی محروم ہیں۔

استاد کی جامعیت اور اصناف سخن پر قدرت ایک امر مسلم ہے اور ان کے کامل الفن ہونے میں کوئی کلام نہیں، ان کی شاعری ہمارے لئے دلیل راہ ہوگی اور ان کی تصانیف سے ہمکو بہت کچھ امید نفع کی ہے۔

مرزا داغ کی غزل سے اگر ہم کچھ سیکھ سکتے ہیں تو وہ شوخی اور زبان کی صفائی ہے۔

اب ہم جستہ جستہ جناب امیر کا کلام مع مختصر نوٹ کے پیش کرتے ہیں۔

پست و بلند اشعار از مراۃ الغیب

اگر لکھنؤ کی شاعری یا آتش و ناسخ کا انداز کلام دیکھنا، اور اس زمانے کے خیالات اور احساسات کا پتا لگانا ہو تو مراۃ الغیب دیکھو لیکن میرا یہ انتخاب اہل دہلی کے مذاق کے موافق ہے۔ اور ایسے اشعار دیوان میں کم ہیں۔

مری ہی سامنے دامن اٹھا کر ناز سے چلنا ۔۔۔ مجھی سے پھر گلہ الٹا مری چاک گریباں کا
جگر کو دوں کہ دل کو دوں بتا اے ناوک قاتل ۔۔۔ کہ دو پیاسوں میں ہے یہ ایک قطرہ آب پیکاں کا

یہاں ہیں میرے دلکو نہ اے درد کر تلاش ۔۔۔ مدت ہوئی غریب وطن سے نکل گیا

داور محشر کو بھائی میری اسکی چھیڑ چھاڑ ۔۔۔ چھیڑ کو پوچھا مکرر کیا ہوا، کیونکر ہوا؟

ہر جگہ جوش محبت کا نیا عالم ہوا ۔۔۔ آنکھ میں آنسو، جگر میں داغ دل میں غم ہوا
روکنا فرقت میں اشکوں کا نہیں اچھا امیر ۔۔۔ چار دن کے ضبط میں دیکھو تو کیا عالم ہوا

ہوا شہید تبسم سے جگر کہ دل یارب ۔۔۔ گری تڑپ کے یہ بجلی کدھر نہیں معلوم

اے برق تو ذرا کبھی تڑپی ٹھہر گئی — یاں عمر کٹ گئی ہے اسی اضطراب میں

گم گشتہ دل کی تا بکجا جستجو کریں — ہاں اور دل ملے تو تری آرزو کریں

خنجر کو چوم چوم کے کہتے ہیں سب زخم — ظالم مزے بھری ہوئی تجھ میں کہاں کے ہیں

وہ اور وعدہ وصل کا قاصد نہیں نہیں — سچ سچ بتا یہ لفظ انھیں کی زبان کے ہیں

مزا لے لیکے رگڑا ہے گلا شمشیر قاتل سے — برنگ زخم ہم ہنس ہنس کے روئے ہیں لہو برسا

پتلیاں تک بھی تو پھر جاتی ہیں دیکھو دم نزع — وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ چرا جاتے ہیں

کانٹوں سے کہو سنبھال لینا — آتا ہے غش ایک برہنہ پا کو

اس دل پہ ہزار جان صدقے — جس دل میں ہو آرزو تمھاری

سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل — کہ آسرا ترے امیدوار کھو بیٹھے

آنکھ کہتی ہے یہ دل سے کہ کریگی برباد — خواہش وصل تجھے حسرت دیدار مجھے

میں مٹ گیا تو وہ بھی مرے ساتھ مٹ گیا — سایہ سے خوب حق رفاقت ادا ہوا

کیا بلا تھی نگہ ہوشربا ساقی کی — اٹھ گئی آنکھ تو کوسوں کوئی ہشیار نہ تھا

قریب ہے یارو روز محشر چھپیگا کشتوں کا خون کیونکر — جو چپ رہیگی زبان خنجر لہو پکاریگا آستیں کا

مسٹر جسٹس سید محمود مرحوم نے اس شعر کو اپنے فیصلہ میں نوٹ کیا ہے[۵]

ذرا ایسا میں ہوا بادیہ پیما ہوکر — ذرہ چاہے تو تکدر کا دکھا دے تجھے صحرا ہوکر

دل و جگر دونوں جل گئے ہیں ذرا نگاہیں جہاں ملی ہیں۔
تمھارے سرمہ میں لے بتو، کیا ایسی ہوئی تجلیاں ملی ہیں

سیکش کے دل کا راز کسی پر عیاں نہیں — شیشہ کو دیکھ لو کہ دہن ہے زبان نہیں

[۵] دیکھو اپیل فوجداری ۳۴ ہائیکورٹ الہ آباد سرکار بنام پھوسلے وغیرہ ویکلی نوٹس الہ آباد ۱۸۸۵ء

میکشو شیشۂ مے کی ہے حفاظت لازم — دیکھو پتھر تو کوئی ابر کے دامن میں نہیں

بت نکو وقت نزع نہ بالیں پہ میری بیٹھ — ہوتا ہے آج خاتمہ گفت و شنید کا

شمع بالیں سے یہ کہدے اے صبا — سر پہ روتا ہے کوئی بیمار کے؟

اب امیر دیوان سے وہ اشعار لکھے جاتے ہیں کہ جن میں ترکیبیں دل آویز اور الفاظ شگفتہ نہیں، اور مضامین شان غزل کے خلاف ہیں، اور سوز و گداز جو غزل کے لئے ضروری ہے اس کا بھی نشان نہیں۔

کچھ بیگئے ہیں زاغ و زغن کچھ سگ ہما — لاش اپنی بعد مرگ ہے توشہ فرید کا

وہ یاد ابن ساقی کوثر ہیں تو ہیں — شامی کباب جن کے جگر ہو یزید کا

ہوں وہ مجنوں چھڑا ہوں اٹھکے میں ہر ایک صبح — رستہ چار و بہ مژہ سے کوچۂ زنجیر کا

حلقۂ گیسو میں پائی نقد دل دیکر جگہ — دیدیا پہلے کرایہ خانۂ زنجیر کا

آواز صور سن کے کہا دل نے قبر میں — کس کی برات آئی یہ باجا کدھر بجا

بدل کے شکل ڈراتا ہے سامنے دشمن — مقام خوف نہیں ہو جو شیر پتھر کا

اب سیر باغ وصل کہاں اور ہم کہاں — گولر کا پھول یار کا سیب ذقن ہوا

لیلے کے ناقے کو جو کیا ساربان نے تیز — سینے میں لوٹ کر دل مجنوں ہرن ہوا

بسمل تڑپ رہے ہیں نکلتا نہیں ہے دم — اک ہاتھ اور بھی نہ وہ قاتل لگا گیا

کہاں جاتا ہے آپنی فکر سے اس چشم کا مضروب — یقین ہے صید ہوا ڈالا ہے گھوڑا ہمنے آہو پر

تیز پڑتی ہے نظر اس ترک کی مجھ پہ امیر — تل رہا ہے باز کیا گنجشک کے آزار پر

نشہ کے دوڑے ہیں یار کی آنکھوں میں امیر — یا چشمہ سرخ پوش مکان سیاہ ہیں

شاعرے سے حسین کیوں نہ چھین لیجاتے — رباعیاں مری چوگوشیہ کلاہیں تھیں

داغ کھا کھا کے کروں اپنی میں اوقات بسر | اسلئے دیتے ہیں چھلّا وہ نشانی مجھکو

وہ چاٹ دوں کرے نہ مذمت شراب کی | واعظ کے منہ پہ مہر لگا دوں کباب کی
لخت دل رشتۂ نکلتے ہیں چھد کے ساتھ | ہر مد آہ سیخ ہے گویا کباب کی
وقت شنا نزاکت جاناں کو دیکھنا۔ | موج آگئی جو لگ گئی ٹھوکر حباب کی

اِسی زمین میں جناب محسن کاکوروی نے کسی زمانے میں طبع آزمائی کی تھی فرماتے ہیں:۔

حالتؔ نہ پوچھیے مری شیب شباب کی | دو کروٹیں تھیں عالم غفلت کے خواب کی
رُوئے عرق فشاں پہ ہے سرخی شراب کی | شبنم سے ہو گئی ہوئی لو آفتاب کی
ہونے نہ پائی خشک کبھی تر دامنی مری | محشر میں دھوپ ڈھلنے لگی آفتاب کی
اُن کو کبھی خیال ہوا میرا یہ وہم ہے | جاگیں مرے نصیب باتیں ہیں خواب کی
دم توڑنے لگا جو ترا مست چشم ناز | رضواں نے روح کھینچ کے بھیجی شراب کی
محسنؔ بہت ہی سست لکھی تمنے یہ غزل | گویا کہ اس زمین کی مٹی خراب کی

لہ مولانا حالی نے اس مطلع کی اور نیز جناب محسن کے قصیدۂ نعتیہ کے اس مطلع کی سہ

مٹانا لوح دل سے نقش ناموس اب وجد کا | دبستان محبت میں سبق تھا مجھ کو ابجد کا

بار بار تعریف کی، اور میرے قلم سے یہ دونوں شعر اپنی بیاض کے واسطے تحریر کرا لئے۔
واضح ہو کہ جناب حالی قطع نظر اس کے کہ عربی، فارسی اور اردو کے مشہور ناظم و ناثر ہیں وہ سخن سنجی میں آج اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ مولانا شبلی نعمانی مجھ سے فرماتے تھے کہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ کسی استاد کے شعر کی سیر سے طبیں بہت وقت ہوئی ہے مگر جب میں نے اسے مولانا حالی کو سنایا اور انھوں نے اسکی پروانہ کی تو بس فوراً ہی وہ شعر میری نظر سے گر گیا ۱۲ ثاقب

از قصائد

در نعت شریف

الف آدم میں ہے ممدود احمد میں ہے بے مد کا
سبب ہے کہ واں سایہ تھا یاں سایہ نتھا قد کا

جو آنکھیں ہوں تو نام پاک سے پیدا ہے یکتائی
کہ آغوش احد میں جلوہ گر ہے میم احمد کا

وہی سایہ وہی قد تھا کہ تھی ظل خدا حضرت
جدا کرنا بہت دشوار ہے حرف مشدد کا

گماں ہوتا ہے جنت سے وہی اترا عبا ہو کر
اٹھا رکھا تھا جو اللہ نے سایہ محمد کا

در بیان بہار

طوبی سے جا کے خلد میں پیوند ہو گئی
ایسی بڑھی ہر ایک گل و یاسمن کی شاخ

اللہ رے بہار کہ رنگت میں بڑھ گئی
مرجاں کی شاخ سے بھی غزال ختن کی شاخ

در مدح عدل ممدوح

حکم آپ کا جس روز سے ہے محتسب شرع
ہے زخم کے بھی جور کو اندیشۂ تعزیر

عاشق کا دل آزار نہیں غمزۂ معشوق
اس درجہ ہے آوازۂ انصاف جہانگیر

دیوانۂ الفت کا ذرا دل جو کڑا ہے
غل گیسوئے محبوب کے ہے صورت زنجیر

در مدح اسپ ممدوح

تیزی کا تصور دل مجرم میں جو گزرے
ٹھہرانے سے قاصد کے ٹھہرے کبھی تقصیر

تمہید در بیان شدت سرما

سرما میں آئے ابر کے لگنے ورق ورق
آتشکدے کا پڑھنے لگے یخ بچے سبق

پیدا ہو طفل غنچہ تو ہر دو عجوزہ بھی
آئے کہ نال کاٹنے کی میں ہوں مستحق

پہنچے نہ پہنچے لوگ بڑھا ہیں ضرور بات
دکھلا رہے دور سے جو فلک آتش شفق

الکن ہیں سبک سب یہ معلم کو ہے گماں — پڑھتے ہیں کانپ کانپ کے لڑکے جو نام حق

از دیوان نعت

رخ آپ کا ہی مہر تو قد آپ کا ہے شمع — پروانہ رات بھر ہوں میں ذرہ تمام دن
آئینہ ہے یہ پنجتن و چار یار کا — نقطے ہیں چار حرف ہیں پانچ آفتاب کے

شہیدی کے مشہور قصیدہ نعتیہ پر جناب محسن نے طبع آزمائی فرمائی ہے حضرت امیر نے اس کو تضمین کیا ہے اور حق یہ ہے کہ جس شان کا وہ قصیدہ ہے ویسی ہی اسکی تخمیس بھی ہے۔ ایسے بلیغ قصیدے پر ایسے پر زور مصرعے چسپاں کرنا استاد ہی کا کام تھا۔ دو بند اس تضمین کے لکھے جاتے ہیں۔

میں بسم اللہ آزادی ہوں سرتاج ہی ہد کا — الف آوارگی کا راستہ نقشہ ہے مرقد کا
تجرد تختۂ اول ہے میری مشق تجرید کا — مٹاتا لوح دل سے نقش ناموس اب و جد کا
دبستان محبت میں سبق تھا مجھکو ابجد کا

دم تحریر تیرے ذوق سے بڑھ جائے تردستی — قلم سے نکلیں آنسو ہو یہ جوش خندۂ شادی
شمول اشک شیریں ہو دوات اتنی تو ہو پھیکی — الٰہی پھیل جائے روشنائی میرے نامے کی
پڑھا معلوم ہو لفظ احد پر میم احمد کا

از گوہر انتخاب وغیرہ یہ دیوان مفردات ہے جس میں بعض وہ اشعار بھی داخل ہیں جو وقتاً بعد وقت تلف شدہ دیوان کے یاد آئے سنہ ۱۳۰۱ھ کی تصنیف اور تاریخی نام ہے۔

اسقدر ہے دراز ہجر کی شب — پر تڑپنے سے جی نہیں بھرتا
ستمگر اسکا حشر تو نسبی پوچھا ہے میرے سینے میں — کہاں ہے وہ جو دل نام اک بیمار رہتا تھا

حضرت عیسیٰ ابھی کیا دیکھتے ہو میری نبض — پہلے اسکو دیکھ آؤ پھر مجھے تم دیکھنا
پڑ گیا ہے کوئی ناسور جگر میں شاید — کہ مری آنکھ سے کل شب کو لہو پھر آیا
ہزار طرح کے ہوتے ہیں وہم ہم کو امیر — کسی کی آنکھ جہاں ہم پر آپ دیکھتے ہیں
میں جاگ رہا ہوں ہجر کی شب — پر میرے نصیب سو رہے ہیں
روتے ہیں ترے مریض پہروں — چھاتی سے لگا کے درد دل کو
مسجد میں بلاتا ہے ہمیں زاہد نافہم — ہوتا کچھ اگر ہوش تو میخانے نجاتے
دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں — دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں
زبان ضعف پیری میں جلتی رہی — سحر ہو گئی شمع جلتی رہی
بڑی پیچ در پیچ تھی راہ دیر — خدا ہم کو لایا خدا لے گیا
نہ پھرا نامہ بر وہاں سے امیر — زندگی نے ہمیں جواب دیا۔

از صنمخانۂ عشق اس دیوان میں زبان کی صفائی کی جانب خاص توجہ فرمائی ہے اکثر ایک ایک زمین میں کئی کئی غزلیں لکھی ہیں۔

آفتاب ہے گرم اس کی بے پروائی کا — کہ ذرہ ذرہ ہے آئینہ خود نمائی کا
یار ادھر بدمست ادھر میں بیخود بے تکلف بر طرف — ایسی صحبت میں جو آتا ہوش کیا دیوانہ تھا
دل نگاہیں تیر تیز اور یاں تھیں آہیں در د خنجر — وصل کی شب اسطرف افسوں ادھر افسانہ تھا
نیند کی جھونکی چلے آتے تھے کیوں ہنگام ذبح — تیغ قاتل کی زباں پر کونسا افسانہ تھا

سنہ ۱۸۹۱ء میں راقم نے ایک مشاعرہ اپنے مکان پر بمقام آگرہ قرار دیا تھا اس صحبت کے لئے جناب مرحوم نے رام پور سے جو غزل ارسال فرمائی تھی اسی کے یہ شعر ہیں چنانچہ ایک خط میں استاد نے اس غزل کی روانگی کا ذکر کیا ہے وہ میرے

تمام کے خطوط میں اس مجموعے میں ملیگا۔ اس مشاعرے کیطرح میں جلال لکھنوی، میر مومن حسین مرحوم صفی امروہی شاگرد ذکی مرادآبادی، غلام محمد خاں رہا مرحوم اکبرآبادی تلمیذ اسیر ابن نظیر اکبرآبادی اور مرزا خانی رنج شاگرد خواجہ آتش لکھنوی نے بھی غزلیں کہی تھیں افسوس ہی کہ موت نے سب کو سلادیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کہا جب وصل میں میں نے کہ آنکھوں سے لڑیں آنکھیں ۔۔۔ تو بولے ہاں ابھی ارمان باقی ہی لڑائی کا
کیا رسوائے عالم چھپ کے پردیں مجھ کو تو نے ۔۔۔ تری عصمت کے سر پر خون میری پارسائی کا
امیر اک بات بھی واعظ نہیں کہتا خدا لگتی ۔۔۔ خدا جانے بکا کرتا ہی کیا جھوٹا خدائی کا

پڑا ہی دیر سے مٹی خراب ہوتی ہے ۔۔۔ لگا دو ہات جنازے کو پھر سنوار لینا
تڑپ کے منہ سے کلیجا نکل پڑے نہ امیر ۔۔۔ بہت جو درد اٹھے دل پہ ہاتھ دھر لینا

آفریں کہنے سے رک جاتا ہی قاتل میرا ۔۔۔ لذت قتل گھٹاتا ہے بڑھانا دل کا
گرمیاں کرنیکا ہی خوب سلیقہ اُن کو ۔۔۔ سیکھو آنکھوں کی شرارت سے جلانا دل کا

سرشت و نجو وحشت ہی جگر میں امیر ۔۔۔ یہ بھی شاید ہی قدم اس بت ہرجائی کا

ہاتھ میں نے جو بڑھایا تو کہا ۔۔۔ بس بہت پاؤں نہ پھیلائے گا

تبسم ہی غنچوں میں پھولوں میں خندہ ۔۔۔ چمن میں کوئی رنگ دیکھے ہنسی کا

گزرا ۔۔۔ صبا ۔۔۔ وہی پھر رہے کشتی ۔۔۔ دروازے میکدے کے کھلے کھل گیا نصیب

نالوں سے ہوا گرم یہ گلشن جو ہلے نخل ۔۔۔ شبنم کے عوض رات کو تو نے چھڑی دھوپ

چھپکیاں لینے سے ملیں وہ کریں تو انکار ۔۔۔ داغ کچھ درد نہیں ہی کہ دکھا بھی نہ سکوں

کس کے سر اب ہے یہ بار سفر ۔۔۔ راہزن کوئی رہگزر میں نہیں

ان شوخ حسینوں پہ جو مائل نہیں ہوتا ۔۔۔ کچھ اور بلا ہوتی ہی وہ دل نہیں ہوتا

حیا بولی ابھرا جو جوبن کسی کا — مٹا دونگی میں چلبلا پن کسی کا

مجھ تک کب آسکے گی سپاہ سزائے جرم — دریا ہے بیچ میں عرق انفعال کا

نزع کے وقت چھپائی تھیں نہ تم کو پلکیں — ڈوبتے وقت تو تنکے کا سہارا ہوتا

پلکیں[۵۱] چھپانا آنکھ چرانے کے معنی میں، مجھے اس محاورے کی تحقیق نہیں۔ اور استاد کے محقق ہونے میں کوئی شک نہیں۔

سکر میں نصیحت نہیں لاتا جو چارہ — اتنا ہی مجھے دھیان کہ جل جائیگا تاج

سلیماں ہم کو یاد چشم گیسو نے بنایا ہے — ہمارے گھر میں شب تیرہ تخت پریوں کا اترتا ہے

شباب انکا غضب ہے آج اتر پڑتا ہے جو بیٹھے پر — نکلتا ہے منہ سے مارے ڈالے ہے

مرہم زخم جدائی وہ زبان شیریں — سب تعدل ذکر ہیں نام افتادگان

خوشامد جو کی ہے تو جوبن کی بولا — ارے یار ہم بھی نکالے ہوئے ہیں

ہرن کب ہیں غصہ ہے آنکھیں تمہاری — یہ دو شیر آنکھیں نکالے ہوئے ہیں

بلا کا بلا نوش سمجھے دل ہمارا — غم دو جہاں دو نوالے ہوئے ہیں

نوالے قافیہ ہی مبتذل ہے۔ قافیہ کا انتخاب کرنا بھی ایک بات ہے اچھا اور نیا قافیہ ہو یا ترکیب دیگر کوئی قافیہ لایا جائے تو شعر کیا غزل بھی شوخ ہو جاتی ہے مستعمل اور مبتذل قافیوں سے غزل کی شان دب جاتی ہے۔

نگہ شوق سے کہتی ہے حقیقت اس کی — کرا چھوتا ہوا ہے نہ چھو تو مجھکو

کیوں نہ مضمون لاتا گوہر دنداں کی لیں — طبع سنجیدہ کی بات آئی ترازو مجھکو

---

۵۱ مولانا حالی سے اس محاورے کی نسبت گفتگو ہوئی انھوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ بظاہر پلک اور تنکے کی تشبیہ ہے سوا اور کوئی وجہ اس اختراع کی سمجھ میں نہیں آتی ۱۲ ثاقب

دیدۂ تر سے کرکے ہم چشمی — کیا سمندر نے غوطہ کھایا ہے

نقد طاعت جو روز کرتے ہیں — خلد کا پیشگی کرایا ہے۔

ہمارے گھر میں جب مہمان ہوتی ہے اس کی آمد — تو پہلے کھٹ کو مری آکر پرچھانٹے سکتی ہے

اس قسم کے اشعار کو داخل دیوان نہیں کرنا تھا، اگر اکثر دیوانوں میں ایسے اشعار پائے جاتے ہیں، کوئی شاعر اس مجبوری کو اس طرح ظاہر کرتا ہے ؎

شعر اگر اعجاز باشد بے بلند و پست نیست — در ید بیضا ہمہ انگشت ہا یکساں نیست

بلند و پست اشعار داغ

ایسا ہم کچھ پست و بلند اشعار نواب مرزا خاں داغ کے بھی لکھتے ہیں جناب داغ ہمارے سامنے ہیں انہیں سے بعض ابیات کا التفات کرتے ہیں اگرچہ انتخاب اشعار داغ کا ہمارا قصد نہ تھا اس لیے کہ یہ مجموعہ استاد امیر کے متعلق ہے۔ لیکن چونکہ ہمنے جہاں حضرت امیر کے کلام سے بحث کی ہے وہاں پر مرزا داغ کی شعر گوئی کے باب میں بھی کچھ لکھنا پڑا ہے لہذا یہ اقتباس ان کے اشعار کا بے محل نہ ہوگا۔

نواب مرزا خاں داغ کے اچھے شعر جو جناب داغ سے انتخاب ہوئے -

چڑھاؤ پھول مری قبر پر جو آئے ہو — کہ اب زمانہ گیا تیوری چڑھانے کا

برا کہنے سے کیسے مدعا کیا — یہ سنکر پیار ہمیگا دوسرا کیا

بگڑ بیٹھے عبث ذکر عدو پر — سنا کیا آپ نے میں نے کہا کیا

یہ نہ کہیے کہ نہیں اہل وفا میں کوئی — نام اک شخص کا ہے میری زباں پھرتا

گلشن میں ترے لبوں نے گویا — رس چوس لیا کلی کلی کا

فاتحہ پڑھنے بھی کوئی قبر پر آتا نہیں — مر گیا میں کیا کہ سب میری طرف سے مر گئے

اک چیز ہو اس عالم ہستی میں بشر بھی — دنیا کا طلبگار بھی، دنیا سے جدا بھی

کیوں بت گئے چپ لگی ہے ارے قاصد — منہ سے تو پھوٹ کچھ لکھا بھی ہے

گو جانتا ہوں جھوٹ مگر اسکو کیا کروں — کھاتے ہیں پیارے وہ قسم میری جان کی

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے — ایک میں ہوں اور خدا کی ذات ہے

شکوے کے بدلے کیا شکر ستم — پھر خفا ہیں کیا مزے کی بات ہے

جو کبھی قاصد نے دل کو لگ گئی — وہ اسی کافر کے منہ کی بات ہے

آنکھیں نہ چھپائیں ہم عدو کی بھی راہیں — پر کیا کریں کہ تو ہے ہماری نگاہ میں

مرزا داغ کے بعض پست اشعار بھی ملاحظہ ہوں۔

چھوڑ دو نگاہیں نہ ہاتھ چلے آؤ سایہ سا ساتھ — نازک کلائی دکھتی ہے تو آستیں سہی

دیکھ کر سانولی صورت تری یوسف بھی کہے — چٹ پٹا حسن نمکدار سلونا کیا ہے

جو بن پر اور قیامت کی جوانی آتی — ہاتھ میرا جو ترے سینے پر اکثر پھرتا

نہایت ہی مخش شعر کہا ہے۔

غیر ہے ناشاد کیوں کیسی کہی — چاہتا ہوں داد کیوں کیسی کہی

اس تمام غزل میں کوئی شعر قابل داد نہیں ہے یہ بھی سن لیجیے

نہ پوچھ کچھ تو کسی کی زبان آتی بکت — تمہاری بزم میں کل اہتمام کس کا تھا

اس غزل کا حال بھی پہلی ناشاد غزل کا سا ہے یعنی ایک شعر بھی دل آویز نہیں

اندر کا اکھاڑا ہے نہ ایسی قاف کی پریاں — حسینوں کا تماشا خوب تیں تال ہو دیکھا

دل مجبور کے نالوں سے جو پیدا ہو آواز — سینہ پھٹ جائے ترا کیا تری چھاتی ہے کھلا

نہ پوچھو اسے کون ہے کیا بتائیں — مگر ایک دیکھا ہے شیطان سے بڑھ کر

ہاتھ سے قتل وہ یا ؤں سے پامال کریں ــــ گھر ہی میں بیٹھے ہوئے حکم کیا کرتے ہیں

نظر کھائے جاتی ہے عشاق کی ــــ حسینوں کو دنیا میں راحت نہیں

بڑی کشمکش میں ہے عہد وفا ــــ کبھی ہے کبھی ان کی نیت نہیں

یہ شعر ادائے مطلب میں قاصر ہے۔

آجکل نالۂ بلبل میں بھی تاثیر نہیں ــــ کیا عجب گل پہ پکارے کہ مرے کان گئے

کان گئے ۔ اس محاورے کی تحقیق نہیں ہوئی، مولانا حالی سے ذکر آیا، انھوں نے خود بھی سوچا اور فرہنگ آصفیہ میں بھی دیکھا مگر کچھ دریافت نہیں ہوا۔

اتفاق سے دلی میں آکر میں نے ایک صاحب کی زبانی استاد امیر کا شعر مندرجہ ذیل سنا تو جس معنی میں انھوں نے "کان گئے" لکھا ہے وہ ضرور صحیح ہے ؎

چٹکی گوشِ جو بالی کی بگڑ کر بولے ــــ ہاتھ ٹوٹیں ترے مشاطہ مرے کان گئے

لیکن "کان گئے" "کان پھٹ گئے" کے معنی میں محل تامل ہے۔

جانے نہ دوں گا آپ کو بے فیصلہ ہوئے ــــ دل کے مقدمہ کو ابھی چھان جائیے

یہ ٹھہری ہے آوارگان محبت ــــ جناب خضر کو مقامی کرینگے

مقامی کرنا ، خدا جانے کیا معنی ہیں، اس غزل کے تمام اشعار سوا اسکے کہ موزوں کہے جائیں اور کوئی داد ہم نہیں دے سکتے۔

کیونکر نہ کروں شور مناجات سے تو بہ ــــ آغاز ہو جب چار گھڑی رات سے توبہ

توبہ کا آغاز ہو۔ المعنی فی بطن الشاعر ہے۔

اے فلک انکے علاوہ بھی حسیں ہیں کہ نہیں ــــ جو زمانے میں ہیں مشہور نظر آتے ہیں

سینکساڑے آتش رخسار سے دل کی چوٹیں ــــ عشق کی مار پڑی ہو ترے بیمار نہیں

یہ رشک لکھنوی کی تقلید ہے۔

تیری قسمت میں ستارے ہیں کہاں   گو زاہدا کئیں تو نے جمع ہیر جمع

حوروں کا انتظار کرے کون حشر تک   مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں

یہ شعر کسی دوسرے دیوان کا ہے مہتاب داغ میں نہیں ہے۔

مرزا داغ کا سرمایۂ علمی کم تھا مگر طبیعت با مذاق اور شوخ پائی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آخر عمر میں پہلی سی کاوش وہ نہیں کرتے تھے اس لیے دکن چلے جانے پر ان کے اشعار کا رنگ کچھ اور ہی ہو گیا تھا ابتذال اور اہمال سے بھی آخر میں انکے اشعار محفوظ نہیں رہے۔

مرزا سے رخصت ہوتے ہوئے انکا ایک مادۂ تاریخ بھی سن لیجئے۔ نواب وقار الملک کی خطاب یابی کی تاریخ ہے "افزائش خطاب مبارک زیادہ باد"

امیر و داغ کے سہرے

حضرت زاہد نے ہیں دو سہرے لکھ کر بھیجے ہیں، دونوں حضور نظام کے لیے لکھے گئے تھے۔ ایک استاد کا ہے دوسرا مرزا داغ کا۔ کچھ اشعار دونوں کے یہاں لکھے جاتے ہیں۔ اس زمین میں غالب و ذوق نے بھی سہرے لکھے ہیں۔

سلہ جب میں نے اشعار داغ کی یہ حالت دیکھی تو ایک روز مولانا حالی سے اس کا تذکرہ کیا وہ فرمانے لگے کہ "مرزا داغ کو اشعار کی پرکھ نہ تھی اور وہ خود اپنے اچھے اور برے شعر میں تمیز نہ کر سکتے تھے" میں کہتا ہوں یہی وجہ ہے کہ ان کے دیوان رطب و یابس سے مملو ہیں، کس کو فرصت جو ان سنگریزوں میں سے جواہر پاروں کو ڈھونڈھ کر نکالے۔ اور عروس فن کے لیے ایک خوشنما ہار ترتیب دے اثاتب۔

استاد مغفور

جگمگاہٹ میں ستاروں سے ہے بڑھکر سہرا | ہر کرن حور کے دامن کی ہے پرزر سہرا
ایسا تنتا نہیں خورشید سے پرزر سہرا | گوندھتا تار شعاعی سے ہے دن بھر سہرا
تجھسا نوشہ نہیں دیکھا ہے قسم کھاتا ہے | ہات رکھ رکھکے ترے مصحف رخ پر سہرا
لوٹتا عارض پہ کبھی ہے کبھی پیشانی پر | ایک صورت پہ ٹھہرتا نہیں دم بھر سہرا
واسطے فیض کا ہے ساری خدائی کیلئے | شاہ ہے ظل خدا ظل پیمبر سہرا
لوٹ جاتی ہے کبھی جان ہے کیا کیا ہے نثار | یا کبھی شانے پہ چڑھا پاؤں پہ سر پر سہرا
شوخ ایسا ہے اڑاتا ہے یہ پہلے زلفیں | تجھکو حیرت ہے کہ باندھا گیا کیونکر سہرا
بھیج اس نظم کو دربار معلیٰ میں اسیر | تیری قسمت کا بھی چمکیگا اختر سہرا

داغ مرحوم

یہ سجا آصف نوشاہ تجھی پر سہرا | عیش کا طرہ ہے شادی کا ترے سر سہرا
لاکے ڈالی ہو اک ایک لڑی مل مل کر | گل و گوہر کا جو ہے سہرے کے اوپر سہرا
گرمی حسن سے بھیگی ہیں ساری لڑیاں | رخ نوشہ پہ ہوا کھائے نہ کیونکر سہرا
لپٹے ہاتوں کی بھی لیتی ہے بلائیں مالن | کیسی اترائی ہے شاہانہ بنا کر سہرا
کیا خوشی اسکو ہے پھولا ہی سماتا ہی نہیں | اپنے جامے سے ہوا جاتا ہے باہر سہرا
حق بجانب ہے اگر شاہ سے ہو وہ طالب | تو نے اے داغ کہا سب سے بجا کر سہرا

چند ہم قافیہ غزلیں بھی دونوں استادوں کی ہم یہاں درج کرتے ہیں جس سے فرق مراتب بخوبی واضح ہو جائیگا۔

امیر مینائی لکھنوی

سر کے وہ پاؤں ہو کے جو ہم دوش نقش پا
فریاد کر اٹھے لب خاموش نقش پا

کیا جانے آئی شہر خموشاں سے کیا خبر
اب تک اسیطرح ہیں لگے گوش نقش پا

نسبت ہی راہ عشق سے راہ حرم کو کیا
یاں کثرت سجود دہاں جوش نقش پا

بیدرد جا نیوالو ٹھہر جاؤ دم تو لو
کچھ تم سے کہتے ہیں لب خاموش نقش پا

یہ تو کہاں نصیب کہ ہاتھ آئیں وہ قدم
آغوش حور ہی مجھے آغوش نقش پا

رفعت سے تیرے خاک نشینوں کو کام کیا
افسر طلب نہیں سر مدہوش نقش پا

کیا جانیں سیر ہیں خواب میں آسودگان خاک
دیتے ہیں یہ خبر لب خاموش نقش پا

وحدت کی جلوہ گاہ ہے مشت خاک امیر
ہیں ایک چشم و گوش و بر و دوش نقش پا

ان شوخ حسینوں پہ جو مائل نہیں ہوتا
کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا

داغ دہلوی

دیکھ جو مسکرا کے تم آغوش نقش پا
گستاخیاں کرے لب خاموش نقش پا

شور اس خرام ناز کا محشر سے بڑھ گیا
کیا گوش خاک پھوٹ گئے گوش نقش پا

پھرتے ہیں بے قرار بہت تیری راہ میں
کہتا ہے صاف صاف یہی جوش نقش پا

تم شوخیوں سے پاؤں تو رکھو زمین پر
گل کھیلتے ہیں اب لب خاموش نقش پا

یہ کون میرے پیچھے سے چھپ کر نکل گیا
خالی نہیں ہے فتنوں سے آغوش نقش پا

محشر میں وہ بھی فتنہ نہ ڈھونڈیں گے اہل حشر
جو دیکھتے ہیں آپ کے مدہوش نقش پا

مٹ جائیگا مگر نہ کھلے گا یہ اے صبا
غنچے کا منہ نہیں لب خاموش نقش پا

روندی نہیں ہے آپ نے کیا قبر داغ کی
پھولوں کی چادر اسنے چھپا جوش نقش پا

کیا لطف ستم یوں ہی اگر حاصل نہیں ہوتا
غنچے کو وہ ملتے ہیں اگر دل نہیں ہوتا

امیر مینائی لکھنوی

خضر رہ مقصود اگر دل نہیں ہوتا
منزل کا پتہ سینکڑوں منزل نہیں ہوتا

دھبا نہیں دیتا ہی لہو حسرت دل کا
اس خون سے تر دامن قاتل نہیں ہوتا

ٹکڑے بھی ہی گل خونیں ڈوبا بھی ہی لیکن
اب بھی دل عاشق کے مقابل نہیں ہوتا

عاشق کی بہل جانیکو اتنا بھی ہی کافی
غم دل کا تو ہوتا ہی اگر دل نہیں ہوتا

اٹھنے کو کہے کوئی تو بجا لی ہی جی پر
اس بزم میں جانا مجھے مشکل نہیں ہوتا

حسرت سے ادہر اور ادہر دیکھ رہا ہے
بھوکا تیرے دیدار کا سائل نہیں ہوتا

اڑتا بھی ہوا سے ہی تو اڑتا ہی ادہر ہی
لیلے سے الگ پردۂ محمل نہیں ہوتا

راحت کا نکلتا نہیں اسکے کوئی پہلو
مایوس بھی کمبخت مرا دل نہیں ہوتا

یہ شعر وہ فن ہی کہ امیر اس کو جو برتو
حاصل بھی ہوتا ہی کہ حاصل نہیں ہوتا

داغ دہلوی

میں اور شب تیرہ و صحراے خطرناک
رہبر کا پتہ سینکڑوں منزل نہیں ہوتا

غمزہ بھی ہو سفاک نگاہیں بھی ہوں خونریز
تلوار کے باندھے سے تو قاتل نہیں ہوتا

جس آئینہ کو دیکھ لیا قہر سے اسنے
اس آئینہ سے کوئی مقابل نہیں ہوتا

رکھ لوں ترے پیکاں کو کلیجے سے لگا کر
اپنا کبھی ہوتا ہی کبھی دل نہیں ہوتا

یہ داد ملی اسنے مجھے کاوش دل کی
جس کام کی عادت ہو وہ مشکل نہیں ہوتا

انکار تو کرتے ہو مگر یہ بھی سمجھ لو
بے وجہ کسی سے کوئی سائل نہیں ہوتا

منزل پہ جو پہنچے تو ملے قیس کو لیلی
ناقے سے جدا کیا کبھی محمل نہیں ہوتا

کیا عشق سے نفرت ہی کہ وہ پوچھ رہے ہیں
کوئی بھی وہ بستی ہی جہاں دل نہیں ہوتا

اے داغ کس آفت میں ہوں کچھ بن نہیں آتی
وہ چھینتے ہیں مجھسے جدا دل نہیں ہوتا

امیر مینائی لکھنوی

ایکدل ہمدم مرے پہلو سے کیا جاتا رہا
سب تڑپنے تلملانے کا مزا جاتا رہا

جھوٹے وعدے سے وہ راحت کا سہارا بھی گیا
وائے قسمت یاس کا بھی آسرا جاتا رہا

شربت دیدار سے تسکین سی کچھ ہو گئی
دیکھ لینے سے دوا کے درد کیا جاتا رہا

بے تکلف نشۂ مے نے تو ان کو کر دیا
پر وہ شرمیلی نگاہوں کا مزا جاتا رہا

بیخودی کا ہو برا محروم رکھا وصل سے
آپ جب آئے تو حرف مدعا جاتا رہا

تیرے دشمن سوگ دشمن کا کریں جلنے بھی دے
بوالہوس بدنام کر اچھا ہوا جاتا رہا

شوخیاں رگ رگ میں ہیں جتنا وہاں ہو کسکا رنگ
آتے آتے ہاتھ میں رنگ حنا جاتا رہا

آنے والا جانیوالا بیکسی میں کون تھا
ہاں مگر اک وہ غریب آتا رہا جاتا رہا

گھورتے دیکھا جو کچھ چشموں میں جھنجلا کر کہا
کیا لحاظ آنکھوں کا بھی او بیحیا جاتا رہا

داغ دہلوی

تو ہی اپنے ہاتھ سے جب دلربا جاتا رہا
دل کی بھی پروا نہیں جاتا رہا جاتا رہا

جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی
جو بھروسا تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا

دل چرا کر آپ تو بیٹھے ہوئے ہیں چین سے
ڈھونڈھنے والے سے پوچھے کوئی کیا جاتا رہا

مرگ دشمن کا زیادہ تم سے ہے مجھکو ملال
دشمنی کا لطف شکووں کا مزا جاتا رہا

ہو سکے مطلب نگاری کیا پریشاں طبع سے
ذہن میں آتے ہی حرف مدعا جاتا رہا

دیکھو دیکھو مجھ پہ برساتے رہو تیر نگاہ
صید جب دم آنکھ سے اوجھل ہوا جاتا رہا

کس قدر ان کو فراق غیر کا افسوس ہے
ہاتھ ملتے ملتے سب رنگ حنا جاتا رہا

اب کئی دن سے وہ رسم وراہ بھی موقوف ہے
ورنہ برسوں نامہ بر آتا رہا جاتا رہا

میں نے دیکھا انکی زلفوں کو تو فرمانے لگے
آپ کا دل کھل پڑا گم ہو گیا جاتا رہا

امیر مینائی لکھنوی

ہائے وہ صبح شب وصل انکا کہنا ناز سے
اتنو میری بیوفائی کا گلا جاتا رہا
آنکھ کیا ہے مے ہے سحر ہے اعجاز ہے
اک نگاہ لطف میں سارا گلا جاتا رہا
کھو گیا دل کھو گیا رہتا تو کیا ہوتا امیر
جانے دو اک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا

ترے کس کا جو قاتل کبھی تجھ پہ وار ہوتا
تو نثار ہوتا الٰہی جان نثار ہوگا
مری بیکسی پہ یارب وہ ستم شعار ہوتا
یہ نہ تھا تو کاش دلبر مجھے اختیار ہوتا
میں زبان سے تمکو سچا کہو لاکھ بار کہدوں
اسے کیا کروں کہ دلکو نہیں اعتبار ہوتا
وہ مزہ دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہے یارب
مری دونوں پہلوؤں میں دل بیقرار ہوتا

داغ دہلوی

اچھی صورت کی ہاکرتی تھی اکثر تاکجھانک
رکھیں آنکھیں مگر وہ دیکھنا جاتا رہا
حرص دامنگیر دنیا مال دنیا بے ثبات
جسقدر حاصل کیا اوسے سوا جاتا رہا
داغ کچھ درہم نہ تھا جسکا انھیں ہوتا خیال
ہو گیا گم ہو گیا جاتا رہا جاتا رہا

عجب اپنا حال ہوتا جو وصال یار ہوتا
کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا
کوئی فتنہ تا قیامت نہ پھر آشکار ہوتا
ترے دل پہ کاش ظالم مجھے اختیار ہوتا
جو تمھاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا
تمھیں منصفی سے کہدو تمھیں اعتبار ہوتا
یہ مزہ تھا دل لگی کا کہ برابر آگ لگتی
نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا

بقیہ اشعار امیر مینائی رح

مر گیا جب میں تو ظالم نے کہا افسوس آج — ہائے ظالم ہائے ظالم کا مزا جاتا رہا
آیت لاتقنطوا اتری تو عاصی بول اٹھے — آج سب اندیشہ روز جزا جاتا رہا
جب تلک تھی تم کشیدہ دل تھا شکوؤں سے بھرا — تم گلے سے لگ گئے سارا گلا جاتا رہا

امیر مینائی لکھنوی

مین جیوں تو کسکا ہوکر نہیں دوست کوئی میرا
یہ جو دل ہی دشمن جاں ہی دوستدار ہوتا
دم رخصت اُنکا کہنا کہ یہ کاہیکا ہی رونا
تمھیں میری قسمونکا کبھی نہیں اعتبار ہوتا
شب وصل تو جو بیخود نہ ہوا امیر جوکا
ترے آنیکا کبھی تو اُسے انتظار ہوتا

داغ دہلوی

مزہ ہی دشمنی میں نہ ہی لطف دوستی میں
کوئی غیر غیر ہوتا کوئی یار یار ہوتا
ترے وعدہ پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے
اگر اپنی زندگی کا ہمیں اعتبار ہوتا
تمھیں ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہی داغ کا دل
یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

میری خاک بھی لحد میں نہ رہی امیر باقی
انھیں مرنے ہی کا ابتک نہیں اعتبار ہوتا

نئی چوٹیں چلتیں قاتل جو کہیں دو چار ہوتا
کہ ادھر سے وار ہوتا تو اُدھر سے پار ہوتا

پس مرگ کاش یونہی مجھے وصل یار ہوتا
وہ سر مزار ہوتا میں تہ مزار ہوتا

رہی آرزو کہ دو دو ترے تیر ساتھ چلتے
کوئی دل کو پار کرتا کوئی دل کے پار ہوتا

ترا میکدہ سلامت ترے خم کی خیر ساقی
مرا نشہ کیوں اترتا مجھے کیوں خمار ہوتا

مرے اتقا کا باعث تو ہی میری ناتوانی
جو میں توبہ توڑ سکتا تو شراب خوار ہوتا

میں ہوں نامراد ایسا کہ بلک کے یاس روتی
کہیں پاکے آسرا کچھ جو امیدوار ہوتا

نہیں پوچھتا ہی مجھکو کوئی پھول اس چمن میں
دل داغدار ہوتا تو گلے کا ہار ہوتا

ترے ناوک ادا سے کبھی ہارتا نہ ہمت
جگر اس سے آگے ہوتا تو جگر کے پار ہوتا

اثر اسقدر تو ہوتا مرے لوٹنے کا ان پر
کہ وہ کروٹیں ہی لیتے جو میں بیقرار ہوتا

مرا دل جگر جو دیکھا تو ادا سے ناز بولا
یہ ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا

امیر مینائی لکھنوی

گھر میں تمھارے غیر سے جایا نہ جائیگا
آغوش نور میں کبھی سایا نہ جائیگا
دل گیسوؤں میں ہم سے کھنچایا نہ جائیگا
اس چاند کو یہ داغ لگایا نہ جائیگا
چلو ہی سے پلا دے مجھے ساقیا شراب
ہوں ناتواں جام اٹھایا نہ جائیگا
لاکھوں کو خاک میں تو ملا دیگا آسماں
ظالم سے دو دلوں کو ملایا نہ جائیگا
مجھ روسیہ کو قبر میں رہنے دے اے کریم
یہ منھ کسی کو مجھ سے دکھایا نہ جائیگا

داغ دہلوی

اس بزم میں شریک تو جایا نہ جائیگا
میں جاؤنگا اگر مرا سایا نہ جائیگا
دل لیکے اسکی بزم میں جایا نہ جائیگا
یہ مدعی بغل میں دبایا نہ جائیگا
اے حشر امتیاز کہ ہیں ہم شہید ناز
مردوں کیطرح[۱] ہم کو اٹھایا نہ جائیگا
دل کیا ملاؤ گے کہ ہمیں ہو گیا یقیں
تم سے تو خاک میں بھی ملایا نہ جائیگا
جو دل دکھا رہا ہے مزا ہر گھڑی مجھے
آنکھوں سے سو برس بھی دکھایا نہ جائیگا

بقیہ اشعار صفحہ ۷۶

سر قبر آتے ہو تم جو بڑھا کے اپنا گھٹنا — کوئی پھول چھین لیتا جو گلے میں ہار ہوتا
ترے تیر کی خطا کیا مری حسرتوں نے روکا — نہ لپٹتیں یہ بلائیں تو وہ دل کے پار ہوتا
میں نثار تجھ پہ ہوتا تو رقیب جان کھوتا — میں ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا
مرے دل کو یوں مٹایا کہ نشان تک نہ رکھا — میں لپٹ کے رو تو لیتا جو کہیں مزار ہوتا

۱ مصرع اول درست ہے مصرع ثانی میں البتہ یہ غلطی ہے کہ صیغۂ مجہول کے ساتھ علامت مفعول (کو) استعمال کی ہے یہ اصلاح ہونا چاہیئے، مردوں کی طرح ہم اٹھائے نہ جائیں گے، یا مردوں کی طرح ہمکو نہ اٹھائیں ۱۲ ثاقب

۲ استاد نے جو مصرع ثانی میں "دکھو" استعمال کیا ہے ہر چند کہ وہ بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت "مٹایا نہ جائے گا" فعل مجہول کے مفہوم میں مستعمل نہیں ہوا ہے۔ بلکہ "مٹانا ممکن نہ ہو سکا" کے معنی میں آیا ہے ۱۲ ثاقب

امیر مینائی لکھنوی

لاؤں میں اُسنے دلمیں کدورت محال ہے
پامال خاک میں تو ملایا نہ جائیگا
تیرے ہزار غمزے ہیں قاتل اٹھاؤنگا
خنجر کا تیرے ناز اٹھایا نہ جائیگا
دوزخ نے مجھکو دیکھکے مالک سے یہ کہا
مجھ سے تو یہ غریب جلایا نہ جائیگا
وہ غنچہ اس چمن میں مرا دل ہے اے امیر
باد بہار سے بھی کھلایا نہ جائیگا

داغ دہلوی

دشمن کے آگے سر نہ جھکے گا کسیطرح
یہ آسماں زمیں سے ملایا نہ جائیگا
فتنہ نہیں ہوں مجکو اٹھایا کرے فلک
مجھ سے گرے ہوے کو اٹھایا نہ جائیگا
زلفیں نہیں کہ شانے سے آراستہ کیا
بگڑا ہوا مزاج بنایا نہ جائیگا
اے داغ تجھکو رزق کی خواہش ہے چرخ سے
اتنا یہ غم کھلائیگا کھایا نہ جائیگا

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

دل میں خیال اُن آنکھوں کا لایا نہ جائیگا
مے خانہ گھر خدا کا بنایا نہ جائے گا
آہوں سے سوز عشق مٹایا نہ جائے گا
آندھی سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
بے خود نہ کر وصال میں لے جلوۂ صنم
ہوں ناتواں پھر آپ میں آیا نہ جائے گا
پہنائے جنکو پھولوں کے ہار اُسنے بعد مرگ
دو پھولوں سے کفن بھی بسایا نہ جائیگا
ترک ادب ہے دل سے مٹاؤں جو داغ عشق
مسجد کا ہے چراغ بجھایا نہ جائے گا
کیوں ہاں میں توڑتی ہو مرے دل کا آسرا
یہ گھر اجڑ گیا تو بسایا نہ جائے گا
دکھلا کے سبکو دست حنائی وہ کہتے ہیں
عاشق کا یہ لہو ہے چھپایا نہ جائے گا
سو غمگسار لاکھ ہوں غمخوار آس پاس
دل میں جو درد ہے وہ بٹایا نہ جائیگا
دیدار یار کا نہ اُٹھے گا مزا امیر
جب تک دوئی کا پردہ اٹھایا نہ جائیگا

امیر مینائی لکھنوی

لیا کسی نے جو نام دوائے درد جگر
تڑپ کے دل یہ پکارا کہ ہائے درد جگر
نہ کوئی دوڑنیوالا نہ مہرباں ہے طبیب
کہاں سے آئے الٰہی دوائے درد جگر
اٹھا کے آنکھ بھی دیکھا نہیں کسی کی طرف
ہوا کہاں سے یہ بیٹھے بٹھائے درد جگر
دیا ہے قسمت بد نے عجیب مرض میں مرض
کہ درد سینے میں بھی ہے سوائے درد جگر
ہمارے دل کا وہی درد امیر سمجھے
ہوا ہے عشق میں جو مبتلائے درد جگر

اٹھیں وہ مجمع اغیار سے کیا تن کے بیٹھے ہیں
وہاں دشمن ہی سب اٹھتے ہوئے جو بن کے بیٹھے ہیں
پتا ہو چشم جتنے گھر کا کیونہیں بنکے بیٹھے ہیں
یہ سب مارے ہوئے ظالم تری چتون کے بیٹھے ہیں
عداوت ہم سے کیجاتی ہے پردہ میں محبت کے
اٹھا کر ہمکو وہ خود سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں
رہی ہیں وصل میں کیا کیا نیاز و ناز کی جھگڑے
کبھی ہم روٹھکر اٹھے کبھی وہ تن کے بیٹھے ہیں

داغ دہلوی

بیان کس سے کروں ماجرائے درد جگر
جگر کو تھام کے کہتا ہوں ہائے درد جگر
مرے طبیب کو مشکل یہ سخت مشکل ہے
دوائے سوزش دل پھر دوائے درد جگر
اس انجمن میں اگر جم کے بیٹھ بھی جاؤں
ہزار مرتبہ اٹھ کر اٹھائے درد جگر
تمہیں غزل کی ہوائے داغ یا شفا خانہ
سنا نہ کان سے جتنے سوائے درد جگر
جو درد دل میں گرفتار تھا ترا بیمار
وہ رفتہ رفتہ ہوا مبتلائے درد جگر

چھپی تھی ہیں خنجر ہاتھ میں ہیں تن کے بیٹھے ہیں
کسی سے آج بگڑی ہے کہ وہ یوں بنکے بیٹھے ہیں
دلوں پر سیکڑوں سکے ترے جو بن کے بیٹھے ہیں
کلیجوں پر ہزاروں تیر اس چتون کے بیٹھے ہیں
الٰہی کیوں نہیں اٹھتی قیامت ماجرا کیا ہے
ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں
یہ گستاخی یہ چھیڑ اچھی نہیں ہے اے دل ناداں
ابھی پھر روٹھ جائیں گے ابھی وہ من کے بیٹھے ہیں

امیر مینائی لکھنوی

وہ آمادہ سنورنے پر ہم آمادہ ہیں مرنے پر
ادھر وہ بنکے بیٹھے ہیں ادھر ہم تن کے بیٹھے ہیں

ملا کر خاک میں بھی ہائے شرم انکی نہیں جاتی
نگہ نیچی کیے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہیں

علاقہ میرے دشمن سے نہیں جاتا نہیں جاتا
نہیں دشمن تو اب سوکنیں دشمن کی بیٹھے ہیں

تری ہمسری میں جو آیا آفتاب حشر بھی سر پر
تو ہم سمجھے کہ سایہ میں ترے دامن کے بیٹھے ہیں

کڑی منزل ہے بوڑھوں کی جو سو آگے تو یہ طے ہو
تھکے ماندے مسافر منتظر رہزن کے بیٹھے ہیں

نگاہِ شوق ایسی پردہ در ہے کچھ نہیں کھلتا
کہ چلمن کے ادھر یا وہ ادھر چلمن کے بیٹھے ہیں

جگر دل کر جب وہ اٹھے ہیں تو دل بیٹھے ہیں لاکھوں کے
ہزاروں فتنے اٹھے ہیں جہاں وہ بنکے بیٹھے ہیں

وہ آئینے میں پیاری شکل اپنی دیکھکر بولے
کہ یہ ہیں کون میرے گھر میں جو بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

وہی انصاف سے کہدیں کہ ہے کسکی جگہ اچھی
بغل میں انکی ہم پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

داغ دہلوی

اثر ہے جذب الفت میں تو کھچکر آہی جائینگے
ہمیں پروا نہیں ہم سے اگر وہ تنکے بیٹھے ہیں

فسوں ہے یا دعا ہے یا معمہ کھل نہیں سکتا
وہ کچھ پڑھتے ہوئے آگے مرے مدفن کے بیٹھے ہیں

بہت رویا ہوں میں جب سے یہ میں نے خواب دیکھا ہے
کہ آپ آنسو بہاتے سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں

کھڑے ہوں زیر طوبیٰ وہ نہ دم لینے کو دم بھر بھی
جو حسرتمند تیرے سایۂ دامن کے بیٹھے ہیں

تلاش منزل مقصد کی گردش اٹھ نہیں سکتی
کمر کھولے ہوئے رستے میں ہم رہزن کے بیٹھے ہیں

نگاہ شوخ چشم شوق میں در پردہ چھنتی ہے
کہ وہ چلمن میں ہیں نزدیک ہم چلمن کے بیٹھے ہیں

یہ اٹھنا بیٹھنا محفل میں انکا رنگ لائیگا
قیامت بنکے اٹھینگے بھبوکا بنکے بیٹھے ہیں

کسیکی شامت آئیگی کسیکی جان جائیگی
کسیکی تاک میں وہ بام پر بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

قسم دیکر انہیں یہ پوچھ لو تم رنگ ڈھنگ اسکے
تمھاری بزم میں کچھ دوست بھی دشمن کے بیٹھے ہیں

امیر مینائی لکھنوی

عجب ساعت ہے کیا کیا اٹھ کے گھر تنکے بیٹھے ہیں
کہیں بیٹھا دل کہیں فریادی کہیں دامن بیٹھے ہیں

بڑی ہی قدر ان کانٹوں کی ہے صحرائے محبت کے
کہیں تو کاٹ کر یا کہیں دامن سے بیٹھے ہیں

چھڑانا جائے گا مشکل ہے کانٹوں سے الجھے
یہاں سب کھینچ والے دامن کھینچے بیٹھے ہیں

آزمائش میں جان لیتے ہیں
خوب آپ امتحان لیتے ہیں

ہو گئے برباد تیرے خانہ خراب
لامکاں میں مکان لیتے ہیں

داغ دہلوی

کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائیں
عظیم آباد میں ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہیں

سبک ہو جائیں گے گر جائیں گے وہ بزم دشمن میں
کہ جب تک گھر میں بیٹھے ہیں تو لاکھوں من کے بیٹھے ہیں

یہ جوش گریہ تو دیکھو کہ جب فرقت میں رویا ہوں
در و دیوار اک پل میں مرے مسکن کے بیٹھے ہیں

صاف کب امتحان لیتے ہیں
وہ تو دم دے کے جان لیتے ہیں

یوں ہے منظور خانہ ویرانی
مول میرا مکان لیتے ہیں

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

اڑا لیجاتے ہیں عاشق کے دلکو سینہ زوری سے
غضب کے دو ابھار انکے جو بن کے بیٹھے ہیں

کسی کا تو نے تاکا چوٹ آئی میرے ہی دل پر
نشانے ہی پہ پیکاں تک تری چتون کے بیٹھے ہیں

اذیت سے نہیں خالی کوئی کام اپنا فرقت میں
اٹھے ہیں درد بنکر نقش حسرت بنکے بیٹھے ہیں

پڑی ہے آنکھ تیری بھی تو رونا مجھکو آتا ہے
تری محفل میں ہم تصویر حسرت بنکے بیٹھے ہیں

نہیں اے ماہ وش یہ آسمان پر جابجا تارے
پتنگے کچھ تری شمع رخ روشن کے بیٹھے ہیں

امیر آتی ہے مجھکو شرم اس محفل میں کچھ پڑھتے
کہ ہیں ناقص بہت اور کامل یہاں ہر فن کے بیٹھے ہیں

امیر مینائی لکھنوی

پھیر دیں دل نہیں جو اُن کو پسند
کیوں غریبوں کی جان لیتے ہیں

سوزِ دل اس پری سے کہنے کو
شمع سے ہم زبان لیتے ہیں

یہ ملا اوج خاکساری سے
کہ قدم آسمان لیتے ہیں

نقد دل دے کے مصرِ حسن سے ہم
کیا نکیلا جوان لیتے ہیں

چھوڑتے ہیں وہ سینے میں پیکاں
دلدہی کر کے جان لیتے ہیں

طعنے دیتے ہیں عشق میں بے مہر
چٹکیاں مہربان لیتے ہیں

ساتھ مستوں کے مفت میں قاضی
دخترِ رز کو سان لیتے ہیں

میری ہر بات پر ہیں سو سو عذر
غیر کی خوب مان لیتے ہیں

ہر قدم پر برنگِ نقشِ قدم
دم ترے ناتوان لیتے ہیں

داغ دہلوی

تم تغافل کرو رقیبوں سے
جاننے والے جان لیتے ہیں

پھر نہ آنا کوئی اگر بھیجے
نامہ بر سے زبان لیتے ہیں

اب بھی گر پڑ کے ضعف سے نالے
ساتواں آسمان لیتے ہیں

تیرے خنجر سے بھی تو اے قاتل
نوک کی نوجوان لیتے ہیں

اپنے بسمل کا سر ہے زانو پر
کس محبت سے جان لیتے ہیں

یہ سنا ہے مرے لیے تلوار
اک مرے مہربان لیتے ہیں

وہ جھگڑتے ہیں جب رقیبوں سے
بیچ میں مجھ کو سان لیتے ہیں

ضد ہر اک بات پر نہیں اچھی
دوست کی دوست مان لیتے ہیں

منزلِ عشق طے نہیں ہوتی
ٹھیکیاں ناتوان لیتے ہیں

امیر مینائی لکھنوی

پیر ہوتے ہیں جو شباب کے بعد
تیر سے کر کمان لیتے ہیں
وصل میں کب جھجک نہیں جاتی
پھیر کر منہ وہ پان لیتے ہیں
نہیں ساقی یہ قلقل مینا
ہچکیاں نیم جان لیتے ہیں
سینکڑوں کو عروج دیتے ہیں
ہاتھوں ہاتھ آسمان لیتے ہیں
ہر گھڑی کا ہے یہ خطرہ شب وصل
ہم جو رخصت کا پان لیتے ہیں
ہائے وہ دن کہ گزر جاتی تھی شب باتوں میں
اب نہ باتیں ہیں مزا ہے نہ ملاقاتیں ہیں
لطف کیا آئے تکلف کی ملاقاتوں میں
کچھ رکھائی کے سوا بات نہیں باتوں میں

داغ دہلوی

یہ نہ کہہ ہم سے تیرے منہ میں خاک
اس میں تیری زبان لیتے ہیں
کون جاتا ہے اس گلی میں جسے
دور سے پاسبان لیتے ہیں
کر گزرتے ہیں ہو بری کہ بھلی
دل میں جو کچھ وہ ٹھان لیتے ہیں
مستعد ہو کے یہ کہو تو سہی
آپ امتحان لیتے ہیں
داغ بھی ہے عجیب سحر بیاں
بات جس کی وہ مان لیتے ہیں
ادھر آنکھ لگا رکھی تو ہیں باتوں میں
اور کھلتا نہیں کچھ دو چار ملاقاتوں میں
یہ نہیں تم جانتے ہو چند ملاقاتوں میں
آزمایا ہے تمہیں ہم نے کئی باتوں میں

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

دم تو لیتے ہیں جان بوجھ کے پھر
بنکے انجان جان لیتے ہیں
ناتوانی سے ہم حسینوں پر
چھانٹ کر دھان پان لیتے ہیں
ہم سند کے لیے لغت میں امیر
فصحا کی زبان لیتے ہیں

امیر مینائی لکھنوی

وصل کا دن اور اتنا مختصر
دن گنے جاتے تھے اس دن کیلئے

وحشت رندی پاک دامن چاہیئے
شیخ جی ہے پاک باطن کیلئے

دل کا ضامن تو ترا کیا اعتبار
پہلے اک ضامن ہو ضامن کے لیے

جھانکتی ہر کون سے گل کی نظر
بلبلیں پھرتی ہیں کیوں تنکے لئے

سب حسیں ہیں زاہدوں کو ناپسند
اب کوئی حور آئیگی اسکے لیے

ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا
میں نے دنیا چھوڑ دی جن کیلیے

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر
آئے تھے دنیا میں اس دن کیلیے

داغ دہلوی

فیصلہ ہو آج میرا آپ کا
یہ انتظار رکھا ہے کسدن کیلیے

دے سے میکدہ رو اے پیر مغاں
چاہیے اک پاک باطن کیلیے

دل کے لینے کو ضمانت چاہیئے
اور اطمینان ضامن کے لیے

میکشو اب آئی شاید فصل گل
بلبلوں نے چونچ میں تنکے لیے

ہمنشینوں سے مرے کہتے ہیں وہ
چھوڑ دیں غیروں کو کیا انکے لیے

وہ نہیں سنتے ہماری کیا کریں
مانگتے ہیں ہم دعا جنکے لیے

آجکل میں داغ ہونگے کامیاب
کیوں مرے جاتے ہو دو دن کیلیے

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

جب سے بلبل تو نے دو تنکے لیے
لوٹتی ہیں بجلیاں ان کے لیے

مے نہ دی قرض اسنے دو دن کے لیے
جس نے لوٹے ہم سے گن گن کے لیے

دن مرا روتا ہے میری رات کو
رات روتی ہے مرے دن کیلیے

امیر مینائی لکھنوی

اسی دن کیلئے آنکھوں میں ہے تجھکو پالا تھا
بڑی ہی تو بصورت لے نگاہ واپسیں نکلی
الٰہی قتل پر بیٹھے وہ اترائے ہیں کیوں اتنا
بدن سے جان نکلی یا زبان سے آفریں نکلی
کیا اقرار بھی اسنے تو وہ انکار ہی ٹھہرا
مری قسمت سے اسکی ہاں بھی ہو کر نہیں نکلی
ہوا دیدار اسکا خواب میں باتیں تصور میں
کوئی حسرت کہیں نکلی کوئی حسرت کہیں نکلی
اڑا کر لیگئی دل آنکھ ہیں ساری محفل سے
بڑی ہی شوخ دیدہ تیری چشم شرمگیں نکلی
مری بالیں پہ ایسا سنگدل بیٹھا کہ چیخ اٹھا
عجب حسرت بھری اک آہ وقت واپسیں نکلی
کیا خون اپنے کن کن حسرتوں کا وصل میں آکر
بڑی کٹر بڑی ظالم تری چین جبیں نکلی
تن بیجان کو زیر خاک کیا دھر دھر کے پیسا ہے
ستمگر تم سے اتنا آسماں کی بھی نہیں نکلی
دل مجنوں سے نکلی آہ یا بجلی کوئی چمکی
کہ محمل سے نکلکر لیلی محمل نشیں نکلی

داغ دہلوی

رسائی ضعف سے مشکل تھی اسکے در تک یکبایک
ہماری آہ سے ملکر نگاہ واپسیں نکلی
وہ ابھی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہیں
نگہ نے تیر مارا زباں سے آفریں نکلی
کہوں کیا پہلے ہی آنکھیں نکالیں آپ نے مجھ پر
ابھی کمبخت پوری بات بھی منہ سے نہیں نکلی
مجھے خوش دیکھکر تم کیوں مبارکباد دیتے ہو
نہ پوچھو وصل کی حسرت کہاں نکلی کہیں نکلی؟
ہمارا حال دنیا میں کوئی کب دیکھ سکتا ہے
تری چشم حیا ان سے بھی شرمگیں نکلی
زمانہ میں تو ہیں ارمان مجھکو اسکا رونا ہے
وہ بھی کیا ہوا حسرت جو وقت واپسیں نکلی
سبھی ہی سامنے پاکر حیا کیوں تمکو آیا ہے
چھری بھی نیچے کے اس شوخ کی چین جبیں نکلی
کھلا کا تاخانہ ویران محبت کا کہاں ہوتا
نہ اس قابل فلک نکلا نہ اس قابل زمیں نکلی
نیاز و ناز عشق و حسن دیکھا قیس و لیلی میں
جو یہ صحرا نشیں نکلا تو وہ محمل نشیں نکلی

امیر مینائی لکھنوی

ترے انکار کے انداز نے بھی مار ہی ڈالا
ادھر منہ سے نہیں نکلی ادھر جان حزیں نکلی

الٰہی کس شہید ناز نے سر اپنا کٹوایا
کہ ننگے پاؤں فردوس بریں سے حور عیں نکلی

وفا کی داد دینے میں بھی شرمیلی دلہن ہے
وطن پردیسے نکلی یا زباں سے آفریں نکلی

امیر ابھرا جو وہ جوبن ملا دل کا پتا مجھکو
یہی دونوں اُچکے چور تھے چوری یہیں نکلی

ہیں اشارے یہ تیغ قاتل کے
آؤ ارماں نکال دوں دل کے

سوتے کیا ہیں پڑے ہیں تھکے ہیں
تھکے ماندے غریب منزل کے

پوچھتے ہیں وہ مجھ سے عید کے دن
کہو کیا مل گیا گلے مل کے

ہوں جو واقف جزائے احساں کے
ہاتھ چومیں کریم سائل کے

دل میں اگر نہ دل سے پھر نکلے
تم تو ارمان بن گئے دل کے

داغ دہلوی

اجل نے دی نہ مہلت بات کی جی ہی میں گئی حسرت
اُدھر گھر سے وہ نکلی تھی ادھر جان حزیں نکلی

تمھیں دعویٰ تھا ہم ہونگے مقابل ماہ کامل سے
خدا کی شان ہے لو وصل کی شب چودھویں نکلی

بہت آنکھیں لگی رہتی ہیں اسکی چشم پرفن پر
ہماری تاک میں جو تھی وہ خود در کمیں نکلی

مری طبع رواں اے داغ جسدم جوش پر آئی
وہی باقی ہوئی جو شعر کی تقطیع زمیں نکلی

ایسے تنگ آئے ہاتھ سے دل کے
روئے ہم غیر سے گلے مل کے

عرش سے آگے آگئے ملتے ہیں
کچھ کچھ آثار اپنی منزل کے

ہاتھ گردن میں ڈال کر لپٹے
کس سے ملیے ترے گلے مل کے

بوسہ دینے کا لطف تو یہ ہے
ہونٹ ملنے نہ پائیں سائل کے

عشق پر زور حسن زور شکن
رہ گئے آج ہاتھ مل مل کے

امیر مینائی لکھنوی

حسیں آئینہ کے دربار میں ہر روز آتے ہیں
صفائے قلب کی چمکی ہوئی سرکار کیسی ہے
صبا پھرتی ہے گھبرائی ہوئی گلچیں ہے افسردہ
خدا جانے چمن میں نرگس بیمار کیسی ہے
چمکتی ہے جو بجلی ہنس کے وہ شوخی سے کہتے ہیں
سنبھل کر پاؤں رکھ لغزش دم رفتار کیسی ہے
ہنسے بولے نہیں ہم غیر سے تجھکو یقیں آیا
دم اٹکا ہو تو پھر ہنسی والے یار کیسی ہے
غضب سا کر رہے ہو اپنی ہنسی سے تم جو خوش ہو
امیر انصاف سے دیکھو تو یہ تکرار کیسی ہے

داغ دہلوی

الٰہی کیوں نہ چاہوں دولت دارین میں تجھسے
بڑی فیاض ہے تکلیف تری سرکار کیسی ہے
کوئی کرتا ہے باتیں یاس کی بیمار کے منہ پر
ارے ظالم یہ تسکین دل بیمار کیسی ہے
سماتی ہی نظر میں صاف تری ہے مری دل میں
تری تصویر کی بھی شوخی رفتار کیسی ہے
تغافل ہے نہ پرسش ہے تو پھر اے داغ کیا کہیے
بتاؤں حالت ایسی ہے جو پوچھے یار کیسی ہے

تاریخیں استاد مرحوم نے تاریخیں بھی بہت کہی ہیں اور حقیقتاً یہ ہے کہ وہ سال تاریخ اکثر بلا تعمیہ داخلی و خارجی ہر واقعہ کا نہایت مناسب الفاظ میں نکالتے تھے۔ ہم نمونے کے طور پر ذیل میں چند قطعات تاریخ درج کرتے ہیں۔

تاریخ مخزن الاخبار

مخزن الاخبار کو پایا جو بالامال حسن
لوٹنے کا ور غلطاں کو بہانہ ملگیا
سال سے ہے اوج نجم مشتری بشن امیر
جس کو یہ چیز مل گیا سمجھا خزانہ ملگیا
۱۲۷۳ھ

تاریخ رسالۂ معرفت و سلوک مولفہ حضرت شاہ معصوم صاحب مجددی

ہدایت ہیں اسکے مضامین عالی | خضر ہیں پے کاروان طریقت
امیر اسکی تاریخ میں نے یہ لکھی | نہ ہے رہبر سالکان طریقت ۱۳۱۰ھ

تاریخ دیوان نواب عبدالعزیز خاں عزیز بریلوی مرحوم

یکتا ہی فصاحت میں بلاغت میں یہ دیوان | تعریف کرے اسکی یہ کیا منہ ہو دہن کا
زیبا ہی امیر اسکے لیے مصرع تاریخ | ہر صفحہ نیا آئینہ ہے بزم سخن کا ۱۳۱۰ھ

تاریخ دیوان فارسی نواب کلب علیخاں بہادر

در انجمن معنی سلطان سخن آرا | شمعے عجبے افروخت از شعلہ زبانی ہا
آں شمع بود دیوان آں شعلہ بود مضموں | پیداست ز لمعانش رنگ ہمہ دانی ہا
از ہند بایراں شد وز پارس بہند آمد | ہر ملک معطر گشت از عطر فشانی ہا
در پارس ہمی بالد زیں نظم زباں دانی | در ہند ہمی جوشد زیں بحر روانی ہا
مطبوع شد و گفتیم تاریخ امیر آنرا | چوں ہند بعجم نازد از شوخ زبانی ہا

تاریخ مثنوی نشتر تیز مصنفۂ جامع مکتوبات

گفت چوں مثنوی نشتر تیز | ثاقب تیز فہم و تیز نظر
گشت محسود خلق و گفت امیر | دل حاسد مقام این نشتر ۱۲۹۹ھ

تاریخ ولادت فرزند آنریبل رائے جے پرکاش لال بہادر مدار المہام ریاست ٹمراؤں

ہوا فرزند پیدا خانۂ فرزندی شاں میں | مبارک ہو کہ گلشن دولت کی ہستی راج جوگ آیا
امیر اچھی ولادت کی ہے یہ تاریخ سمبت میں | بکرما جیت کے گھر ایک صورت راج جوگ آیا

تاریخ کدخدائی دختر و پسر نواب شرف الدولہ بہادر وزیر سلطنت اودھ

نواب باحشم شرف الدولہ ذی ہمم — حسن کی بہادری ہے پے شمشیر نگاہ
ایسے کے اچھے ہوتے ہیں بیچ ہو جائیں — وہ آسمان جاہ تو اولاد مہر و ماہ
ہیں رنگ ہوئے باغ شرف دختر و پسر — دونوں دُرِ یگانۂ دریائے عز و جاہ
دونوں کی شادیاں ہوئیں ایمان ٹری یائی رب — گلشن کا رنگ جشن سے محفل ہے شیشیاہ
تاریخ خامۂ دو زباں نے لکھی اسیر — ہے مہ قرین مہر و مہر مہ قرین ہے ۱۱۔ہ

۱۲۷۳ھ

تاریخ کتاب سبعہ سیارہ مصنفہٗ جامع مکتوبات

رقم زد حضرت ثاقب کتابے جامع و نادر — دبیر آسماں ہم چوں اسیر از مدح او قاصر
چو گیر اول و آخر کسے از سبعہ سیارہ — اگر نافہم بود سال تاریخش شود ظاہر

۱۲۹۶ھ

تاریخ عقد دختر و پسر نواب شرف الدولہ

آئے خوشا نواب والا مرتبت — جن کے رخ سے مقتبس ہر بار چاند
ان کے دخت و طفل دونوں ارجمند — ایک سورج ایک بے تکرار چاند
عقد دونوں کے ہوئے دل نے کہا — آئے ہیں گھر میں شرف کے چار چاند

۱۲۷۳ھ

نثر
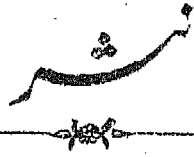
از زاد الامیر

اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کے لیے زمین کو قرارگاہ بنایا ہے تو اس سے یہ غرض نہیں کہ اس پر اونچے اونچے مکان بنائیں اور عیش و عشرت میں پڑکر غفلت میں بسر کریں بلکہ مقصود یہ ہے کہ آرام پائیں اور نفع اٹھائیں اور موانع عبادت و بندگی کو دفع کریں اور ہر نعمت کو دیکھ کر نعماۓ اخروی کو پیش نظر رکھیں اور اپنے آپ کو مسافر اور دنیا کو سرائے فانی جانیں اور زمین کو اپنی کھیتی کی جگہ بنائیں اور اس سے ایسا توشہ حاصل کریں جو وطن اصلی کے سفر میں کام آئے یعنی نیک اعمال کے تحفے دنیا سے اپنے لیے ذخیرہ کریں اور دنیا کے پھندوں اور مکروں سے بچتے رہیں اور یہ خوب سمجھ لیں کہ عمران کو یوں لیے جاتی ہے جیسے کشتی اپنے سواروں کو تمام عالم یہاں مسافر ہے جو پیدا ہوا اس کی پہلی منزل گہوارہ ہے اور دوسری منزل لحد ہے اور وطن دار آخرت اور عمر سفر کا فاصلہ ہے ہر برس عمر کا ایک مرحلہ ہے اور ہر مہینہ ایک فرسنگ اور ہر آن ایک میل اور ہر سانس ایک قدم اور اللہ کی بندگی اس سفر کی پونجی اور اوقات راس المال اور نفس کی خواہشیں اس راہ کے ڈاکو اور نفس و شیطان ڈاکوں کے سردار ہیں یہاں آنیکا اصل نفع یہ ہے کہ جنت میں بڑی سلطنت اور پائدار نعمت کے ساتھ خداے تعالے کا دیدار ہوتا اور نقصان یہ ہے کہ خداے تعالیٰ سے دور اور عذاب میں گرفتار ہو

اس صورت میں جو شخص اپنی ایک سانس بھی غفلت میں کھوئیگا تو وہ قیامت کے
دن خسارہ اٹھائیگا اور حسرت میں روئیگا۔ اسی ڈر سے توفیق پانے والوں نے
مستعد ہو کر نفسانی لذتوں کو چھوڑ دیا اور عمر کو غنیمت جان کر دن رات ذکر و فکر
الٰہی میں بسر کرنے لگے اور مختلف اوقات کے واسطے مختلف وظیفے اختیار کیے اس
لیے کہ آخرت کی عمدہ سے عمدہ نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے اور اس کے حصول
کی صورت یہی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محب اور عارف ہو اور اسی حال پر مرے
اور محبت و انس محبوب کے ساتھ ذکر و دوام سے میسر ہوتا ہے اور معرفت اسکی
ذات اور صفات میں فکر سے حاصل ہوتی ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ ذکر و فکر الٰہی میں
ڈوبا ہوا اور چونکہ ایک ہی طرح پر ذکر و فکر کرنے سے اکتا جاتا ہے تو اسلیے ہر وقت
کے لیے جداگانہ ورد مقرر کرنا بہتر ہے کہ پریشانی جاتی رہے اور طرح طرح کی لذت پائے
اور دوام کی رغبت کے سبب سے التزام بھی آسان ہو جائے، جو شخص بے حساب
جنت میں جانا چاہے تو اپنے سارے اوقات طاعات میں مصروف رکھے اور
جو کوئی اپنی نیکیوں کا پلہ بھاری رکھنا چاہے تو وہ اپنے اکثر اوقات کو عبادت میں
صرف کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو باوجودیکہ وہ
سب بندوں سے مقرب اور درجات میں سب سے برتر ہیں ارشاد فرماتا ہے
إن لك في النهار سبحا طويلا واذكر اسم ربك وتبتل إليه تبتيلا واذكر اسم
ربك بكرة وأصيلا ومن الليل فاسجد له وسبحه ليلا طويلا ۝

از رسالہ اسرار نماز — حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ ارحم الراحمین نے اپنے
رحمت کاملہ سے تمام مخلوقات کو کیا کیا نعمتیں عطا فرمائیں

اور تمام کائنات میں انسان ضعیف البیان کو بڑی نعمت یہ دی ہے کہ اسے
اشرف المخلوقات کیا ۔ غور کرنا چاہیے کہ انسان اشرف المخلوقات کیوں ہوا اور
کس صفت نے اس کو ولقد کرمنا بنی آدم کا خلعت پہنایا ہو اس سے تو
بسبب ظاہر زیادہ عاجز اور ناقص کوئی چیز نہیں کہ نہ اسکو گرمی سردی کی
برداشت ہو نہ بھوک پیاس کا تحمل ، ذرا سے درد میں تڑپ جاتا ہے ، ذرا سی
مصیبت کی تاب نہیں لاتا ہے ۔ اس کے علم کی طرف دیکھیے تو بالکل بے حقیقت
ہو اگر ایک رگ بھی اسکے دماغ میں بے محل ہو تو صحت میں ایسا خلل ہو
کہ دیوانوں کی طرح تنکے چننے لگے اور ہزار سر ٹپکے مگر یہ نہ سمجھے کہ اس کا
سبب کیا ہے ۔ دوا اس کے درد کی سامنے رکھی ہو اور نادانی سے نہ جانے
کہ یہ میرے درد کی دوا ہے ۔ اور اگر اس کی قوت کا خیال کیجیے تو اس سے
عاجز تر کوئی نہیں ایک پسو ایک بھنگے تک سے جیت نہیں سکتا نمرود سے
طاقت ور بادشاہ کو مچھر نے ہلاک کر ڈالا اور اس کے اتنے بڑے لشکر کو تباہ
کر دیا ۔ اور اگر ہمت کو خیال کیجیے تو ذرا سا نقصان اسکو پریشان کر دیتا ہے
بھوک کے وقت غذا نہیں ملتی تو بدحواس ہو جاتا ہے ....

.... جب یہ معلوم ہوا کہ علم و قدرت ، ہمت و صورت
سب میں نقصان ہے تو سمجھنا چاہیے کہ شرف و بزرگی کا سبب کچھ اور ہے
وہ کیا ہے ؟ قلب مستقیم و عقل سلیم ۔ عقل سلیم سے مراد وہ عقل ہے کہ جو انسان
کو اور حیوانات سے ممتاز کرے اور قلب سلیم سے مراد وہ قلب ہے جو شرف معرفت
سے سرفراز کرے ۔ معرفت ہی تمام مخلوقات سے فضل و شرف انسان کا سبب ہے

اور اسی بزرگی کی بدولت اشرف المخلوقات اس کا لقب ہو۔ سوچنا چاہیے۔
کہ میری حقیقت کیا ہو۔ میں کون ہوں۔ کہاں سے آیا۔ ملکوت سے ملک میں
کیوں پہونچا۔ انجام کار مجکو کہاں جانا ہو اور جہاں لیجائیں گے وہاں کیا
معاملہ پیش آتا ہے۔ نیکبختی میری کن باتوں میں ہو اور بدبختی کن باتوں
میں۔ ان سب سوالات کے جوابات اگر مجمل بھی بتائے جائیں تو اس رسالے
میں جو کچھ مقصود ہو وہ رہجائے۔ ناچار مختصر سی تمہید لکھکر اصل مطلب شروع
کیا جاتا ہے۔

سونے والو! چونکو! اور سمجھو کہ تم دنیا میں مسافر ہو۔ پہلی منزل تمھاری
پشت پدر ہے دوسری رحم مادر تیسری فضائے دنیا۔ چوتھی لحد پانچویں میدان
قیامت چھٹے جنت ہو یا دوزخ۔ جب معلوم ہوچکا کہ ابتدا اور انتہا یہ ہی تو
ضرور ہی انسان اپنی راہ سعادت کو پہچانے اور جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہی
اسکو حق جانے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔

جناب مرحوم نے ۱۸۶۳ء میں ایک مناجات تحریر فرمائی تھی جو رسالہ دلگداز
لکھنؤ میں شایع ہوئی تھی۔ غالباً اردو کی نثر میں یہ پہلی مناجات ہی۔ اس کے
پڑھنے سے شان تقویٰ ظاہر ہوتی ہی، جو فقرہ ہی خوف کی تصویر ہے۔ یہی
زاد الامیر ہی۔ امید قوی ہی کہ یہ تضرع وزاری درگاہ باری میں مناجاتی
کے لیے وسیلۂ نجات ہو۔

مناجات | خداوندا بندہ گنہگار ہی، تیری ذات غفار ہی، وہ معاملہ کر جو

آمرزگار کو گنہگار کے ساتھ سزاوار ہے نہ وہ معاملہ جو عادل ظالم کے ساتھ کرتا
ہے۔ خداوندا خلقت تیری شان قہاری سے کانپتی ہے اور یہ عاجز تیری شان
عدالت سے بھی ڈرتا ہے۔ خداوندا اگر تو عفو و کرم کو چھوڑ کر فقط انصاف و
عدالت سے کام فرمائیگا تو کوئی گنہگار نجات نہ پاے گا۔ خداوندا جب تیری
تیغ عدالت پر نگاہ جاتی ہے تو اپنی عاجزی سپر بنکر سامنے آتی ہے۔ خداوندا
اعمال بد پر سزا عین انصاف ہے مگر امیدواران رحمت پر نظر عدالت انکی
امید کے خلاف ہے۔ خداوندا جو تیری رحمت پر آس لگائے ہے اسکا آسرا
نہ توڑ، خداوندا کنجشک ضعیف کو شہباز عدالت کے منہ پر نہ چھوڑ۔ اے
دادرس خطرات نفسانی کے ہاتھ سے دادخواہ ہوں میری داد کو پہنچ دردمند
ہوں دوا بھیج، مریض ہوں شفا بھیج، خس طوفانی ہوں گرداب بلا سے نجات
دے تشنہ جگر سوختہ ہوں دریاے رحمت سے آب حیات دے۔ فرشتوں کو بال و پر
دیے میری بے بال و پری پر ترس کھا۔ نوح کو طوفان سے نکالا میری تباہ کشتی
پر بھی رحم فرما۔ خداوندا غریب ہوں مسکین ہوں میری دعائیں مقبول کر،
سائل ہوں۔ فقیر ہوں میری التجائیں قبول کر۔ خداوندا دل میں جو داغ پڑے
اسکو جنت کا پھول بنا دے، خداوندا آنکھ میں جو کانٹا چبھے اسمیں مژگان حور
کا جلوہ دکھا دے۔ خداوندا دنیا میں عافیت کے ساتھ رکھ اور ایمان کیساتھ
رکھ اور ایمان کے ساتھ اٹھا۔ خداوندا سکرات موت کی مشکل سہل۔ خداوندا
فشار گور کی منزل آسان۔ خداوندا قبر کی تنگی فراخی سے اور وحشت موانست
سے بدل جائے خداوندا اس بے زبان کی کیا مجال کہ نکیرین کے سوالوں کا جواب

دے سکے اسوقت تیرے محبوب خاص شفیع المذنبین انیس الغریبین مدد کو
آئیں۔ خداوندا جس وقت زمین بوریے کی طرح لپیٹے، آسمان دُھنکی ہوئی روئی
کیطرح اڑیں، پہاڑ متزلزل ہوکر خاک سیاہ ہوں، ستارے آنسو کیطرح گریں، انبیاء
اولیا خوف سے تھرّائیں، آنکھیں روئیں دل دھڑکیں، جن وانس کی گھگھی بندھی
ہوں، جہنم کی آگ سرشت کے گھیرنے کا ارادہ کرے، گنہگاروں کے بدن
عریاں ہوں اور تیری شان عدالت تخت پر جلوہ دکھاتی ہو، صدقہ اپنی ستاری
کا اسوقت میرے عیوب چھپانا، چشموں میں برہنہ بلانا بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال
دیکر ہمچشموں میں شرمسار نہ فرمانا ہائے! وہ انبیا کا ہراس، وہ امتوں کا لرزنا،
وہ زمین کا کانپنا وہ میزان میں گناہوں کے پلے کی گرانی، وہ گنہگاروں کی
پشیمانی، اس وقت سوا تیرے کون ہے کہ عدالت سے رحم کیطرف تجھے متوجہ کرے
یا ارحم الراحمین اسی نبی کریم کا صدقہ جس کو تونے رحمۃ للعالمین خطاب دیا
ہے دوزخ میں منہ کے بل نہ گرانا، صراط پر قدم ڈگمگائیں تو دستگیری فرمانا سوا
نیزے پر آفتاب آئے تو لواے احمدؐ کے سائے میں گرمی سے بچانا۔ خداوندا
جتنی کڑی منزلیں پیش آئیں سب بآسانی طے ہو جائیں، خداوندا اگر تونے
سیہ کار کی نافرمانیوں پر نظر کی تو جہنم بھی انتقام کو کافی نہو گا خداوندا دل
حسرتوں سے بھرا ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ میرے حق میں بہتر کیا ہے؟ ڈر لگتا
ہے کہ جو مراد مانگی جاے مبادا وہ خلاف مصلحت ہو، خداوندا اس بندہ ناچیز
کے حق میں جو بہتر ہو اسی کی طلب کی ہدایت ہو خداوندا یقین کی وہ قوت
دے کہ سب وسوسوں سے نجات پاؤں، خداوندا شان رحمت کی وہ نیرنگیاں دکھا

کہ جہاں رسائی وہم سے باہر ہے وہاں پہونچ جاؤں۔ خداوندا میرا تو یہ حال ہے
کہ جیسے کوئی اندھا لنگڑا لولا عاجز بیدست و پا جنگل میں پڑا ہزاروں آفتوں
لاکھوں مصیبتوں میں مبتلا ہاتھ پاؤں مارتا ہو اور نہ کسی فریادرس دستگیر کو
دیکھے نہ کسی غمخوار مددگار سے یاری اور غمخواری کی امید ہو مگر بے اختیار فریاد میں
پکارتا ہو۔ بارالٰہا میری تو یہ حقیقت ہے جیسے کسی بھوکے پیاسے کے ایک طرف
نعمتوں کا خوان رکھا ہوا اور دوسری طرف چشمۂ شیریں بہتا ہو مگر نہ وہ اس سے ایک
لقمہ کھا سکے نہ اس کے ایک قطرے سے پیاس بجھا سکے۔ میں ایسا ہوں جیسے
کوئی جان بوجھکر اپنے آپ کو جلتی آگ میں ڈالدے یا جیسے منزل مقصود کی سیدھی
راہ جاننے والا اپنے آپ کو بیابان مصیبت میں گمراہ بنائے۔ اے بھوکوں کو
کھلانے والے مردوں کو جلانے والے تو ہی مجھے اپنی پسندیدہ نعمتوں سے سیر کر دے
گناہوں کی بھڑکتی آگ سے نکال منزل مقصود کی سیدھی راہ دکھلانے پتھر
کے کیڑے کو رزق پہونچانے والے، ایک طائر کے سیراب کرنے کو دریا جوش میں
لانے والے! اے بیکسوں کے دادرس اے غریبوں کے فریادرس! تیرے سوا
کون کسی کا سہارا ڈھونڈھے۔ میں عاصی ہوں خاطی ہوں۔ جو کچھ ہوں تیرا ہوں
مجھے اپنی درگاہ سے نہ نکال، طوق ملامت میری گردن میں نہ ڈال۔ خداوندا اگر
بندہ نابینا ہے اور تو اس کی نظر سے غائب ہے تیری ذات تو حاضر و ناظر ہے۔ اگر
بندہ عاجز و ضعیف ہے تیری ذات تو قوی و قادر ہے۔ خداوندا اپنی جملہ صفات
جمال کا صدقہ، خداوندا اپنی شان جلال کا صدقہ خداوندا اس تقریب کا صدقہ
جو دو کمانوں سے بھی کم تھا خداوندا ان آنکھوں کا صدقہ جو باوجود تیرے لطف کے

تیرے خوف سے رو ئیں۔ خداوندا اس دندان مبارک کا صدقہ جو تیری راہ میں کفار کے ہاتھ سے صدمۂ سنگ اٹھا کر شہید ہوا۔ خداوندا اس سینے کا صدقہ جو تیرے اسرار کا گنجینہ رہا۔ خداوندا اس دل کا صدقہ جو تیرے ذکر کا خزینہ رہا۔ خداوندا اپنے محبوب اور آل عترت و اصحاب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ اس بندۂ ناچیز کی سیہ کاری سے درگذر کر، اپنی شان کرم پر نظر کر، میرے اصول فروع، ماں، باپ، اہل وعیال، بھائیوں بہنوں، عزیزوں، دوستوں، آشناؤں، خادموں، استادوں، شاگردوں کو مخصوص مورد رحمت کاملہ فرمادے، خداوندا اگرچہ ہر کام وقت پر موقوف ہے مگر مژدۂ قبولیت اسوقت سے پہلے سنا دے، بلکہ آثار اجابت دعوات آنکھوں سے دکھا دے خداوندا سہ

کچھ ایسی یہ کڑی منزل نہیں ہے ‌ ‌ تجھے مشکل مجھے مشکل نہیں ہے

امیر اللغات

آج تک اردو زبان کے لغت میں کوئی تالیف اس جامعیت اور تحقیق کے ساتھ ملک کے ہاتھ نہیں آئی افسوس اور نہایت افسوس ہے کہ استاد کی رحلت نے ایسی جامع لغت کو ناتمام رکھا۔ یہ قابل قدر کتاب نہ صرف لغت ہے، بلکہ اردو علم ادب کی تکمیل کے لیے بہترین ہدایت ہے اور رہنما شفیق استاد اردو فن انشا کے واسطے اس سے بڑھ کر کوئی کہاں سے پیدا کر سکتا ہے اس کتاب میں سب کچھ ہے۔ دلی لکھنؤ کی زبان، مفردات مرکبات جملے، مثلیں، مشہور مقولے محاورے، اصطلاحیں، شان نزول، کنایات، صفات تشبیہات، استعارات، شعراء کے خاص مستعملات الفاظ و مصطلحات قانون کچہری اور اہل دفتر کے خاص محاورات، پیشہ والوں کی

خاص اصطلاحیں، فقرا کی صدائیں، آزادوں کی بولی ٹھولیاں، ریختی، ٹوٹکے، عورتوں کی رسمیں، انکی قسمیں، ان کی خاص قسمیں، اشعار شاہدیہ کا التزام، فصیح و غیر فصیح، مستعمل و متروک اضداد، تذکیر و تانیث کی بحث، اور اس باب میں مولف کی رائے، دو مرادف لفظوں کا دقیق فرق، حرف زاید کی تفصیل رسم الخط واملا اشتقاق، سنسکرت اور دری وغیرہ زبانوں سے، محاوروں کا پہلوے استعمال مشہور لوگوں کے مختصر حالات اردو صرف و نحو کے قواعد، ہندی مثالوں کے علاوہ فارسی اور عربی کی مستقل مثالیں اور مشہور فقرے لکھا ہی جو اس کتاب میں نہیں، ایسا مبسوط اور حاوی و جامع لغت اردو زبان کا امیر اللغات کے سوا نہیں ملے گا اس کے دیکھنے سے مولف کی جامعیت وسعت نظر، تحقیق اور موشگافی کا حال معلوم ہوتا ہے۔

اس کتاب پر ملک کے سربرآوردہ اصحاب نے ریویو کیا ہی اور ان کی تحریریں دوسری جلد کے آغاز میں چھپی ہیں۔ سر سید مرحوم نے اس تالیف کی بیحد تعریف کی ہی ان کے بعض فقرے ہم یہاں لکھتے ہیں فرماتے ہیں۔

"جو ڈھنگ کہ انھوں نے اس نمونے میں اختیار کیا ہی اگر اسی طرح یہ کتاب انجام کو پہونچی تو کوئی لغت کسی زبان میں باقی نہیں رہیگا۔ اگر شرط لگائی جائیگی جب بھی کوئی ایسا لغت نہیں ملنے کا جو اس کتاب میں نہو"

بہت سی زبانیں ایسی ہیں جو لغت کی کتابوں کی بدولت مہذب اور مستند اور علمی زبانوں میں داخل ہوگئی ہیں اور اب ہمارے مخدوم امیر احمد اور انکی امیر اللغات کی بدولت اردو بھی اسی درجے کی زبانوں میں داخل ہو جائیگی۔

اس تالیف میں جناب مرحوم نے جو فقرے مثالاً لکھے ہیں وہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے کسی طرح نظم کے بندوبست اور اہتمام سے کم نہیں ہیں ذیل میں ہم کچھ حصہ دیباچے کا اور تھوڑے سے فقرے نقل کرتے ہیں۔

از دیباچہ امیر اللغات حصہ اوّل

میں نے ہوش سنبھالا آنکھیں کھولیں تو یہ دیکھا کہ اچھے اچھے اہل زبان اور دانایان سرزمین سخن کے فرمانروا ہیں انھیں صحبتوں میں اردو زبان کی چھان بنان کا شوق مجھے بھی ہوا اور اسی زمانے میں یہ آرزو پیدا ہوئی اور بڑھکر بے چین کرنے لگی کہ اردو الفاظ کے بکھرے ہوے موتیوں کی ایک خوشنما لڑی بناؤں اتنے میں لکھنؤ کی سلطنت مٹ گئی اور غدر ہوگیا۔ وطن کی تباہی اور گھر بار کے لٹنے سے چندے حواس ہی جمع نہو سکے الفاظ کیسے! لیکن اس آرزو کی آگ دل میں سلگتی رہی۔ یہاں تک کہ فردوس مکان نواب محمد یوسف علیخاں بہادر والی رامپور نے مجھے طلب فرماکر عزت کا خلعت اور اطمینان کا سرمایہ دیا اسوقت پھر اپنی تمنا کے سلسلے کو بڑھانے لگا، مگر اس زمانے میں رامپور کی عدالت دیوانی مجھ سے متعلق تھی نواب فردوس مکان اپنے کلام میں بھی مشورہ فرماتے تھے اور فن شاعری کے مشغلے جو نئی نئی شکلوں سے پیش آتے تھے یوں بھی کم فرصتی کی زنجیروں میں جکڑے ہوے تھے اتنی مہلت تو میں نہ پاسکا کہ اپنے ارادے کو پورا کروں تاہم کچھ نہ کچھ شغل چلا گیا جب خلد آشیاں نواب کلب علیخاں بہادر کا عہد آیا تب فرصت کی کمی اور بڑھی، لیکن کچھ ہی ہو یہاں وہی دھن بندھی رہی ۱۸۸۴ء میں علوم کے قدرداں سرالفرلائل صاحب بہادر

لفٹننٹ گورنر ممالک مغربی وشمالی وچیف کمشنر اودھ نے نواب خلد آشیاں طاب ثراہ سے اردو کے ایک جامع لغت کی فرمائش کی، نواب خلد آشیاں نے مجھے حکم دیا۔ یہاں تو یہ تمنا ہی تھی فوراً "آنکھ" کے لفظ کا ایک نمونہ تیار کیا جسے نواب خلد آشیاں نے جنرل محمد اعظم الدین خاں بہادر سابق سفیر و حال وائس پریسیڈنٹ کونسل آف ریجنسی کے ذریعے سے سر الفرڈ لائل صاحب بہادر کے پاس بھیجا جسے جنرل صاحب بہادر نے کہ بڑے مربی اس لغت کے اُس وقت سے اس وقت تک ہیں اور ان کو اس لغت کے ساتھ پوری دلچسپی اور سچی ہمدردی بلکہ عشق ہے دوسری جون ۱۸۸۶ء کو میری درخواست کے ساتھ پیش کیا۔ ہز آنر نے نمونے کو بہت پسند فرما کے جو جو ہدایتیں کیں اور وعدے فرمائے ان کو بطور یادداشت جنرل صاحب بہادر نے لکھ دیا۔

محاورات اور فقرے "اپنا پیٹ تو کتا بھی پال لیتا ہے" فقرہ۔ وہ انسان کیا جو آپ چین کرے۔ اور اپنے متعلقیں کی خبر نہ لے اپنا پیٹ تو کتا بھی پال لیتا ہے۔

"اپنا ٹھکانا کر لینا" فقرہ۔ اب میرے یہاں گذارا نہ ہوگا آپ کہیں اور ٹھکانا کر لیجیے۔

"اپنا حساب کر لو" فقرہ۔ اپنا حساب کر لو اب میرے ذمے تمھارا کچھ نہیں باقی ہے۔

"اُترتا چاند" فقرہ۔ شاید کہ اُترتے چاند ان کی شادی ہوگی۔

"اُترنا" فقرہ۔ پانی نہ برسنے سے گیہوں اُتر گیا ہے۔

"اُٹھنا" فقرے۔ کمرے سے ابھی پلنگ تو اُٹھے نہیں فرش کیونکر بچھے۔ وہ

جہاں بیٹھ جاتے ہیں پھر اٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ جو مصیبت آپ اٹھا رہے ہیں کسی سے بھی نہ اٹھیگی۔ ان کے پاس خزانہ ہو تو دو دن میں اٹھ جاے۔ ادھر دیوار اٹھ گئی اب آمد و رفت نہیں ہو۔ میر صاحب کا تعزیہ آٹھویں کو اٹھتا ہو رات کو علم اٹھیں گے (اسیطرح ۴۹ استعمال اٹھنے کے تحریر فرماے ہیں)۔

"احدی" فقرہ۔ کیا جس کے نوکر جاکر ہوتے ہیں وہ احدی بنکر بیٹھ رہتے ہیں۔

"احسان اتارنا" فقرہ۔ تھوڑا سا روپیہ خرچ ہو گیا تو بلا سے اوچھے کا احسان تو اتر گیا۔

"ادرک کا لچھا" فقرہ۔ ادرک کا لچھا میاں فیض علی کی دکان کا بال سے باریک ہوتا ہے۔

"ادھار" فقرہ۔ ہمارے یہاں دمڑی کی چیز بھی ادھار نہیں آتی۔

"ادھر کی دنیا ادھر ہو جانا" فقرہ۔ ادھر کی دنیا ادھر ہو جاے مگر وہ اپنے خیال سے باز نہ آئیں گے۔

"ادھن" فقرہ۔ پانی تو ادھن ہو رہا ہو اس سے خاک تسکین ہوگی۔

"اندھا دھند" فقرہ۔ بے سوچے سمجھے اندھا دھند روپیہ اٹھاتے چلے جاتے ہیں۔

"اوچھا ہاتھ پڑنا" فقرہ۔ خیریت ہوئی کہ ہاتھ اوچھا پڑا ورنہ کام تمام ہو گیا تھا۔

"اوڑ" فقرے۔ یاران کوٹ تو تم نہیں چھوڑے جاتے ہو اور جو پانی آجاے، تو کیا کرو گے۔ یہ منہ اور مسالا؟ تم اور شاعری جسقدر میں طرح

دیتا ہوں وہ اور شیر ہوتے جاتے ہیں۔ اتنی روشنائی کافی نہوگی اور عنایت کیجئے۔ تم اور سمجھے ہو میرا مطلب اور ہی۔ ابھی ہم کو کون روک سکتا ہی جائیں اور جائیں۔ حکیم صاحب آے اور ہیں اچھا ہوا۔ تم وہاں گئے اور دھرے گئے (۱۴ معنی ہیں اور اُنکے استعمال کو دکھایا ہی)۔

مکتوبات امیر مینائی

جناب امیر مرحوم نے جو خطوط اپنے احباب اور تلامذہ کو وقتاً بعد وقتٍ تحریر کیے ہیں انکو باصرار ارباب علم میں نے اس مجموعے میں بسعی تمام جابجا سے طلب کرکے جمع کیا ہی۔ ان خطوط کی سلاست زبان، اور متانت بیان کا اظہار غیر ضروری ہی۔ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید"

جو لوگ طالب فن انشا ہیں اُنکے واسطے یہ خطوط استاد شفیق کا کام دینگے زبان کی فصاحت و متانت، معاملہ نگاری، مختصر نویسی، ہر بات کی تحقیق، صحت و خطا کی احتیاط، یہ تمام باتیں اور غور کرنے والوں کو اِن سے بہت زیادہ یہ تحریریں تعلیم دیں گی۔ اِن امور کے علاوہ احباب سے اخلاص تلامذہ کے ساتھ شفقت، عزیزوں سے محبت، تقوی، صبر و رضا استقلال، اور دوسری صفات پاکیزہ کا سبق بھی حاصل ہوگا۔ بہر حال امید کیجاتی ہی کہ تمام پہلوؤں سے یہ مجموعہ ہر مذاق سلیم کے لیے مفید ثابت ہوگا۔

ثاقب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطوط منشی امیر احمد

۱۳۲۸ھ

حکیم برہم صاحب اڈیٹر ریاض الاخبار (گورکھپور) کے نام

نمبر ۱

۶۔ محرم ۱۳۰۷ھ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ محبت نامہ آیا آپ کی محبت آمیز عذر خواہی نے مجھکو پشیمان کیا اب اس کا ذکر ہی جانے دیجیے۔ جوش فساد آب و ہوا سے آجکل ہر وقت موت کا سامنا رہتا ہی ذرا اطمینان ہوا اور میں نے غزلیں دیکھیں، خاطر عاطر جمع رہی، یہ پوسٹ کارڈ اس لیے لکھا کہ نگرانی رفع ہو۔

امیر فقیر

نمبر ۲

۲۸۔ مارچ ۱۸۹۱ء

پیارے برہم۔ لکھکر پچھتا رہا ہوں کہ برہمی پیارے ہو نیکی چیز کہاں ہی کہ میں نے پیارے برہم القاب میں لکھا پھر یوں دل کو تسکیں دیتا ہوں کہ کسی کی برہمی بھی تو کسی کو مزا دیجاتی ہی میرا مخاطب تو بعنایت الٰہی مجھ پر مہربان ہی ابتدا میں البتہ کسی قدر اثر تخلص کو کام میں لایا تھا مگر جب دیکھا کہ اس سے یہ کڑیاں نہ اٹھیں گی تو اب رحم آگیا مہربان ہو گیا۔ اور خدا سے امید ہی کہ مہربان ہی رہیگا اس کی تقصیرات صدور سے پہلے ہی

عفو کر دے گا۔ پیارے برہم ۷۔ فروری کا خط اس وقت نظر کے سامنے ہے
اور تاخیر تقصیر جواب سے مجھے محجوب کر رہا ہے۔ امیر اللغات کو خدا رونق دے
ذرا میری زیر باری گھٹے تو ضرور ایک وقت اصلاح کے واسطے نکالوں گا
امیر اللغات کا پہلا حصہ چھپ گیا۔ اسی ہفتہ میں خریداروں کو پہنچے گا۔ اشتہارات
بعض ہندوستانی اخباروں میں چھپ گئے انگریزی اخبار پاینیر میں ڈیلی
ٹو ۲۳۔ مارچ کو شائع ہو گیا عنقریب اشتہار انگریزی بھی جو ایک منتخب ادیب
مسٹر فلپ صاحب ڈاکٹر ریاست رامپور نے لکھا ہے پاینیر میں ملفوف
ہو کر نکلے گا تاکہ عموماً فرنگیوں کو اطلاع ہو جائے حضرت خانہ کو چندے
ابھی اور رہنے دو خدا ذرا اطمینان دے تو اچھا ہو کر بنگلے بغیر اپنے
چھپوانے ہوئے خاطر خواہ نہ چھپے گا۔ منشی نظام الدین صاحب نظام کی
لیاقت سے میں بخوبی آگاہ ہوں افسوس کہ بڑی ناقدردانی کے وقت میں
وہ پیدا ہوئے اور بہت خراب مقام پر انکا قیام ہے خدا ان کو کہیں اچھی
جگہ پہنچائے۔ میری آرزو تو یہ ہے کہ امیر اللغات کو رونق ہو تو ان کو
اسی دفتر میں رونق افزائی کی تکلیف دوں میرا سلام کہیے گا۔ محمد احمد تسلیم گزارش ہے

امیر فقیر

۷۔ جون ۱۸۹۱ء — نمبر ۳

پیارے برہم دعائیں لو۔ نور چشم ممتاز نے امیر اللغات سے متعلق تمہارے
حکموں کی تعمیل کر کے کارڈ اطلاعی تم کو لکھ بھیجا۔ اس خط میں کوئی بات
جواب طلب نہیں البتہ وہ قطعہ جس کا ایک مصرع تم نے لکھا ہے مصرع اوپر کے

ملتے ہیں وہ بھیجتا ہوں۔ ٹھیک ٹھیک وہی لفظ جو عہد واجد علیشاہ مرحوم میں
کہے تھے یاد نہیں رہے اس لیے کہ عہد شاہی تک جو کلام مرتب ہوا تھا وہ
غدر میں تلف ہوگیا اسوقت خیال کرنے سے جو مصرع یاد آئے وہ یہ ہیں

مجھکو حقہ دے کے ٹالا غیر کو بوسہ دیا   دیکھنا بیداد و مہر سے دینا اپنے حلوا کو
حصہ کسی کا دیدیا کسی کو ذرا انصاف کر   دو دیے حلوا مجھے حلوا سے بیڑے دو دو اور کو

منشی نظام الدین صاحب کی تنگ حالی سے بہت دل دکھا۔ اللہ تعالی رحم
فرمائے۔ ان کی صفات انسانی کا کیا حال ہو کچھ لکھنے کا مگر نہایت سچائی
کے ساتھ تحقیقی باتیں جو قابل اعتنا ہیں کامل ہوں۔ محمد احمد مع اخوان تسلیم
رساں ہیں۔ جلیل سلام کہتے ہیں۔ وسیم ایک میرے یہاں سے اس دفتر میں نہیں
ہیں راجہ جونپور کی سرکار میں نوکر ہیں سال بھر کے بعد کل انکا ایک خط آیا ہے۔

امیر فقیر

نمبر ۳   ۱۵ جون سنہ ۹۲ء

پیارے برہم۔ مدت کے بعد داغ دل کا مرہم آیا۔ تمہارے عذر کوتاہ قلمی
نے مجھکو اپنی تقصیر پر اور زیادہ منفعل کیا کیا عرض کروں فکر و آلام۔ امیر اللغات کا
دوسرا حصہ عنقریب چھپنے جائے گا پروف تو ہیں دیکھنے کو نہیں ملتا ہمیں
کیونکر پہونچ سکے صرف کاپیاں آتی ہیں وہ دفتر میں مقابلہ ہوکر واپس جاتی
ہیں کاپیوں کو پتھر پر ڈالکر پروف اتار کر اگر صاحب مطبع بھیجیں تو جبتک پروف
واپس نہ جائیں جبتک چھاپنے سے معذوری ہو اور انکے پتھر گھرے رہیں
یہ ہرج کوئی کیوں گوارا کرے گا۔ ہاں کسی مطبع کا بہت بڑا کارخانہ ہو پتھر

بکثرت ہوں تو شاید ایسا ہو سکے۔ اغلاط بھی اسی سے رہجاتے ہیں کہ پروف
نہیں آتا کاپی میں بن بھی جاتا ہے تو مطبع میں بنانے سے کچھ رہ بھی جاتا ہے پروف
آئے تو مکرر نظر ہوا اور غلطی بہت ہی کم رہے۔ کاش آپ رتلام کے عوض اکبرآباد
میں ہوتے یا ایسے فارغ البال اولوالعزم ہوتے کہ اسی ضرورت سے اکبرآباد
میں رہ سکتے تو پروف دیکھتے اور اپنے سامنے چھپواتے۔ اکمل الاخبار ایک
دوست کے پاس سے اکثر یہاں آجاتا ہے میں کبھی دیکھتا نہیں ہوں اس لیے
کہ مفت رنج ہوگا مگر آہ کی نظر اکثر پڑ جاتی ہے۔ جہاں کہیں آتا ہو تم بھی وہاں سے
لیکر دیکھ لیا کرو تو بہتر ہے۔ مجھے یقین نہیں کہ ریاض تم سے خفا ہوں بلکہ مرگ خاتون
نے ان کو اپنی زندگی سے بیزار کر دیا ہے۔

آپ کے دوست ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے امیر اللغات کے حصص آئندہ
کے دیکھنے کا شوق جس پیرایے میں ظاہر کیا اس کا میں ممنون ہوا
میری طرف سے بعد سلام اخلاص انضمام کہیے کہ اگر امیر اللغات کی تکمیل جلد
منظور ہے تو کسی حکمت سے ایک لاکھ روپیہ دلوائیے پھر دیکھیے کتنے جلد حصے
نکلتے ہیں۔ مجاہد خاتم النبیین ڈاکٹر صاحب کے واسطے آج ہی کی ڈاک میں
روانہ ہوتا ہے۔ صنم خانۂ عشق کے چھپ جانیکی خبر تو آپ نے سنی۔ فال نیک
سے زیادہ اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے، اگر چھپا ہوتا تو پہلے آپ کو پہونچتا۔
منشی فیاض الرحمان صاحب اور قاضی خیر اللہ صاحب کی خدمت میں سلام
شوق۔ فرزندان فقیر مع حبیب رسان ہیں میاں برہم، اب خط لکھا ہے
تو لکھتے رہو۔ پھر ایسا غوطہ نہ لگانا کہ مہینوں خبر نہ لو۔ میں تو پیرانہ سالی اور

خستہ حالی سے معذور ہوں مگر تم ماشاء اللہ جوان ہو میری کوتاہ قلمی کو معاف کر دیا
کرو۔ سب اہل دفتر آداب کہتے ہیں۔ آپ کو جو کچھ لکھا ہے وہ اس کا جواب
اپنے قلم سے دیں گے فقط   تمھاری محبت کا منت پذیر امیر فقیر

۸۔ اکتوبر ۱۸۹۲ء۔   نمبر ۵

پیارے برہم ؎

غصّے میں تیرے میں نے عجب لطف اُٹھایا   اب تو عمداً اور بھی تقصیر کروں گا

تمھاری تحریر آئی اسی وقت غزل دیکھی بہت اچھے اچھے شعر ہیں، دو ایک جگہ
تصرف کیا۔ اس زمانے میں حب بول کا دورہ پڑا تھا۔ میں اور بھی ناتوان ہو گیا
ہوں اور عسر بول کی تکلیف تو روز ہی رہتی ہے۔ اشعار قصیدے کے آئیں گے تو
بشرط امکان دیکھ کر بھیجوں گا۔ آپ کے باب میں تحریک باطنی اور ظاہری بھی باقی
ہے۔ خاطر جمع رکھیے انشاء اللہ آپ بہت جلد کامیاب ہوں گے۔

ز عمر خویش برخوردار باشی   بشرط آنکہ با ما یار باشی

امیر فقیر

رامپور اسٹیٹ ۶۔ نومبر ۱۸۹۲ء   نمبر ۶

پیارے برہم۔ خدا تم کو تمھاری آرزوؤں میں کامیاب کرے۔ تم نے محض اپنی
سعادت اور دلسوزی سے میرے امراض اور شکایات کی تفصیل چاہی ہے۔ میں
تمھارا شکرگزار ہوں مگر کیا لکھوں کیا نہ لکھوں اس لیے کہ ؎

خانۂ ملاح در چین ست و کشتی در فرنگ

تم بھوپال میں ہیں رامپور میں، اور حالات اور شکایات میں اتنا جلد جلد تغیر ہوتا ہے
کہ جب تک میں اپنا حال تم کو لکھ کر بھیجوں اور تم کوئی دوا تجویز کر کے مجھے لکھو اس
وقت تک وہ شکایت جاتی رہے اور ایک دو نئی شکایتیں پیدا ہو جائیں۔ مگر
تم نے دلسوزی اور محبت و سعادت سے میرا حال تفصیل پوچھا ہے، تو اب ضرور
ہوا کہ شکر گزاری کے ساتھ ان تکالیف سے تم کو مطلع کروں۔ میرے بعض
احباب نے جو طبیب ہیں میرا مفصل حال دریافت کیا تھا اور میں نے
ان کے سوالات کے مقابل میں جواب لکھوا دئیے تھے۔ اسی کی نقل تم کو
بھیجتا ہوں۔ ان کو دیکھنے کے بعد اگر اور کوئی بات دریافت طلب ہو گی
تو مجھ سے پھر پوچھ لینا۔ ہاں اتنا لکھ دینا اور ضروری ہے کہ پارسال جو دورہ
حبس البول کا پڑا تھا اور جس کا ذکر ان جوابات میں ہے اس کے بعد اس سال
اسی مہینے اور اسی تاریخ کو دورہ پڑا یعنی ۱۲۔ ربیع الاول تھی۔ کئی دن پھر
سخت تکلیف رہی مگر الحمد للہ کہ قاثاطیر سے کام لینے کی ضرورت نہیں پڑی تدریج
ادرار ہو گیا اگرچہ تھوڑی تھوڑی تکلیف کا اثر کئی روز تک رہا۔ اب میری حالت
یہ ہو گئی ہے کہ چار چار پانچ پانچ منٹ کے بعد حوکی پر جاتا ہوں نہ کہیں آنے
جانے کے قابل رہا نہ کسی سے ملنے جلنے کے لائق۔ پیشاب سوا پیشاب سے یہ شکایت
پیدا ہو گئی ہے کہ اجابت کئی کئی بار ہوتی ہے کبھی تلین کے ساتھ اور کبھی ذرا ذرا
سی ملیں۔ سینے پر ایک سوزش اور جلن رہتی ہے، ریاح نہایت جلتے ہوئے
خارج ہوتے ہیں۔ اجابت ہو جانے سے سوزش وغیرہ میں کمی ہو جاتی ہے اور
اجابت نہیں ہوتی تو بدستور بے چینی رہتی ہے۔ میں نے بعض احباب کے

اصرار سے غزل کہی ہے اب تک دفتر گلچیں میں نہیں بھیجی۔ امراض اور ضعف دل و دماغ اب مجھے فکر کرنے کی فرصت نہیں دیتے، کبھی نثار کے اصرار سے مجبور ہو کر کوئی غزل کہنے کا خیال کرتا ہوں تو دو چار روز میں اٹھتے بیٹھتے کچھ شعر ہو جاتے ہیں۔ اسیطرح دو تین بار اس زمین میں بھی خیال کیا جو شعر ہو گئے اس میں سے بار بار انتخاب کرکے ممتاز نے صرف پچیس پچیس شعر کی دو غزلیں رکھی ہیں اور یہی رائے ہے کہ اسی قدر گلدستے میں چھپنے کو بھیجی جائیں۔ مگر میں ان کو بھی زیادہ سمجھتا ہوں فقط امیر فقیر

رام پور اسٹیٹ ۲۰ مارچ ۱۸۹۳ء نمبر ۷

منشی برہم کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ تحریر تمھاری پہنچی، باوجود تپ لرزے میں مبتلا ہونے کے دو تاریخیں ایک فارسی اور ایک اردو لکھکر قاضی صاحب کی خدمت میں بھیجدیں۔ اور تمھاری نسبت بھی مختصر الفاظ لکھ دیے مجھے جناب قاضی صاحب کی کوئی تحریر نہیں پہونچی۔ ورنہ کیا ممکن تھا کہ میں جواب نہ لکھتا یا تعمیل نہ کرتا فقط امیر احمد عفی عنہ

ریاست رامپور ۲۲ اگست ۹۵ء نمبر ۸

پیارے برہم تم میرے زخم جگر کے مرہم ہو تمھاری لکھی ہوئی تحریر محبت خمیر نے میرے پریشان دل کو جمعیت بخشی اور افکار و انتشار کی جماعت کو درہم برہم کر دیا۔ خدا کرے تم ہمیشہ شاد اور آباد اور تمھارے بدخواہ برباد رہیں۔ تمنے بیشک

مجھے اپنے دل سے بھلا ڈالا ہے کہ مجھے برسوں یاد نہیں کرتے ہو۔ مگر اس پر
بھی میرا محبت منزل دل تم کو نہیں بھولا، گو یہاں بسبب موانع قوتِ تحریر کی
نوبت نہیں آتی۔ مگر تمھاری یاد بالکل نہیں جاتی۔ تم سے اور تمھارے خطوط
سے تمھاری یاد ہی اچھی۔ اب جو تم نے اپنی ملاقات سے مسرور کرنیکا وعدہ
کیا ہے خدا تمھارے وعدے کو پورا کرے جو تمھارا وعدہ ہے وہی میری تمنا ہے
اور ایسی تمنا کو پورا ہوتے میں نے بہت کم دیکھا۔ اس لئے اس وعدے
سے دل کو پوری خوشی نہیں ہو سکتی۔

میری پریشانیوں کا دفتر بہت بڑا ہے اس کے لکھنے کو فرصت اور اطمینان
چاہیئے۔ اور فرصت اور اطمینان ہی کا یہاں کال ہے۔ بہرحال جس حال
میں ہوں اللہ کا شکر کرتا ہوں۔ کبھی کبھی تمھارا مختصر و منتخب کلام آتا تو
میں باینہمہ اس کے دیکھنے کا قصد کرتا اور پھر بھی ممکن نہوتا تو عذر کرتا۔
شکر ہے کہ عذر میرا بغیر ظاہر کئے ہوئے پہلے ہی سے تمھارے یہاں مقبول ہے
امیر اللغات کے دونوں حصے تمھارے طلب کے موافق بھجوا سکتا ہوں مگر
ویلو پی۔ ایبل تو روانہ ہو نہیں سکتے۔ اس لئے کہ قیمت فوراً ادا کرنا نہیں ہے
لہذا تم کہو تو بصیغۂ بیرنگ روانہ کر دیے جائیں پیڈ بھیجنے میں تلف ہونیکا
اندیشہ ہے کئی نسخے اس طرح بھیجنے میں تلف ہو چکے ہیں۔ سب چھوٹے
بڑے ماوجب گذار ہیں۔ جلیل تمھاری محبت کے جلیل تسلیم بالوفا التکریم
والتبجیل کہتے ہیں۔ داعی خیر۔ امیر فقیر

نمبر ۹

رام پور - ۲۲ - نومبر ۹۵ء

عجبی - سلام و دعا انضمام - مدت سے تمھارا محبت نامہ نہیں آیا یہ بھی تمھارا
آنا ٹھہرا۔ تم کو یہ عذر ہوگا کہ ضروری کاموں سے فرصت نہیں ہوتی تو کیا
تمھارے نزدیک یہ ضروری کام میں داخل نہیں ہے کہ اپنے داعی خیر کو دو کلمہ
خیریت سے کبھی کبھی مطمئن کرو خیر ہم کو یاد کرو یا نکرو ہم تو دعا سے یاد کرتے ہیں

گو نہیں پوچھتے ہرگز وہ مزاج
ہم تو کہتے ہیں دعا کرتے ہیں

صنمخانۂ عشق کو نظر ثانی سے میں نے مکمل و مہذب کر لیا ہے کچھ کسر باقی
ہے بعض احباب سخت مصر ہیں کہ چھپے امید ہے کہ اب کے ایسا ہی ہوگا اسکو
اشاعت وغیرہ میں مدد دینے اور خریدار بہم پہونچانے کی نسبت تمھیں کچھ لکھنے
کی حاجت نہیں ہے - اتنا تم سے کہتا ہوں کہ یہ دیوان دیوان اول سے
بدرجہا اولی ہے - باعتبار زبان اور مزے کے اور باعتبار بلاغت کے بھی - اور
ہاں اب امیر اللغات کے روپئے تو بھیجدو - تم نے بڑی دیر کی - بڑی ضرورت
ہے - جلیل آپ کے محبت کے عاجل سلام عرض کرتے ہیں -

امیر فقیر

نمبر ۱۰

ریاست رام پور ۱۶ جون ۹۸ء

ولغو اعزا احباب - سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون - میں داغ مفارقت احباب
دل پر لیے ہوئے شب کو رامپور پہونچا - پوسٹ کارڈ اطلاع خیریت کیواسطے
بھیجتا ہوں - جلیل ایک ہفتہ کیواسطے لکھنؤ سے ناگپور گئے اور خلیل کو ایک
سفارش کا خط لکھنؤ سے مل گیا وہ رامپور پہونچے لطیف و مسعود سلام کہتے ہیں

مکرم برادران جناب قاضی صاحب کے حالات خیریت آیات سے مجھے ضرور مسرور
کیجئے اور میری طرف سے بہت بہت سلام نیاز پہونچائیے اور جو بات مجھے
لکھ بھیجنے کے قابل ہو وہ ضرور لکھئے اور حسب وعدہ ہمیشہ صلاح نیک سے
شاد کام رکھئے۔ جملہ عزیزان و احباب کو نام بنام دعا و سلام کہئے فقط
امیر فقیر۔ بقلم دیگرے

رام پور۔ ۱۵۔ جولائی ۱۸۹۷ء نمبر ۱۱

دلنواز سلام مسنون۔ گیارھویں صفر کا لکھا ہوا خط چودھویں کو آیا اور آپ کی
خیریت سے مسرت ہوئی اور صغر علی خاں مہتمم فراشخانہ کی جوانمرگی سے
عبرت و حسرت۔ قاضی صاحب کی خدمت میں عیادت نامہ مختصر لکھا ہے آپکا
مورد عواطف .... ہونا باعث مزید سرور ہوا خداوند تعالیٰ ہر جگہ
آپ کو رسا اور کامگار رکھے، میں بھی موقع پر حسن یاد آوری کا شکرگزار ہوں،
بارش یہاں بھی دسویں صفر سے جوشا جوش ہے۔ میری طبیعت اب تک
سنبھلی نہیں۔ موسم بھی خراب آگیا ہے۔ سب کیفیت سے مطلع کیجئے فقط
امیر فقیر

رام پور ۱۵ ستمبر ۱۸۹۷ء نمبر ۱۲

پیارے ہم، سلام و دعا۔ ۳۰۔ اگست کا لکھا ہوا خط آیا غزلوں کا پلندہ
بھی پہونچا، آپ کی بہن کے یہاں چیچک پھوٹ جانا اور آپ کی کچہری سے
سامان معاش احباب اٹھ جانا باعث افسردگی دل ہوا۔ خداوند تعالیٰ

حسن نیت کے اثر سے نعم البدل عطا فرمائے۔ وزیر صاحب بہادر کو ایک خط اسی دن
روانہ کرچکا تھا جسدن آپ کا خط آیا ان کا وعدہ تو اس خط میں یاد دلایا گیا
ہے۔ اور اجازت چاہی گئی ہے کہ لطیف یہاں وہاں حاضر ہوکر امیدواری
کریں اور سلام سے مشرف ہوا کریں۔ انسپکٹری کی تخصیص کرکے لکھنا قبل اسکے
کہ اس خط کا جواب آئے مناسب معلوم نہوا اگر وہ خط یاد دہی کا میں نے
نہ لکھا ہوتا تو آپ کی رائے کے موافق انسپکٹریوں کے سلسلے میں جگہ ملنے کی
درخواست کرتا برابر دو خط ہو پہنچنے پر خیال آتا ہے کہ مبادا جناب وزیر صاحب
کی طبیعت پر گراں گزرے۔ نور عین لیاقت حسین کے واسطے بھی بہت
خیال ہے اس واسطے کہ ان کا تکفل کثیر اور وہ بہت پریشان ہیں۔ جناب
قاضی صاحب کے فرزند صحت سے آپنے سامعہ نوازی کی میں بہت خوش ہوا
میری طرف سے تہنیت صحت کسی موقع پر ادا کیجائے۔

(ج) سے آپ کا کچھ بس نہیں چلتا اور وہ جیم کے پیٹ میں ایک نقطہ
ہے اپنی فکر رسا سے کوئی اچھا اور معقول کام لو تو جی خوش ہو اپنی میرے
بہلا دینے کی تو تم کو تھوڑا سا [illegible] جب قلم اٹھاؤ گے بہلا لوگے۔
دیکھو غزلیں تمھاری دیکھیں قدر کرو تو ایک ایک اصلاح بہت قدر کے
قابل ہے۔ سرسری نہ دیکھنا بہت غور کرنا شعر تمنے کئی غزلوں میں بہت
اچھے اچھے کہے ہیں وجوہ تصرف اکثر جگہ تمھارے ذہن سلیم پر اعتماد
کرکے نہیں لکھے۔ میں جس حال میں ہوں وہ مشغلۂ شعر و سخن کے بالکل
مخالف ہے محض تمھاری خاطر سے تمھاری غزلیں دیکھی ہیں۔ بیتے کے بیتے

شاگردوں کے کلام سے بھرے پڑے ہیں۔ تم پہلے مجھکو مطمئن کردو پھر جتنا
کلام چاہو بھیجو۔ حکیم صاحب حکمت کی باتیں تم کو بہت آتی ہیں۔ کام کی
بات ایک نہیں آتی۔ سچی بات لکھی ہے۔ برہم نہ ہو جانا۔ فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۳

رامپور ۔ ستمبر ۹۰ء

پیارے برہم، اسوقت سلام و دعا سب ندارد۔ اس لیے کہ ایک تحریر سے معلوم
ہوا کہ آپ راے سین کے انسپکٹر ہوگئے۔ اگر یہ سچ ہے تو ہم سخت ناچار و مضطر
ہو گئے۔ اب درد دل کسکو لکھیں، کسکی رسائی ذہن کے اسپ کا ویں رسائی تقدیر
کی امید رکھیں، معلوم نہیں کیا مصلحت ہے کہ آپ نے پہلے تحصیلداری سے
انکار کیا اب انسپکٹری قبول کر لی۔ ہماری نظر میں آج وہ شہر سونا ہو گیا۔ خیر
عزیزوں کا اللہ والی ہے خدا سے دعا ہے کہ آپ جہاں رہیں خوش رہیں اور ہمیشہ اپنی
خوشی سے خوش ہونیوالوں کا دل خوش کیا کریں اور ہم کو بتائیں کہ اب ہم تحریکات
خاص کی کیا سبیل نکالیں۔ اور کوئی مطلب اس خط میں لکھنے کا موقع نہیں
راے سین کا ٹھیک پتا ایسے خط سے کہ پڑھا جاوے لکھ بھیجئے۔ لطیف و مسعود
اور سب عزیزان ما وجب گزار ہیں۔ ایک خط اور کلام تمھارا کئی روز ہوئے
بھیجا ہے اس کی رسید کا انتظار ہے۔

امیر فقیر

نمبر ۱۴

رامپور ۔ ۱۳ اکتوبر ۹۰ء

مکرمی برہم۔ دعا کے بعد مدعا یہ ہے کہ تمھاری تحریر شعر ناچاقی طبیعت ہو چکی

سخت تشویش و ملالت افزا ہوئی جس وقت سے یہ خط آیا ہی تمھاری ہی طرف جی لگا ہی۔ دعا کے سوا بیچارے بندوں کو چارہ کیا ہی۔ خدا کرے اس خط کے پہونچنے تک تمھاری طبیعت صاف ہو گئی ہو اور مژدۂ صحت دلخواہ جلد سامعہ نوازی کرے۔ اور اب خیر سے حسب دلخواہ کامیابی کے ساتھ تمھارا قیام دارالاقبال ہی میں رہی۔ امید ہی کہ اپنی طبیعت پر جبر کر کے جلد جلد حالات خیر آیات سے رفع نگرانی کرتے ہو۔ کئی روز ہوئے۔ ایک خط میں نے تمھارے مستقر حکومت انسپکٹری کے پتے سے روانہ کیا ہی کیا عجب وہاں سے واپس ہو کر بھوپال میں تم کو ملے سب کی طرف سے سلام و مزاج پرسی۔

امیر فقیر

نمبر ۱۵

رامپور۔ ۱۴ نومبر ۱۸۹۷ء

محب دلنواز۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ آپ اب کس حال میں ہیں کیسا مزاج ہی؟ میرے خط کا جواب بھی نہ دیا جو خبر علالت سنکر بقدر لکھا تھا۔ میں آپ کی صحت کے لئے ہر وقت دست بدعا ہوں اور کچھ کیفیت دریافت نہونے سے نہایت متردد ہوں۔ خدا کرے اب آپ کو آرام ہو۔ اس کارڈ کو پاکر بوابسی ڈاک جواب بھیجئے۔ اور مفصل حال لکھکر مطمئن کیجئے۔ سب کیطرف سے مادیبا اور جلیل حسن کیطرف سے مزاج پرسی۔

امیر فقیر

نمبر ۱۶

۵۔ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

پیارے برہم۔ اندھا چاہتا ہے کہ دو آنکھیں پائے ؟ کا مدار کا کہنا اور

تمھارا یقین کرنا اور یہ لکھنا کہ کا مدار مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے ایک حاجتمند کو خوش ضرور کرتا ہی مگر ساتھ ہی اس کے یہ ظاہر کرنا کہ وفا سے وعدہ کا وقت معین نہیں ہو سکتا۔ اس خوشی کو مٹاتا ہے در و خریف کا وقت تو گزر گیا۔ اب ربیع کا وقت قریب ہے۔ دیکھا چاہیئے۔ بہر کیف جب تک رقم مجوزہ یہاں پہونچ نہ جائے اس وقت تک میں تمھاری توجہ کا قائل نہیں ہوں

این را کہ گرد کرا آشنا ست

باتوں میں خوش کر دینا تو تمھارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہی۔ جان من ایسی کوشش کرو کہ کام نکلے ہاتھ چلے تنگدستی نے تنگ کر رکھا ہی براہ بے تکلفی تم کو لکھا ہی مستعد ہو جاؤ۔ زیادہ لکھنا فضول ہے۔ در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست فقط

امیر فقیر عفی عنہ

نمبر ۱۷

۷۔ جنوری ۱۸۹۹ء ۵۔ رمضان ۱۳۱۶ھ

سلام و دعا۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا خدا کرے آپ کی حسن تقریب حسب دلخواہ عمدہ اثر پیدا کرے۔ لطیف میاں گلدستہ چھپوانے لکھنؤ گئے ہوئے ہیں اور اہل مطابع کے ناز اٹھا رہے ہیں مسودہ مہذب و منتخب ہیں سے ساتھ لیگئے ہیں۔ خدا کرے جلد نکلے۔ ابتدا میں ہر کام وقت سے ہوتا ہے رفتہ رفتہ جب اپنا مطبع ہو جائے گا تو آسانی ہو جائے گی۔ ماہ صیام میں خط لکھنا بھی دشوار ہی۔ مختصر نگاری معاف ہو فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۸

رامپور ۱۲ دسمبر ۱۸۹۹ء

پیارے برہم۔ تمہارا خط آیا۔ غزل پہونچی۔ لطیف میاں لکھنؤ گئے ہیں دو چار دن میں آئیں گے۔ غزل پر اصلاح توجہ سے ہو گی بشرطیکہ اصلاح مثنوی معاوضہ کا عمدہ نتیجہ تمہاری کوشش سے ظہور پذیر ہو۔ تم سارے آدمی اور اب تک اس باب میں حسن کارگزاری کا پتہ نہیں لطیف صاحب کا خط تم کو پہونچا ہوگا تمہارا خط اور غزل انکو تفویض کرنے کے لئے در امانت میں ہے جو مطالب تم نے لطیف میاں کو اپنی غزل اور گلدستے سے متعلق لکھے ہیں وہ ان سب کا بخوبی لحاظ کریں گے اور کوئی جدید مطلب نہیں۔ سب عزیزان و احباب با وجہیہ بسان ہیں۔ یہ شکنیہ کچھ نہ لکھا کر اب تم کس کام میں ہو ضرور لکھو فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۹

حیدرآباد دکن ۳ اکتوبر ۱۹۰۰ء

داغ دل کے مرہم پیارے برہم۔ دعا سلام۔ اپنے سوالوں کا جواب لو۔ بحر متقارب کی تخصیص نہیں ہر بحر سالم میں تسبیغ کراہت سے خالی نہیں محقق نصیر الدین طوسی نے معیار الاشعار میں اس کی تصریح کی ہے اور یہی محقق، بحر متقارب میں یہ شعر

بیا ساقیا آن چو آزادہ سروی   و لیکن برخسار مانند گلنار

لکھکر لکھتے ہیں "و این ناپسندیدہ است چہ حرف آخر از دائرہ بیرون افتادہ" اور متقارب فراخ میں اہل فارس اور اہل اردو نے تسبیغ کا استعمال کیا ہے اور اسکو کسی نے مکروہ نہیں جانا فقط

گر تیغ بارد در کوے آں ماہ — گردن نہادیم الحمد للہ

تقطیع مصرع اول، فعلن فعولن فعلن فعولان تقطیع مصرع ثانی فعلن فعولان فعلن فعولان۔ میر؎

اب حال اپنا اسکے ہے دلخواہ — کیا پوچھتے ہو الحمد للہ
مشقت کو محنت کو جو عار سمجھیں — ہنر اور پیشے کو جو خوار سمجھیں

میری راے میں یہ سالم ہے نہ مسبغ۔
قرن بفتحتین صحیح ہے۔ انوری؎

دہ قرن از کرمت بردہ جہاں برگ نوا — تو چہ دانی کہ جہاں بے تو چہ بے برگ و نواست

مایقرء کا استعمال خط وکتابت کے ساتھ ہے جیسے کہیں فلاں شخص کا خط مایقرء ہے خوشنویس نہیں، اور کسی چیز کیساتھ استعمال میں نے نہیں سُنا۔

بحر نے جو ایک شعر میں؎

اب مجھ سے التیام کی باتیں نہ کیجئے — دل تم سے پھٹ گیا جگر افگار ہو گیا

مصرع اولی میں کیجئے کیساتھ خطاب کیا ہے اور دوسرے مصرع میں تمسے یہ بحر پر موقوف نہیں بلکہ اس زمانے تک اکثر معاصرین بحر جنکا شمار اساتذہ میں ہے اسکے تارک نہ تھے۔ ان کے بعد متاخرین نے اس اختلاف خطابات سے احتراز کیا۔ میں بھی انھیں تارکیں میں ہوں،

امیر فقیر

رامپور ۲۶۔ اگست — نمبر ۲

پیارے بہ ہمہ سلام و دعا، چہرہ نگار محبت نامہ سعادت شمامہ ۲۲۔ اگست کا

لکھا ہوا ۲۴ ۲ رکو آیا انتظار مٹا یا دل بڑھایا۔ دیکھا چاہیے یہ رائے آپکی کہ سرکار عالیہ حکم عرضداشت پر ضرور ہی لکھوائیں گی" کہانتک صحیح ہے ارادے کے موافق آپ منشی صاحب سے ملے ہوں اور عرضداشت کا ملاحظہ ہو معلوم ہوا ہو تو آیندہ کوئی رائے قائم ہو سکے جس کی نسبت آپ کا خیال ہے اگر جواب لکھوائیں گی تو انھیں سے انکو (ج) سے توڑنا ذرا مشکل بات ہے۔ شاید آپ کی جودت اور کوئی حکمت کام کر جائے بہرکیف اب آپ کی آیندہ تحریروں کا انتظار رہے گا۔

آپ کے وجع الورک اور درد گلو نے دل دردمند کو اور بھی دردمند کر دیا الحمدللہ کہ ان امراض سے نجات ہوئی جناب قاضی صاحب کی اذیتوں کا تصوّر ہر دم دل کو تڑپاتا ہے۔ معاذ اللہ کیسے کیسے صدمے اٹھائے ہیں، میں نے مزاج پُرسی کا خط لکھا تھا جواب اسی سے نہ آیا کہ زخم میں پھر شگاف کی حاجت ہوئی اور تکلیف گھٹکر بڑھ گئی۔ اب اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ آپ کسی موقع پر میری طرف سے بکمال نیاز و خلوص سلام و دعا اور اس بانکپن اور جرأت کے ساتھ شگاف دلوانے پر آفریں و مرحبا کہئے۔ میں اکثر اوقات دعائے صحت دلخواہ میں مصروف رہتا ہوں۔ مجیب الدعوات مستجاب فرمائے۔ ابتک فساد آب و ہوا کا وہاں باقی رہنا اور بھی دل کو پریشان رکھتا ہے۔ آغاز ماہ اگست سے اس ملک میں بھی یہی مرض وبائی پھیل رہا ہے ہر وقت دھڑکوں ہی میں گذرتی ہے حق تعالےٰ ہر جگہ سے اس بلا کو دفع فرمائے۔ سب جگہ امن چین ہو جائے فقط امیر فقیر

نمبر ۲۱

پیارے برہم! دوبارہ پان بھیجنے کا شکریہ۔ اس مرتبہ پان بالکل ضایع گئے۔ ایک تو ڈھولیوں کے اندر بہت ہی ناقص ریزے بھرے ہوئے تھے۔ دوسرے ہرے اور خام ہونے سے ٹھہر نہ سکے۔ اگلے پان بھیجو تو سفید پکے پان اعلیٰ درجہ کے بھیجو۔ وہ مسلّم پہونچیں گے اور زیادہ ٹھہریں گے۔

میری حالت نورچشم لیاقت حسین کی تحریر سے معلوم ہوتی ہوگی اب مجھے بہت افاقہ ہے اور مرض کا گویا ازالہ ہوچکا ہے مگر ضعف سے اب بھی یہ حالت ہے کہ اپنی طاقت سے کروٹ نہیں لے سکتا۔ لطیف احمد و مسعود احمد تپ میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ اس سے اور پریشانی ہے کچھ عجب اتفاق ہے کہ قافلہ میں کوئی فرد صحیح نہیں ہے۔ لیاقت اور شابت علی بھی بار بار مبتلا ہوئے۔ اور سنبھلے انھیں پریشانیوں میں شبانہ روز گذرتے ہیں۔ اتنا موقع نہیں ملتا کہ تم کو یا کسی کو کوئی خط لکھوا سکوں۔ بدقت اس وقت یہ سطریں لکھوائی ہیں۔ پان بھیجنے کی تکلیف بار بار تمھیں دی گئی ہیں نہایت محجوب ہوں۔ اور اس مرتبہ کے پان ضایع ہونے کا سخت افسوس ہے مگر زیادہ کیا لکھوں۔ تم اپنی خیریت سے ہمیشہ مسرور کرتے رہو۔ والسلام۔

امیر فقیر

حکیم عابد علیصاحب کو تر خیرآبادی کے نام

نمبر ۲۲

۵ - فروری ۱۹۴۲ء

پیارے کوثر - ملفوف کاغذ میں لکھواکر بھیجتا ہوں اس کو آپ دیکھ کر اپنے
مراسم کے موافق احمد علیخانصاحب منصور آبادی کو جلد لکھکر بھیجدیں - اور کوئی
دقیقہ کاربرآری کا فروگذاشت نکریں - مجھے محبی جلیل سے سخت انفعال ہے
اور ان کی کامیابی کا نہایت ہی خیال ہے - افسوس ہے کہ میں عوارض و مکارہ
کی وجہ سے سفر نہ کرسکا ورنہ ضرور وعدہ کے ایفا کرتا - اور بسبب اس کے کہ
جلیل کو دفتر سے علیحدہ ہونے دینا مجھے پسند نہیں اور ان کے والد درویش صفت
ضعیف دنیا کے تعلقات سے کنارہ کش رہیں ان سے کوئی دنیاوی کارروائی
ہو نہیں سکتی، بلکہ وہ خود پیرانہ سالی سے ایک دل سوز خدمت گزار کے محتاج ہیں
ان وجوہ سے جلیل دور جانا نہیں چاہتے ہیں ورنہ دکن میں ان کا نوکر رکھوانا
ممکن تھا - آدمی یہ ایسے اچھے ہیں کہ جہاں ہوں وہاں اسلامی برکات پھیلیں ہیں
انکی علیحدگی کو اپنی بدقسمتی جانتا ہوں مگر بمجبوری گوارا کرتا ہوں بشرطیکہ اسی
جوار یعنی قرب وطن میں انکے بسر اوقات کی صورت نکلے - چونکہ مجھے خوب معلوم
ہے کہ اس جوار میں عموماً لوگ تمہارے معتقد ہیں اور خصوصاً احمد علیخانصاحب
کو بہت ہی تمھارا لحاظ ہے، تم تہ دل سے کوشش کروگے تو ضرور جلیل کامیاب
ہوجائیں گے - لہذا بہت ہی اصرار سے لکھتا ہوں کہ سرگرم حاجت روائی
ہوجیئے - زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں آپ خود سمجھ اور صاف حمیدہ ہیں باللہ

آپ کی عمر دراز کرے۔ اور اقبال بڑھائے۔ زیادہ کیا لکھوں میرا حال بدستور
اور ممتاز احمد کو امید اندمال زخم تو ہوئی ہی مگر ہنوز رنجور و معذور ہے اور
عزیز بھی گاہ گاہ بیمار ہو جاتے ہیں۔ آجکل پریشانیاں بڑھی ہوئی ہیں خدا رحم
فرمائے۔ میں بہت منتظر رہونگا کہ کب آپ احمد علیخاں صاحب کا خط مشعر
طلب جلیل بھیجیں گے تعمیل و تکمیل کے ساتھ کوشش کیجیے۔ سب اطفال
واہل دفتر خصوصاً جلیل و آہ سلمہما اللہ و حبیب سالم ہیں۔ دلنواز اسوقت
ڈاک سے ایک تھیلی مجھے پہونچی جس کے منہ پر فقط ایک ڈورا لپٹا ہوا تھا
اور ڈورے پر لاکھ کی مہر بھی نہ تھی۔ شاید دھوکے سے یونہی روانہ ہوگئی۔ اب
آپ کا خط آئے تو طریق استعمال معلوم ہو۔ اطمینان کیواسطے یہ دو سطریں
بطور رسید لکھدیں فقط

امیر فقیر

۲۶ مئی سنہ ۹۲ء — نمبر ۲۳

پیارے کوثر۔ ارحم الراحمین بطفیل ساقی کوثر تم کو دونوں جہان میں جام
مراد سے سیراب کرے۔ محبت نامہ آیا تاخیر جواب سے منفعل ہوں۔ موانع و
مکروہات اسقدر ہیں کہ لکھ نہیں سکتا۔ اسوقت چند شعر خود دیکھے اور ما بقی
دوسرے سے سنے بارک اللہ فی عمرکم و اقبالکم۔ ممتاز احمد کے پاؤں سیدھا ہونیکا
علاج ہو رہا تھا نمک اور مسکے کی مالش ہوتی تھی جراح نے دو دن موم باندھی
تمام ران میں چھوٹے چھوٹے دانے نکلکر کچھ مرجھا گئے اور پانچ چھ پھوڑے ہو گئے۔ اب
ان کا علاج ہو رہا ہے۔ خدا رحم فرمائے۔ عسر بول کے باب میں جو ہدایات

آپ نے کی ہیں واقع میں اب تک ان پر کاربند ہونے کا اتفاق نہیں ہوا کچھ میری کاہلی کو بھی اسمیں دخل ہے اور کچھ یہ بات ہے کہ بار بار نئی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں کہ انکے تدارک میں مصروف ہو جاتا ہوں چنانچہ ایک مہینے سے نیچے اوپر کی ڈاڑھیں اسقدر دکھتی ہیں کہ آنکھ اور کان اور سر کا درد تڑپایا کرتا ہے ہلتی ہیں مگر نکلتی نہیں اور عمل زنبور کی جرأت نہیں پڑتی۔ معہذا لوگ کہتے ہیں کہ اوپر کی ڈاڑھ نکلوانے میں آنکھ پر صدمہ پہونچیگا۔ الغرض جتنے دن باقی ہیں ان میں راحت کی امید نہیں۔ خداوند تعالی خاتمہ بخیر کرے اور دار الرحمت میں آرام دے۔ آنکھوں کی تکلیف اس زمانہ میں خود بخود کم ہے۔ ترپھلے سے کبھی کبھی آنکھیں دھوتا ہوں اور اطریفل کا بھی استعمال کر لیتا ہوں۔ میر بشارت حسین صاحب رئیس صاحب گنج کے واقعۂ رحلت سے سخت صدمہ ہوا۔ اُس محسن کا نعم البدل خداوند تعالی آپ کو دے۔ دنیا عجب دار حوادث ہے۔ مارچ سے اب تک ایسے ایسے نامور اٹھ گئے ہیں کہ ان کے داغ فراق دائمی کئے صدمے کو دل ہی جانتا ہے۔ ممکن ہوا تو تتمۂ غزل سابق کسی وقت نکلوا کر دیکھوں گا۔ ممالک نزدیک و دور سے کلام اس کثرت سے آتا ہے کہ میرا دل چھوٹ جاتا ہے طاقت وفا نہیں کرتی۔ فرصت ملتی نہیں، دنیا بھر سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے سب عزیز و احباب و اہل دفتر خصوصاً آہ وجلیل تسلیم عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر

۲ ۔ اگست سنہ ۹۲ء　　　　　　　　　　　　　　　　نمبر ۲۴

پیارے کوثر۔ مجھے بیماریاں و بیمار داریاں خصوصاً اور مکروہات دنیاوی عموماً نہیں چھوڑتے کہ میں احباب سے سرخرو ہوں تم بھی میرا قصور معاف کرو۔ افسوس کہ طرح گلچیں گزشتہ جسدن آئی اسدن خیال ہوا کہ ضرور دیکھکر بھیجوں گا۔ پھر ایسے حالات رہے کہ آج تمہارے لکھنے پر غزل کا آنا یاد آیا، عذر خواہوں اور اس غزل کو اسی وقت دیکھکر بھیجتا ہوں، کتاب لغت کی بدولت زیر باری حد سے بڑھی ہوئی ہے، خدا رحم فرمائے پیشاب کا مرض سخت مکلف ہی، چوکی پر جاتے جاتے پاؤں تھک جاتے ہیں اور ہر بار رک کر ہوتا ہی۔ دیر ہوتی ہی تو عسر بول بڑھ جاتا ہی۔ آنکھوں کو جب سے روگ لگا ہی تب سے لکھنا اور کتاب دیکھنا گویا چھوٹ ہی گیا ہی۔ دوسرے کی محتاجی اور زیادہ مکلف ہی اور اکثر ہرج بھی ہوتا ہی۔ اب دو سطریں لکھیں اور آنکھیں ڈبڈبا آئیں کڑ دانے لگیں، بصارت میں بھی کمی ہونے لگی۔ سب احباب سلام کہتے ہیں اور اطفال تسلیم رساں ہیں۔ پیارے کوثر پچھلی غزلوں کے شعر کچھ ملے ہیں، خدا کرے دیکھ لوں تو بھیجوں ۔

تمھاری سچی محبت کا منت پذیر امیر فقیر

۲۴ ۔ اگست سنہ ۹۲ء　　　　　　　　　　　　　　　　نمبر ۲۵

پیارے کوثر۔ کئی روز ہوئے ایک کارڈ لکھ چکا ہوں اس کے جواب کا انتظار ہی مجکو اتنی فرصت اور اطمینان نہیں کہ آپکے خطوط کے جملہ مراتب

پر نظر کروں اور ہر ایک بات کا جواب لکھواؤں۔ غزل آج دیکھ لی بھیجتا ہوں آپ صاف کر کے گلچین میں بھیجئے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ پریشانیاں بڑھی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ جلیل و آہ۔ تسلیم رسان ہیں۔

امیر فقیر

۲۵۔ ستمبر سنہ ۹۲ء

نمبر ۲۶

حکیم صاحب۔ عجیب کیفیت میں ہوں کہ دن رات میں کسی وقت آرام نہیں نہ آنکھیں کام دیتی ہیں نہ ہاتھ قابو میں ہیں سواد خط سے آپ پہچان لیجئے کہ رعشہ خط کو خراب کر رہا ہے۔ فرصت ایسی مفقود ہے کہ رات کے ۱۱ بجے تک جان نہیں چھوٹتی۔ لغت نے مجھے مار ڈالا خیر، خدا خاتمہ بخیر کرے۔ عرق بادیان اور عرق مکوہ کا دس تولے پینا ہی مجھے سخت دشوار ہے ہاں اگر دونوں عرق ملوالوں تو چند سے جبر کرکے پیوں، بہر کیف آپ کا احسانمند ہوں۔ یہ فرمائیے کہ حجر الیہود خالص کا سفوف ہے یا مرکب ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ غزل میں جلد ہی جلدی ضرور ہی تصرف کرکے چند شعر بیاض یار کو بھیجے دیتا ہوں۔

امیر فقیر

ریاست رامپور روہیلکھنڈ ۲۹۔ اکتوبر سنہ ۹۲ء

نمبر ۲۷

پیارے گوہر۔ سلام و دعا کے بعد مدعا نگار ہوں کہ ۲۱۔ اکتوبر کا لکھا ہوا محبت نامہ اپنے وقت پر مجھے پہونچا تھا۔ مگر بیمزگی طبیعت سے جواب نہ دینے کا عفو کا خواستگار ہوں۔ سفوف حجر الیہود میرے ایک دوست حکیم

محمد قیام الدین صاحب نے جو کئی مہینے سے اس دفتر میں رونق افروز ہیں۔ عرق ترب میں تیار کیا ہے آپ کے سفوف تمام شدہ کی جگہ اس کا استعمال کروں گا۔ حکیم صاحب موصوف میرے تغیر حالات کو رات دن دیکھتے ہیں اور ماشاء اللہ ذہین اور ذی استعداد ہیں۔ اس سفوف کو شربت بزوری دو بعض مدر عرقیات کے ساتھ استعمال کو تجویز کرتے ہیں چند روز سے اسکا استعمال بھی کروں شاید اسی سے شافی مطلق نفع دے۔ میں جہاں تک خیال کرتا ہوں حبس و عسر بول زیادہ اسی وقت ہوتا ہے جب امعاء فضول سے پاک نہیں ہوتے اور ریاح محتبس ہوتی ہیں۔

دوا سے مسہل و ملینہ کا استعمال کرتا ہوں اور تلین سے اجابت ہوتی ہے تو سوزش مدرع براقا کی طرف دیر تک رہتی ہے اور بار بار قلیل اجابت ہوا کرتی ہے۔ فراغ نہیں ہوتا اور یہ امور اور زیادہ مانع ادرار ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی دوا ایسی ملجائے جو میں شب کو استعمال کروں اور صبح کو آسانی سے مافی الامعاء مقوم فضول دفع ہو جایا کریں اور ریاح بخوبی منکسر ہوں تو مجھے قوی امید ہے کہ ادرار کی تکلیفیں ضرور کم ہو جائیں مگر مجھے ایسی دوا نہ یونانی ملتی ہے نہ ڈاکٹری میں۔ کبھی کبھی اسپغول و تخم ریحان وغیرہ مزلقات سے کچھ کارروائی ہوتی ہے مگر ان چیزوں کے التزام سے اور خرابیاں ہوتی ہیں جن کو آپ خود جانتے ہیں۔ آپ بھی بہت سوچکر اپنی حذاقت سے کام لیں اگر مقصود کے موافق کوئی نسخہ ترکیب پاسے تو کیا کہنا مگر جلد بھیجئے گا۔ اور ایسا نہ ہو کہ بنوانے میں بکھیڑا بہت ہو۔ بازاری طرح کی

کا بھی استعمال بہت کیا۔ خود اس لیے نہیں بنوایا کہ نسخے مختلف ہیں طبیعت کو یکسوئی نہیں ہوتی معہذا کم سے کم ایک چلے کے بعد اس کا استعمال چاہئے یہاں اب ضرورت شدید ہے۔ آپ کے قصد وطن سے بہت جی خوش ہوا۔ خدا وند تعالیٰ آپ کو خیر وعافیت سے لائے میں آرزو کرتا ہوں کہ آپ وطن سے مجھ دیدار طلب کے دیکھنے کو رامپور بھی تشریف لائیں خدا کے لیے اب کے ایسا نہ کیجیے گا کہ میں منتظر رہوں۔ خواجہ حمید جان صاحب کی خدمت میں حصہ اول امیر اللغات کا بھیجدیا۔ گھڑنا اور گڑھنا دونوں صحیح ہیں مگر گڑھنا شعرا کے کلام میں نہیں پایا۔ فصحائے لکھنؤ گھڑنا کو ترجیح دیتے ہیں رشک مرحوم نے جب گھڑی نہیں اور چھڑی نہیں طرح کی تھی تو مجھے یاد آتا کہ شعرا نے گھڑی نہیں (بھی ان معنوں میں کہا تھا۔ رشک مرحوم کا شعر یہ ہے ڈھالی ہوئے ہیں سانچے میں یہ بھی بدن کسی ٭ ہرگز سنار نے ترے زیور گھڑے نہیں اور چھڑے بمعنی تنہا البتہ میں نے لکھنؤ میں فصحا سے نہیں سنا اور کلام میں بھی نہیں دیکھا۔ موتی کی لڑی کی سند آپ نے ایسی دی ہے کہ اب میں آہیں کچھ کلام نہیں کرسکتا جنھوں نے مجھکو منع کیا تھا جب انھیں کے یہاں موجود ہے تو مجھے کیا تامل ہوسکتا ہے۔ محمد احمد آپ کی مہربانی کے شکر گزار ہیں۔ مولوی کریم رضا صاحب کا خط ان کو پہونچا اور بہت خوش ہوئے۔ مولوی صاحب کا پتا ٹھیک ٹھیک لکھ بھیجیے تو اسی ذریعے سے ان سے خط وکتابت کریں۔ ریاض نے ایک ناتمام سی غزل اپنی بھیجی تھی اور لکھا تھا کہ اور شعر کہہ کے بھیجوں گا پھر کوئی خط نہیں آیا۔ وسیم کا حال مطلق نہیں معلوم کہاں ہیں۔

جلیل اور آہ اور سب اہل دفتر اور بندہ زادگان اکبر و اصغر ما وجب گزار
ہیں فقط   امیر فقیر عفا عنہ۔ بقلم دیگرے

۱۱۔ دسمبر ۱۹۱۲ء   نمبر ۲۸

پیارے عابد۔ سلام و دعا کے بعد معلوم ہو کہ کارڈ آیا مع الخیر وطن آنا
اور عزیزان وطن کو بخیریت پانا مبارک ہو۔ میری طبیعت روز بروز بگڑتی ہی
جاتی ہے نہ سہولت ادرار کو کوئی دوا مفید ہوتی ہے نہ ریاح یا سوری کا غلبہ اور
بادو بار تلیین ہونا موقوف ہوتا ہے اور یہی تلیین اور حبس ریاح ہی زیادہ علت
حبس بول کی معلوم ہوتی ہیں۔ اکثر تجربہ ہوا ہے کہ جب اجابت صالح القوام
بآسانی ایکبارگی ہو جاتی ہے اور ریاح بلا تکلف گردش کرتی ہیں اور منکشف ہوتی
ہیں تو ادرار میں سہولت ہوتی ہے حاجت ادرار تو بار بار اس حالت میں
بھی ہوتی ہے مگر پیشاب رکتا نہیں ہے۔ ایسی دوا نہیں ملتی کہ شب کو سوتے
وقت استعمال کروں اور صبح کو فضول متقوم بلا انتظار آسانی سے دفع
ہو جائیں اور ریاح نہ ستائیں اور ادرار میں دشواری نہ ہو آپ بھی اپنی حذاقت
رائے سے کام لیں۔ حکیم صاحب گیا کے سفر سے پہلے، اب کے بار دو چار دن
کے لئے آپ رامپور کو ضرور آئیں اور اپنے دیدار فرحت آثار سے مسرور کریں
اگر ایسا نہ ہوا تو مجھے نہایت حسرت رہے گی اور ملال ہوگا۔ لکھنؤ ہو کر آنا ہو
تو عطر والوں کی شیشیاں اور چار شیشیاں قارورے کی بڑے منہ کی باٹے نالہ
سے لیتے آئیے گا۔ سب عزیز و دوست ما حسب دستور ہیں۔ مولانا مولوی

محمد عبد الحق صاحب کی خدمت میں سلام و شوق اور نیازمندانہ شکایت عدم یاد فرمائی نا اور سب احباب کو ما یلیق۔

امیر فقیر

نمبر ۲۹

۱۰۔ فروری ۱۸۹۳ء

پیارے کوثر میں آپ کو خیر آباد خط لکھا بہت خوش ہوا تھا کہ اب کے بار میری آرزو ضرور پوری ہوگی مگر افسوس کہ دل کی حسرت دل ہی میں رہ گئی مصارف کی نسبت تو اگر آپ مجھے اطلاع دیتے تو میں بکمال طیب خاطر فوراً بھیجتا مگر آپ کا تکلف کب اس کی اجازت دیتا تھا ؎

امید وصال تو بعمرے گر افتاد

اوائل دسمبر میں یاد نہیں کون سی غزل آئی تھی، دفتر میں تلاش کراؤں گا مل جائے گی تو انشاء اللہ کسی وقت دیکھ کر بھیجونگا۔ یہ غزلیں جو اب آپ نے بھیجیں باوجود تغیر حالات اور کمزوری طبیعت کے دیکھ کر بقدر ضرورت بنا دیں مشق آپ کی بعنایت الٰہی بہت بڑھی ہوئی ہے، غزلیں قصیدہ دل سے کم نہیں ہوتیں اور ہر قسم کے مضامین ہوا کرتے ہیں، مگر افسوس ہے کہ جس کی صحبت میں چند سے آپ کا ہونا خصوصاً اس ہیچمداں سے صحبت رہنا نہیں ہوتا اگر میسر ہے تو اسی قدر مجھے کسی دوا سے کچھ مطلق فائدہ نہوا اگر آپ کسی نسخے کی ترتیب ایسی دیں جو کاسر ریاح ہونے کے ساتھ شب کو کھا لینے سے مافی الامعاء فضول کو بغیر تلیین کے آسانی سے دفع کر دیا کرے تو امید ہے کہ تکلیف گھٹ جائے عسر بول، قبض و غلبہ ریاح کے وقت زیادہ

ہوتا ہے اور تلین سے جب اجابت ہوتی ہے تو اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔
محاورات و لغات کی تحقیق کے واسطے مخزن المحاورات اور گلشن فیض کسیقدر
مفید ضرور ہیں مگر غیر محقق کو دھوکا دینے میں بھی یہ کتابیں استاد ہیں۔
دعا کیجیے کہ امیر اللغات مکمل ہو جائے تو خدا سے امید ہے کہ وہ ان سب سے
مستغنی کر دے گا۔ دوسرا حصہ چھپ رہا ہے مارچ میں انشاءاللہ شایع ہونیکی
امید ہے۔ اس زمانے میں نور چشم خورشید احمد کا عقد کاکوری میں قرار پایا
تھا۔ میں اپنے مرض کی وجہ سے جا نہیں سکا چند اعزہ یہاں سے انکے ساتھ
گئے تھے، عقد سے فراغت ہو گئی، آج کل میں خورشید احمد آنے والے
ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے خیرآباد سے خط نہ لکھا۔ لکھا تو اتنے دنوں کے
بعد اب لکھا۔ میں آپ کی عدم اطلاع خیریت سے متردد ہو جاتا ہوں خط تو
ضرور لکھا کیجیے کہ نگرانی نہ رہا کرے۔ سب عزیز و احباب خصوصاً ممتاز و م
جلیل ما و جب رساں ہیں۔ رسید ضرور لکھیے گا۔

امیر فقیر

ریاست رامپور ۱۲ اپریل سنہ ۹۳ء نمبر ۳۰

محبی و شفیقی زاد عنایتکم۔ سلام مسنون۔ اخلاص مشحون۔ آپ کا محبت نامہ
۲۳۔ فروری کا لکھا ہوا آیا تھا۔ مجھے کثرت افکار و آلام سے جواب لکھنے کا
موقع نہیں ملا۔ ۲۴ شعبان کو جو واقعہ روح فرسا ہوا ہے۔ اس نے اور
بھی دل کو چور کر دیا اور وہ واقعہ یہ ہے کہ عروس نور چشم محمد احمد نے بسختی ولادت
دختر مردہ سے رحلت کی، تدبیر اور علاج میں اپنے امکان بھر کوئی دقیقہ

اٹھ نہیں رہا۔ مگر مشیت الٰہی میں کیا دخل۔ میری طبیعت یوں ہی کبھی صحیح نہیں رہتی اور اتنو صدمات سے کچھ اور ہی حالت ہو گئی ہے۔ شعر اور سخن کا مشغلہ قطعی ترک ہو گیا بلکہ اس کے ذکر سے نفرت ہوتی ہے۔ دعا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے۔ آپ سے مجھکو بہت ہی ندامت ہے کہ باوجود آپ کی محبت اور خصوصیت کے میری طرف سے خدمت گزاری میں نہایت کمی ہوتی ہے بلکہ ہوتی ہی نہیں۔ یہ دونوں غزلیں جو آخر میں آئیں انہیں ایک گیا کے مشاعرے کی ہے دوسری گلچیں کی طرح میں۔ گیا کا مشاعرہ تو اب ہو ہی گیا ہوگا گلچیں میں البتہ وقت باقی ہے ابھی نظر سے میں نے گلچیں کی غزل دیکھی اور دیکھی کیا پڑھوا کر کئی جلسے میں سنی چونکہ اس کے ساتھ وہ دوسری غزل بھی تھی لہذا دونوں کو بھیجتا ہوں اصلاحی کو صاف کر کے گلچیں میں بھیجیے اور غیر اصلاحی کو اور وقت پر اٹھا رکھیے۔ جہاں اور بہت سی غزلیں دیکھنے کو باقی ہیں وہاں ایک یہ بھی سہی۔ آپ سے میں اپنی کم خدمتی کی معافی چاہتا ہوں یہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت اور اطمینان عطا فرمائے کہ آپکا بقیہ کلام دلجمعی کے ساتھ دیکھ سکوں۔ آپ کے خط کا پورا جواب اسوقت لکھ نہیں سکتا طبیعت کو ذرا سکون ہوئے تو اس کو غور سے دیکھکر ایک ایک بات کا جواب لکھوں۔ نورچشم ممتاز علی اور جلیل بہت بہت تسلیم کہتے ہیں اور سب اطفال ما دجب رساں ہیں۔

امیر فقیر عفی عنہ

رام پور - ۱۰ مئی سنہ ۹۳ء نمبر ۳۱

مجبی و مشفقی زاد لطفکم - بعد سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون کے
مدعا نگار ہوں کہ آپ کا محبت نامہ آیا واقعہ جگر گداز رحلت برادر زادہ
اور برادر زادی سنکر وہ صدمہ اٹھایا کہ اس کو دل ہی جانتا ہے - ہائے ان
دونوں کی عمریں ابھی کیا تھیں اور دنیا میں آکر انھوں نے ابھی کیا دیکھا تھا
میرا ستم رسیدہ دل تو اس تصور سے پاش پاش ہوا جاتا ہو کہ ان کے ماں
باپ اور آپ کی کیا حالت ہوگی - مگر خدا کی مشیت میں سوا صبر و شکر کے
بندے کو کیا دخل ہو - آپ خدا کی عنایت سے خود فہیم آدمی ہیں مجھے
صبر کے باب میں زیادہ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہو - کچھ عجب وقت آگیا ہو
عزیز ہوں یا احباب کسی کی طرف سے کبھی خوشی کی بات سننے میں نہیں
آتی - سوانح اور واقعات روح فرسا سے یہ حالت ہے کہ اب دنیا سے
دل سیر ہوگیا ہو کسی چیز اور کسی بات میں دلچسپی نہیں رہی آٹھ پہر یہی دعا
ہو کہ اللہ تعالی خاتمہ بخیر کرے - آپ کی ناسازی طبیعت سے الگ تردد
ہو - خدا کرے یہ شکایت جلد دفع ہو جائے - امید کہ مژدۂ صحت سے مطمئن
و مسرور کرنے میں دیر نہ کیجئے - میری حالت بدستور ہے نہ بیماریوں اور
بیمار داریوں سے فرصت ہوتی ہے نہ آئے دن کے صدمات سے نجات
ملتی ہے - باوجود اس رنجوری و معذوری کے غزل در باعیان آپ
کی دیکھکر بھیجتا ہوں - غزل میں شعر کثرت سے ہیں آپ انتخاب کرکے
اپنے اچھے شعر مشاعرے میں پڑھیں - خنجر کا دونا ہونا صحیح ہے - سب

بندہ زادے ماوجب گزار ہیں اور نورچشم آد و جلیل تسلیم کہتے ہیں۔ غزل
کی رسید اور اپنی خیریت بہت جلد لکھیے گا۔ امیر فقیر

رام پور۔ ۹۔ اگست سنہ ۹۳ء نمبر ۲۱

مجی و مشفقی زاد عنایتکم۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ آپ کا
محبت نامہ مرقومہ ۱۰۔ جولائی آیا تھا میں سخت نادم ہوں کہ نہ آپ کی غزل
دیکھ سکا۔ نہ خط کا جواب لکھ سکا۔ کیا کروں بیمارداریوں سے تو نجات ہی
نہیں ہوتی۔ اب بھی بعض اعزہ سخت بیمار ہیں۔ جن کی بیماری بہت ہی کلفت
روح ہے۔ اللہ تعالی رحم فرمائے۔ عجیب اتفاق ہے کہ میری طرح آپ کو بھی
کاہشوں سے فراغت نہیں ہوتی۔ آپ کے بھائی کی بی بی کا دو معصومہ
لڑکیوں کو چھوڑ کر رحلت کر جانا بڑے صدمے کی بات ہے۔ خداوند کریم ان
غریب لڑکیوں کی حالت پر رحم کرے اور آپ کو مصائب اور آلام سے نجات
دے۔ غزل دیکھکر وقت پر نہ بھیج سکنے کی آپ سے معافی چاہتا ہوں اب ذرا
اطمینان ہوئے تو اس کو نکلوا کر دیکھوں۔ آپ نے جو امیر اللغات کو شروع سے
آخر تک دیکھا اور اسکی بعض فروگزاشتوں سے مجھکو مطلع کیا میں اس کا
شکر گزار ہوں۔ بیشک کاتب نے غلطی کی اور تصحیح کرنیوالے بھی چوک گئے جو
بحر کے شعر میں بچھوا کی جگہ پہونچا چھپ گیا۔ اچھا اچھا کی مثال میں سحری کا شعر بیشک
بہت مناسب اور اچھا تھا مگر اول تو سحری مستند استادوں میں نہیں ہیں
دوسرے آجتک ان کا کلام لغت میں دیا نہیں گیا۔ ایک تنکے کا شرمندہ

ہونا" میں منیر کا شعر ضرور دیا جاتا اگر پہلے سے ملتا اتفاق کی بات ہے کہ
استقرا سے یہ شعر رہ گیا" اور "سویہ" فصل الف مع الواو میں لکھا گیا ہے آپ کی
نظر اس پر نہیں پڑی۔ اب ملاحظہ کر لیجئے۔ حصۂ سوم کی ترتیب ہو رہی ہے
قصد ہے کہ ب کا حرف اسی حصہ میں تمام کر دیا جائے اگرچہ اس حرف میں بھی
بڑی وسعت معلوم ہوتی ہے مگر یہاں حتی الامکان اختصار پر نظر ہے۔ عزیزی ممتاز علی
صاحب اپنے ماموں حافظ محمد محمود علی صاحب کے سخت بیمار ہو جانے سے
وطن گئے ہوئے ہیں۔ حافظ صاحب کا مرض نہایت خوفناک ہے، حالت زار
ہے۔ خداوند تعالیٰ صحت کر دے فرزندان فقیر سلام رساں ہیں۔ ارباب فقیر
خصوصاً جلیل تسلیم کہتے ہیں۔ مکرر منجملہ اور مریضوں کے ایک نور چشم ممتاز احمد
ہے جس کے پاؤں کا زخم کھلکر پھر آلا ہو گیا ہے۔ تپ میں ہر وقت چور رہتا ہے
انصاف کرنا چاہیے کہ ایسے میں مجھ سے کیا ہو سکتا ہے۔ کسی گلدستہ میں تازہ
چھپی ہوئی میری غزل دیکھئے تو یہ خیال نہ فرمائیے کہ میری حال کی شاعری
ہے۔

امیر فقیر

رامپور۔ ۳۔ نومبر ۱۸۹۳ء　　　　　　　　　　　　　　　نمبر ۳۳

محبی و شفیقی زاد عنایتکم۔ سلام مسنون دعا و اخلاص مشحون۔ میں آپ
سے اپنے قصور کی معافی چاہتا ہوں کہ آپ کے اکثر مہربانی نامے آئے اور
میں کسی کا جواب نہ دے سکا۔ میری معذوریوں کی اب کوئی حد نہیں رہی
حضن لوگوں سے دور سے خاد جلد پڑتے ہیں آٹھ روز ہوئے آج ہی کے دن

سخت دورہ پڑا اتفاقاً دو مرتبہ قارورہ طبیب کی نوبت آئی خون گئی روز تک آیا کیا
اب تک بے چینی بڑھی ہوئی ہے ہر وقت دھڑکا رہتا ہے کہ اب پیشاب
بند ہوا ۔ اللہ اللہ کرنے کے سوا اب میں کسی کام کا نہیں رہا ۔ خداوند کریم
خاتمہ بخیر کرے ۔ نور چشم محمد احمد اور برخوردار لیاقت حسین مہینے ڈیڑھ مہینے
سے صاحب فراش ہو رہے ہیں ۔ لیاقت حسین کی حالت بہت ہی خراب
ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور صحت دے ۔ بڑی مشکل سے یہ غزل
آپ کی سنگ میں نے بنائی ۔ شعر اس کثرت سے اور اس تنگی کے ساتھ آپ
لکھتے ہیں کہ کہیں اصلاح دینے اور وجوہ لکھنے کی جگہ نہیں ملتی مجبوراً
وجوہ قلم انداز ہوتی ہیں ۔ آپ کی غزل دیکھنے میں جو دیر ہو جایا کرتی ہے
اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کی غزل طویل ہوتی ہے ۔ جو کچھ آپ کہتے ہیں
سب لکھ دیتے ہیں انتخاب نہیں کرتے ۔ میرے نزدیک مناسب ہے کہ
آپ مکرر سہ کرر نظر ڈالکر شعر منتخب کر لیا کریں ۔ تاکہ مجھے آسانی ہو ۔
ریاض ۔ آہ ۔ جلیل وغیرہ بیس پچیس شعر سے زیادہ کی غزل کبھی پیش
نہیں کرتے حالانکہ کہتے ہیں بہت زیادہ پریشانیوں کے سوا اور کیا
لکھوں ۔ امید کہ آپ مجھ سے ناخوش نہ ہوں اور خیر و عافیت مزاج سے
ہمیشہ مطمئن کرتے رہیں ۔ نور چشمان سعادت نشان اور عزیزان جلیل
دعا و تسلیم رساں ہیں ۔

امیر لکھنؤ

رام پور، ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء نمبر ۱۳۲

پیارے کوثر۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے اور دولت کونین سے مالا مال کرے۔ محبت نامہ لکھ کر آپ نے مجھے مسرور اور شکرگزار کیا غزل اور رباعیاں بھیجتا ہوں۔ رباعی آپ بہت اچھی کہتے ہیں کہ دیکھکر جی خوش ہو جاتا ہے۔ بارک اللہ فی عمرکم۔ مدت کے بعد آپ کا یہاں آنیکا اور مجھے اپنے دیدار فرحت آثار سے مسرور فرمانے کا ارادہ ہوا یہ وہ آرزو ہے کہ ہمیشہ اللہ سے چاہتا تھا خداوند تعالیٰ آپ کے ارادے اور میری آرزو کو پورا کرے۔ آپ خیر و عافیت کے ساتھ آئیں اور جلد آئیں کہ دل بیقرار اور آنکھیں محو انتظار ہیں۔ مشک اور نیچے تیار ہو کر آپ کے پاس سے آگئے اگرچہ میری فرمائش کے موافق نہیں مگر آپ لکھتے ہیں کہ باعتبار بندش اور صفائی کام کے بہت اچھے ہیں، خیر جیسے ہیں غنیمت ہیں۔ آپ وقت قصد وطن اپنے ساتھ لائیے اور دربجے سنگہ کی کوٹھی میں منشی ظہور احمد کے سپرد کیجیے۔ آپ نے ظہور احمد کو ممتاز الحق لکھا ہے، شاید سہو ہو گیا جناب نواب پیارے صاحب کے یہاں سے تنخواہ وصول نہونا اور مجبور ہو کر آپ کا مستعفی ہو جانا باعث افسوس ہوا اب دعا یہ ہے کہ جس قدر آپ کی تنخواہ باقی ہے وہ آپ کو وصول ہو جائے اور اللہ تعالیٰ آپ کو جمیع مقاصد پر کامیاب کرے یہاں کی آب و ہوا ہنوز صفائی اور اعتدال پر نہیں ہے جاڑے آگئے مگر عارضی جاڑا شہر سے نہیں گیا اور نہ جاتا نظر آتا ہے میرے گھر میں کئی آدمی مبتلائے تپ لرزہ ہیں اور میرے امراض مزمن

کا حال بدستور ہے شافیِ مطلق سب مریضوں کو شفائے کامل عطا فرمائے۔ اطفال و احباب با وجب گزارہیں، جلیل بالتخصص تسلیم کہتے ہیں اور شکر گزاری کے ساتھ تمنائے شوق ملازمت ظاہر کرتے ہیں۔ امیر اللغات کا تیسرا حصہ مدت سے تیار ہے، بے سرمایگی کی وجہ سے اب تک اس کی طبع کی نوبت نہیں آئی، دیکھئے اللہ کو کیا منظور ہے، دفتر بالکل ابتر ہے فقط

امیر فقیر

رام پور ۲۸۔ جنوری ۱۸۹۸ء نمبر ۳۵

حکیم صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ پریشانیوں کے ہجوم سے آپ کی غزل اور جواب خط نہ بھیج سکا انفعال کے ساتھ عذر خواہ ہوں۔ آپ کا مع الخیر والعافیۃ گھر پہونچ جانا باعث انشراح خاطر ہوا۔ مگر رامپور کی فسخ عزیمت سے امیدوار دل مایوس ہو گیا۔ اب موسم گرما میں آپ اپنا قصد لکھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ آپ کا ارادہ اور میری تمنا بعنوان احسن پوری کرے۔ سینچے اور سٹک آپ نے لکھنؤ میں منشی محمود احمد صاحب کو پہنچا دیے۔ میں دل سے اس کا شکر گزار ہوں۔ اب وہاں سے دو چار دن میں آ جائیں گے۔ غزل آج دیکھ کر بھیجتا ہوں امید کہ اپنی خیریت کے ساتھ اس کی رسید سے بھی مطلع کیجئے۔ اور یہ لکھیے کہ وطن سے کب تک روانگی کا قصد ہے۔ سب چھوٹے بڑے واجب بہ سلام ہیں خصوصاً جلیل بصد شوق تسلیم عرض کرتے ہیں۔

داعی خیر امیر فقیر

نمبر ۳۶

رام پور ۔ ۸ مارچ سنہ ۹۰۹ء

مجی حکیم صاحب سلام مسنون دعا مشحون ۔ مہربانی نامے نے پہونچکر
شکرگزار یاد آوری کیا ۔ اس وقت تو خوش کر وقت ناخوش کر دی ۔ اب
تک آپ کا فائز مرام نہونا سخت افسوس کا باعث ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپکو
حسب دلخواہ کامیاب فرمائے ۔ یہ داعی خیر دعا سے کسی وقت غافل نہیں ہے
بھاتا پسند آنا کے معنی میں اگلی زبان ہے ۔ اب میرے نزدیک بھی مستحسن الترک
ہے نہیں میں ہی کی جگہ بول چال میں چاہے آجاتا ہو مگر کسی معتبر کلام میں
اب تک نظر سے نہیں گزرا ۔ حکم اس کو استعمال کا نہیں دیا جا سکتا ۔ حضرت
امیر مرحوم کی نظر سے آپ کے شہر میں نہیں معلوم کیونکر رہ گیا ۔ اور میں نے بھی
اسے دیکھا ہے تو سوا اپنے سہو نظر کے اور کیا کہا جائے ۔ انکھڑیاں چشم معشوق
کیلئے مخصوص ہے اور یہ لفظ مجھے پسند نہیں ہے ۔ بھینا لفظ نہیں ہے ۔ بدھنا ہے اور
سرایت کرنے کے معنی میں مستعمل ہے صبا ۔ ع

شعر جسکا ہے ۔ ہے عشق جنوں زا ادہیں   بڑھ گیا ہے نمکیں حسن کا سودا ادہیں

ایجاد مذکر ہے سند کے شعر ذیل میں دیکھئے ۔ آج کل اس لفظ کی تذکیر و تانیث
میں بحث چھڑی ہوئی ہے ۔ اخباروں میں مضامین دیکھے جاتے ہیں اور جا بجا
سے میرے پاس استفتے آتے ہیں ۔ سنا جاتا ہے کہ نواب مرزا خاں صاحب
داغ کا قول ہے کہ دلی میں مونث ہے مگر کلام میں کہیں مونث کا پتا نہیں چلتا
اگر ایک معتبر شاعر نے بھی مونث کہا ہوتا تو کہا جاتا کہ مختلف فیہ ہے ۔ اور بغیر
کلام میں آئے ہوئے کہیں بول چال میں ہونا کافی نہیں ہے ۔ نسیم دہلوی ع

قبر پہ آیا ہے دینے کو مبارکباد مرگ ۔ یہ نیا ایجاد ہو میرے ستم ایجاد کا

میر ؎

یہ تازہ لگا ہونے ایجاد گلستاں میں ۔ راتوں کو لگا رہنے صیاد گلستاں میں

اگرچہ اس شعر میں ایجاد کا لفظ جس صورت میں آیا ہے وہ سند کیلیے پوری طور سے کافی نہیں ہوسکتا۔ مگر دیوان میں اسیطرح چھپا ہو، اور ثقات کو اسیطرح پڑھتے سنا ہو۔ غافل لکھنوی ؎

اتنی بینائی کہاں دیکھیں جو سیر جزو و کل ۔ عالم ایجاد میں تو سیکڑوں ایجاد ہیں

دشنام، زیادہ مونث ہو مگر ظفر نے ایک جگہ مذکر کہا ہو فلہذا اختلفت فیہ کہا جاسکتا ہو

ناسخ ؎

کسی نے جو حیدر کو دشنام دی ۔ تو گویا پیمبر کو دشنام دی

ولہ ؎

بارہا میں گیا ہوں نزد امام ۔ کبھی مجھکو نہ دی کوئی دشنام

ظفر ؎

ہم کو پوشیدہ ہیں پیغام کسو کے آتے ۔ خط پہ خط روز ہیں بے نام کسو کے آتے

ہوس بوسہ اگر کھینچ نہ لاتی ہم کو ۔ کاہیکو سننے کو دشنام کسو کے آتے

سب بندہ زادے اور جلیل حسن بالتخصیص تسلیم گزار و سپاس گزار ہیں۔

امیر فقیر

۳۱- مارچ ۹۹ء ۔ تمت

میرے پیارے کوثر۔ میں نے کسی خط کا جواب قلم انداز نہیں کیا۔

وسیم گواہ ہیں کہ خیرآباد کو خاتون کی مزاج پرسی کا خط فوراً بھیجا۔ صاحب گنج سے جو خط آیا اس کا جواب بھی دوسرے یا شاید تیسرے دن روانہ کیا خدا جانے کون دشمن راہ سے اڑا لیتا ہے۔ یہ خط مورخہ ۲۵ رجب اس وقت آیا اگرچہ فرصت نہ تھی مگر سب کام چھوڑ کر غزلیں دیکھیں بنانا تو کہاں ہو سکتا ہے ایک دو جگہ عیوب پر آگاہ کر دیا۔ ایک دو جگہ آہستہ آہستہ والی غزل میں بنا بھی بنا دیا۔ اور انتخاب کے صاد کر کے وسیم کو غزلیں دیدیں کہ لکھوا کر نثار کو آج ہی بھیجدیں اور مسودے کو داخل ذخیرہ مستودات کر کے آپ کو بھیجدیں امید ہے کہ آپ روانہ کریں میری طاقت روز بروز گھٹتی جاتی ہے۔ اور مکروہات بڑھتے جاتے ہیں لغت میں مصروفی اور محنت کی بہت حاجت ہے شاعری بالکل چھوٹی ہے۔ اصلاح کو کلام بکثرت آتا ہے کون بنائے کون جواب لکھے۔ انقلابات و تغیرات جو ریاست میں ہو رہے ہیں وہ اور پریشان کر رہے ہیں سیکڑوں روپے ماہوار کا خرچ اور آمد کچھ نہیں۔ احباب نے جو کچھ کہا وہ نہ کیا۔ حضرت شاداب نے رسم قدیم یک قلم ترک کر دی۔ آپ اسی ملک میں ہیں جو یاں کے حال رہیں اور حالت جو کچھ معلوم ہو ضرور مجھے لکھ بھیجا کریں کہ مجھ کو ان کی بہی خواہی پریشان رکھتی ہے۔ ان کو میرا کچھ خیال نہ ہی میں نے بھی کئی مہینے سے ان کو خط نہیں بھیجا۔ یہی سمجھ کر کہ جواب تو آتا نہیں لکھ کے کیا کروں۔ آپ اپنی ذکاوت سے اگر کوئی راہ نکالیے کہ ان کو توجہ کافی پیدا ہو اور وعدہ وفا کریں تو آپ کا احسان ہے۔ دو سو روپیہ ماہوار دفتر لغت میں صرف ہو رہا ہے

سب اطفال واعزہ واحباب با دعب رسان ہیں اس ملک کے بیچے کسیطرح ضرور بھیجئے۔ مولانا مولوی محمد عبدالحق صاحب کے اعزاز و امتیاز و ترقی مراتب سے بہت ہی خوش ہوا اور خدا خوش رکھے اور توفیقات نیک دے، آمین

امیر فقیر

نمبر ۳۸

۱۳ استمبر

پیارے کوثر۔ ترکیب استعمال دوا کی معلوم ہوئی سفوف پھانکسا لینا آسان۔ مگر یہ عرقیات کا قدح پینا محال۔ کوئی سہل راہ نکالیے۔ غزل تو دیکھی ہوئی رکھی تھی تتمہ اسوقت دیکھا اور جو شعر پسند آیا اس پر صاد کیا مالبقی غزلیں پھر کسی وقت دیکھونگا۔ اور خطوط پر نظر کرکے جو بات جواب طلب ہوگی انشاء اللہ اس کا جواب لکھونگا۔ گلچیں میں جو مجھ سے طرح کی فرمایش ہوئی تھی میں نے یہ مصرع لکھ کر بھیجدیا ہے سوکنی ہیرے کی نیلم میں جڑی ہے۔ جڑی کڑی۔ قافیہ، اور ہے ردیف۔ آپ کی خواہش کے موافق یہ مصرع طرح لکھدیا گیا۔ سب اعزہ واحباب تسلیم رساں ہیں فقط

امیر فقیر

نمبر ۳۹

محبی و مکرمی۔ سلام و شوق و اخلاص و نیاز و سپاس یاد آوری کے بعد التماس ہے کہ نوازش نامہ آیا آپ کی غزل پیام یار میں نہ چھپنا میرے قصور سے نہیں ہے میں نے جلد دیکھ دی تھی۔ وسیم و نعیم و اصغر وغیرہ کی غزلیں بھی گئی تھیں۔ عابد کی غزل بھی روانہ ہوتی تھی۔ کسی کی نہیں چھپی، خدا جانے

کیا سبب ہوا۔ یہ غزل ابھی آئی ابھی دیکھی اور آپ کو بھیجتا ہوں تاکہ آپ بھیجیں
ابھی وقت میں گنجائش ہے غالبًا وقت پر پہونچے گی۔ اسوقت یہاں صحیح لکھدینے
والا کوئی نہیں ہے مجھے زکامی ور دسر اور حرارت ہے۔ شاداب کو میں نے
تہنیت نامہ آپ کی راے کے موافق لکھا جواب میں تار آیا کہ میں شکر گزار ہوا
خط نہ لکھا۔ لغت میں کوشش ہو رہی ہے جب نتیجہ ظاہر ہوا اور حصص نکلنے لگیں
تب کی بات۔ روپے کا توڑا ہے اور حاجت بہت ہے۔ خدا کوئی سامان کرنے
سب اعزہ اور اطفال واحباب واہل وفقرا وحبیب رساں ہیں اللہ تعالیٰ
وبا کو وہاں سے دفع فرماے۔ بارش ادھر کم ہے۔ آب وہوا میں اتبک
وبائیت نہیں ہے ٹکٹ ملفوف نہ تھا اور ہوتا بھی تو میں احتیاطًا بیرنگ
بھیجتا۔ رسید لکھیے گا تاکہ اطمینان ہو۔ وقت بہت تنگ تھا فورًا دیکھ دی
ایسا نہو چھپنے سے رہجاے اور آپ خفا ہو جائیں انتخاب یا لا انتخاب بھیجیے گا

امیر فقیر

۲۴ستمبر

حکیم صاحب پرسوں حبس بول کا دورہ پڑا تھا۔ مرتے مرتے بچا۔ آج
اس قابل ہوا کہ آپ کا خط کھولا بہت افسوس ہوا کہ شاید غزل وقت پر
نہ پہونچے گی مگر جلدی ہیں سنکر کچھ کچھ بنایا۔ خدا کرے مشاعرے تک پہونچے
زیادہ لکھوا نہیں سکتا کہ اور دیر ہوگی اور جلدی ہیں بعضے شعر بنا بھی نہ سکا
بچھڑا کاٹ دیا۔ پیشاب کی تکلیف اسوقت تک بڑھی ہوئی ہے ہنوز طبیعت بحال
نہیں ہے فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۴

پیارے کوثر۔ محبت نامہ آیا ممنون فرمایا۔ مکرمی شرف الدین صاحب بیرسٹر سے جو مصالحت مقدمہ حضرت شاداب معلوم ہوئی جی خوش ہوا۔ اللہ تعالی ان کو خوش رکھے۔ گو وہ اپنی خوشی پر خوش ہونے والوں کو ناخوش رکھیں۔ میں نے مدت سے خط و کتابت مجبور ہو کر ترک کر دی اگر کبھی ادھر سے کوئی تحریر آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ شہباز بہاری یہاں نہیں آئے مجھے نہیں معلوم کہ عظیم آباد میں ہیں یا کلکتے چلے گئے۔ غزلیں پچھلی ہوں گی کہیں مگر اب ڈھونڈنا اور نکالنا اور بنانا دشوار ہے کہ فرصت کہاں۔ جو کلام یہاں پہونچا وہ نذر و سیم ہوا آپ جانیں وہ جانیں۔ مدفن بکسر فا لغۃً صحیح پھر موزوں کرنے کو کون منع کرتا ہے اچھا نہ معلوم ہو نہ کہیے۔ میں نے بھی کبھی نہیں کہا۔ خلد آشیاں نے موزوں کیا تھا بہت چرچا رہا مگر جیت انھیں کی تھی کہ لفظ صحیح ہے چپقلش بمعنی جنگ شمشیر غیاث میں بفتح لام ہے اور اردو میں بکسر لام انبوہ کے معنوں میں ہے خانۂ کعبہ کا ترجمہ کعبے کا گھر بالکل مستعمل نہیں اور نہایت برا معلوم ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ ترکیب اضافی نہیں ہے ترکیب توصیفی یا بدل مبدل منہ ہے پھر کعبے کا گھر کیونکر درست ہوگا۔ آپ کسی سے تو لڑئے نہیں اور سمجھئے کہ غلط ہے ہاں معترض کے کلام میں نکلے تو خیر اگر کوئی آپ سے پوچھتا ہے تو سمجھا دیجئے کہ میرا تو یہ خیال ہے پھر وہ تاویلات کرے تو چپ ہو رہئے لغت کا کام ہوتا ہے مگر سستی سے۔ گرمی کی وہ شدت ہے کہ معاذ اللہ۔ حکیم صاحب دل کے بڑھانیوالے اگلی صحبتوں کے یاد دلانے والے خطوط

نمبر ۴۴

محب سامی کوثر سلامت۔ کل محبت نامہ آیا ممنون کیا جو شبہات آپ نے لکھے ہیں ان میں سے بعض تو میں رفع کیے دیتا ہوں اور بعض اسپر موقوف ہیں کہ پورا شعر اپنا اور اصلاح میری لکھئے۔ واضح ہو کہ "کھاے پھرتے اودھار ہم بھی ہیں" محاورہ فصحا کا نہیں ہے اور بندش بھی تعقید سے خالی نہیں "کھاے پھرتے" اودھر اور "ہیں" اودھر، اور بیچ میں "اودھار ہم بھی" جو شایاں نہیں۔ چاہو رہنے دو سیہ بختی میں عدیم المثل، سیہ بختی میں یاے تحتانی کا اسقاط نہ چاہیے۔ ترکیب فارسی ہے اگرچہ بعض اساتذہ اردو کے کلام میں سند ملتی ہے مگر کیا ضرور ہے "نباشد جز بتواے شوخ عیار" اس میں اگر "جز بتو" پسند نہیں تو "غیر تو" رکھئے۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ منشی ریاض احمد صاحب کا دیوان جسقدر مجھے پہونچا تھا اتنا دیکھ لیا۔ باقی ابھی آیا نہیں بلکہ سوا مہینے سے کوئی خط نہیں آیا۔ اخبار ادیب ہندوستان کے اچھے ہونے میں شک نہیں مگر بغیر جمع ہونے درخواستوں کے محض اس امید پر کہ اشاعت کے بعد رونق ہوگی۔ جرات نہیں پڑتی۔ ایک بار بہت نقصان اٹھا چکا ہوں۔ سب احباب کو ماوجب۔ جناب برادر صاحب قبلہ سلام و شوق اور استادی منشی صاحب قبلہ بھی سلام و دعا فرماتے ہیں۔

نمبر ۴۵

پیارے کوثر۔ محبت نامہ آیا۔ غزلیں بھی پہونچیں۔ محنت کی تو نہ فرصت نہ طاقت۔ خیر جس نظر سے دیکھ سکا فوراً دیکھ لیں اور اب بھیجتا ہوں۔

سفوف حجر الیہود کا استعمال آٹھ دس دن سے ہوتا ہے ابھی تو کوئی نتیجہ اسکا
معلوم نہیں ہوا۔ آیندہ خدا سے امید ہو کہ نفع ہو۔ مشاعرہ کی غزل میں نے
فوراً دیکھکر بھیجی مگر افسوس ہو کہ اسوقت تک آپ کے پاس نہیں پہونچی
معلوم نہیں آپ نے بطور خود انتخاب کرکے غزل پڑھی یا غیرت سے کنارہ
کیا۔ طرح نکلچیں ہیں جو غزل میں نے کہی اسکے کچھ شعر منتخب کرکے ایک
عمدہ ذریعے سے والی دکن کو بھیجدیے ملاحظہ ہوے اور پسند بھی ہوے۔
داغ نے بھی غزلیں مجھے بھیجیں تھیں۔ میں نے دیکھیں میری غزل
انھوں نے مانگی تھی وہ بھیجدی۔ اس کے بعد بھی کچھ شعر میں نے کہے
آپکے اس دو غزلے میں بعض شعر مجھ سے متوارد ہو گئے ہیں، تو جو دو ایک شعر
میرے اختیار سے باہر ہو چکے تھے وہ بمجبوری تمھارے یہاں سے نکال ڈالے
اور جن اشعار نے شہرت نہیں پائی تھی ان کو اپنے یہاں سے نکال ڈالا نکلچیں
کی دھوم دھام سنکر جی چاہتا ہو کہ محنت کیجاے مگر نہ دل و دماغ میں طاقت
نہ مکروہات سے فرصت، نہ صحت، بمجبوری یہی شعر [illegible] ہوے ہیں بھیجدونگا
مجھے بڑی خوشی یہ ہو کہ گو میری [illegible]
[illegible] ہو مگر میرے عزیزوں دوستوں
کی غزلیں تو اچھی [illegible]
[illegible] جلیل و آہ نے بہت اچھے اچھے شعر کہے ہیں اور آپنے
تو دریا بہا دیے ہیں۔ ریاض نے بھی ایک غزل بھیجی تھی اور لکھا کہ نا تمام ہے اور
بھیجونگا۔ واقع میں یہ پرچہ اچھا نکلیگا۔ خدا کرے کاغذ و خط بھی اچھا ہو۔ زیادہ
اسوقت کچھ لکھ نہیں سکتا۔ اپ اپنی غزل منتخب کرکے گلدستے میں دیکھیگا۔

امیر فقیر

سید زاہد حسین صاحب زاہد رئیس سہارنپور کے نام

حضرت زاہد کا خط بنام مؤلف جو حسب خواہش انکے یہاں درج ہوتا ہے

۱۹ فروری ۱۹۱۰ء۔ از سہارنپور۔

خدمت عالی مراتب ذوالمناقب مولنا ثاقب میں، اسیر مصائب و نوائب عفو کے طالب زاہد کثیر المعائب کا خادمانہ اور نیازمندانہ سلام معذرت التیام مکرمت نامہ پہونچا اور باعث شکرگزاری و یادآوری ہوا۔ اسمیں ذرا بھی شک و شبہ نہیں کہ میں ضرور کسی درجہ تک سزاوار ملامت ہوں اور مستوجب شکایت لیکن منفعل اور شرمسار ہوں اور عفو تقصیر کا خواستگار کم و بیش سال بھر کا زمانہ ہوا کہ آپ متواتر حضرت استاذی امیر مینائی (اللھم اغفرہ وارحمہ) کے خطوط کے لیے وقتاً فوقتاً یاد دہانی فرما رہے ہیں با اینہمہ میری جانب سے کوئی دقیقہ تاخیر و تعویق کا اٹھا نہیں رہا۔ آپ ضرور اپنے جی میں کہتے ہوں گے کہ یہ بھی عجیب یاوہ گو ہے کہ خود ہی تو اس شد و مد اور وثوق کے ساتھ وعدہ و توثیق کیا۔ اور اب خود ہی لیت و لعل اور حیلے بہانے کر رہا ہے لیکن مولنا اشہد باللہ میں اپنے وعدہ کو نہیں بھولا بلکہ منتظر وقت اور جویاے موقع رہا کہ ذرا بھی آلام و اسقاط سے چھٹکارا ہو تو ایفاے عہد کروں مگر عوارض اشد اور علالت ممتد نے وہ طول پکڑا کہ ہوش و حواس مختل کر دیے۔ مہینوں دلی رہکر علاج کیا وہاں سے وطن کو واپس آیا تو ہوکی تپ و لرزے نے اپنا بخار نکالا اور ہلا ڈالا۔ معہذا اختلاج قلب کے لگاتار دورے

بڑے جھٹکوں نے اور بھی ہلاک کر دیا۔ غرض وہ تکلیفیں اٹھائیں کہ ذکر سے دل لرزتا
ہے اور کچھ دل ہی خوب جانتا ہے۔ دسمبر گزشتہ سے طبیعت اعتدال پر آنے لگی۔
اگرچہ گونا اضمحلال و اختلال باقی ہے لیکن بحمداللہ شدائد سے نجات پائی۔ اس وقت
سے میں نے تعمیل ارشاد کیلئے تہیہ کیا اور بتدریج و تفاریق جناب مرحوم کے
خطوط کی نقل کو جاری کیا۔ اب آ کر اس مہم کو بفضلہ و عونہ انجام کر پایا۔
عرصہ ہوا میرا وہ بکس جس میں ضروری کاغذات رہا کرتے تھے چوری گیا تھا
اس میں ۱۸۶۸ء کے قبل کے اکثر خطوط تھے اور نقد مکتوبات حضرت امیر کے
مالا مال تھا۔ چور مالا مال اور امیر ہو گیا اور حقیر کو فقیر کر گیا۔ بعض خطوط اسلیے
نقل نہیں کر سکا کہ جناب مرحوم نے ان کو نظر اغیار سے محفوظ رکھنے اور کسی کو
نہ دکھلانے کی تاکید اکید کر دی تھی۔ ما بقا ارسال خدمت شریف ہیں۔ میں
ان ریزہائے جواہر کو اپنا سرمایۂ ناز اور اردو انشا پردازی کا گنجینہ و خزینہ
سمجھتا تھا۔ اور شرار دو کی جان جانکر اپنی جان کی برابر رکھتا تھا لیکن جب یہ
دیکھا کہ آپ مجھ سے زیادہ اہل اور قدردان و نقاد ہیں اور ان پھولوں کو سدا بہار
بنانے کی فکر میں ریاضت کر رہے ہیں اور ان فصاحت و بلاغت کی تصویروں
میں تدوین و انطباع کی روح ڈالکر اور حیات ابدی سے زینت دیکر جیتی
جاگتی اور بولتی چالتی صورتیں بنانے والے ہیں تو یہ صورت مجھکو دل سے
بھائی اور مطبوع طبع ہوئی۔ بنا بریں یہ تمام جواہر عبقریہ اور زواہر بہیہ
بطور ارمغان و تہدیٔ نذر کرتا ہوں۔ اور ان جواہر کے ٹکڑوں بلکہ جگر کے
ٹکڑوں کو جن کو کلیجے سے لگائے رکھتا تھا اپنے سے الگ کر کے آپکے

دامن میں ڈالے دیتا ہوں۔ اگر بار خاطر نہ ہو اور پسند خاطر ہو تو میری خاطر سے اتنی رعایت و عنایت کیجئے کہ ان کو اسی سلسلے اور ترتیب سے طبع کرا دیجئے تاکہ یہ موتیوں کی لڑیاں جن کو میں نے بڑی دیدہ ریزی سے پرو دیا اور گوندھا ہی ٹوٹ نہ جائیں اور ان کے انمول موتی بکھر کر پراگندہ و غیر منتظم ہونے پائیں اور اس سلک مروارید کے ساتھ جھلکے۔ وقتی انشاء اللہ نہ کبھی بے آب ہونگے نہ گرینگے۔ میری اس تحریر کو بھی جس کی حقیقت پوت کے دانوں سے زیادہ نہیں ضرور منسلک کر دیجئے اور اس سے ابتدا کیجئے کہ گیاہ اگرچہ ناچیز ہے مگر دستۂ گل میں پھولوں کا حسن دوبالا کر دیتا ہے۔ خال ہر چند کہ سیاہ و قبیح ہے لیکن رخسار صبیح پر ملیح ہے۔ تعرف الاشیاء باضدادھا

جناب مرحوم کے خطوط اگر اور زیادہ مطلوب ہوں تو اخوی منشی محمد احمد صاحب قمر سے رامپور میں اور محبی حافظ جلیل حسن صاحب سے حیدرآباد دکن میں اور شفقی ممتاز علی صاحب آہ تحصیلدار سے ریاست ڈونگر گڑھ میں ضرور خط و کتابت کیجئے جن میں سے آخر الذکر کے پاس یقیناً پورا ذخیرہ جمع ہو گا کیونکہ انھوں نے بھی کچھ دن ہوئے ایسا ہی قصد کیا تھا جو اب تک بعض وجوہ و موانع سے انجام کو نہیں پہونچا۔ والسلام خاکسار زاہد سیاہ کار

نمبر ۴۶

۱۱- اکتوبر ۱۹۸۸ء رام پور مراد آباد

مکرما۔ سلام مسنون۔ محبت نامہ آیا ممنون قدر شناسی کیا۔ میں ایک پیرانہ سال شکستہ حال بے پر و بال لعض ہوں اور شاعری سے بیگانہ ہو گیا ہوں جو

احباب ارادت سے مجھکو کلام بھیجتے ہیں ان کا کلام بھی نہیں دیکھ سکتا بیشتر عذر
کردیتا ہوں اور کبھی کچھ دیکھ دیتا ہوں آپ میرے عذر کو واقعی تصور فرمائیں
آپ کا کلام جو باحتیاط تمام رکھا ہوا ہی بقدر امکان دیکھونگا - میں خدمت
گزاری اہل شوق و ذوق کو اپنا فخر جانتا ہوں مگر کیا کروں کہ مجبور معذور ہوں

امیر فقیر

نمبر ۱۴۷

۱۰ - نومبر ۱۸۹۸ء رامپور مراد آباد

محبی! اسلام - غزل کئی دن ہوئے بھیجدی ہے - اب پہونچ گئی ہوگی
والسلام -

امیر فقیر

نمبر ۱۴۸

۱۲ - جنوری ۱۸۹۹ء رامپور مراد آباد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ - کئی تحریریں آپ کی آئیں اور میں نے ہر
تحریر کے آتے ہی یہ قصد کیا کہ اب غزل دیکھتا ہوں، اب معذرت نامہ بھیجتا
ہوں مگر ہجوم مکروہات و صدمات اور وفور غم و الم نے فرصت نہ دی پہلے تو
اپنے برادر مہربان تر از پدر کا ماتم رہا - پھر ان کی خالہ تون جو مجھکو بجائے مادر تھیں
ان کی رحلت کا غم ہوا - ایک آباد گھر برباد ہوگیا - ان حوادث سے جو صدمے
مجھ ناتوان پر ہوئے ان کو لکھ نہیں سکتا - آپ کی عنایت و سیادت سے
امید عفو جرم کی رکھتا ہوں - کلام تلامذہ نزدیک و دور اس کثرت سے آتا ہی
کہ میں ان کو کسی طرح دیکھ نہیں سکتا، قدر دانان عذر شنو مجھکو تاخیر اصلاح
پر معاف رکھتے ہیں، آپ بھی یہی شیوہ اختیار کیجئے - اور میں حتی الامکان آپ کا

کلام ابھی دیکھا کرونگا۔ اسوقت پیشی کے بستے میں سو سے زیادہ وہ خطوط ہیں جن میں مختلف اقسام کا کلام اصلاح طلب ہے اب دیکھنا شروع کرونگا اور اس مہم کو جب تک سر کرونگا تب تک اور کلام آجائیگا۔ آپ خیال فرمائیں کہ پھر آخر تعمیل احکام سرکار بھی کرنا ہے۔ نصف شب تک ہمت کروں تو یہ کام ہو سکے۔ دل و دماغ ضعیف ہو گیا ہے، کچھ ہو نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ جمعیت خاطر دے تو بطور خود ضبط اوقات کر کے خدمت گزار احباب ہوں۔ مکروہات دنیوی کوئی کام نہیں کرنے دیتی ہیں۔ خط کی رسید ضرور بھیجیے گا تاکہ میں مطمئن ہو جاؤں کہ معذرت نامہ پہونچ گیا فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۴۴

۲- جولائی ۱۸۹۵ء رام پور مراد آباد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ فقیر رمضان میں سفر سے فارغ ہو کر وطن پہونچا اور بیمار ہو گیا۔ اب بفضلہ تعالیٰ صحت ہے البتہ اس کی شکایت ہے کہ دماغ میں ضعف ہے۔ اور تھوڑی دیر لکھنے پڑھنے میں آنکھیں دکھنے لگتی ہیں آنسو بھر آتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ آپ کا کلام دیکھ کر بھیجوں اور عذر خواہی کروں کہ قصور تاخیر معاف ہو مگر کلام اصلاح طلب کے مٹھے جس بستے میں رکھے تھے وہ بستہ ہی غائب ہے نقل و تحویل اسباب میں اکثر چیزیں پریشان ہو گئی ہیں۔ اگر آپ مکرر اپنا کلام عنایت فرمائیں تو بشرط خیریت اب جلد بنجائے۔ ورنہ جس وقت وہ بستہ ملا اور کلام نکلا تو ضرور بنادوں گا۔ رفع انتظار کے لیے مجبورانہ بعد معذرت یہ کارڈ لکھا ہے

والعفو عند کرام الناس مقبول۔ دوسرا دیوان میرا ابھی نہیں چھپا فرصت کہاں جو نظر ثانی کروں۔

امیر فقیر

نمبر ۵

۱۹۔ جولائی ۱۸۸۸ء۔ رامپور مرادآباد

شفیقا۔ سلام مسنون۔ ایک مختصر پرچہ صحیفہ اخبار میں آیا ممنون عنایت فرمایا۔ اللہ میرے حمایت کرنے والوں کو رکھے۔ کلام جس وقت مل گیا۔ حتی الامکان دیکھنے میں قصور نہ ہوگا۔ اخباروں میں جو کچھ میری نسبت کبھی کبھی کسی مہربان کی مہربانی سے چھپتا ہے میں نہ خود کبھی اس کا جواب دیتا ہوں نہ کبھی دوست کسی شاگرد کو اجازت دیتا ہوں۔ مشرب یہ ہے کہ اگر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سچ اور صحیح ہے تو منفعل ہونا چاہیے اور آیندہ احتراز کرنا چاہیے اور اگر تعصب سے غلط بات لکھی ہے تو صبر کرنا چاہیے۔ رود قبح میں طول عمل ہوگا فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۵

۲۸۔ اگست ۱۸۸۸ء رامپور مرادآباد

دلنواز۔ سلام شوق۔ سلام میں نے نہیں کہے۔ عہد فردوس مکان میں حسب فرمایش دو چار سلام موزوں کیے تھے وہ یاد نہیں کہ کس بستے میں ہیں، مل جائینگے۔ تو بھیجوں گا۔ حضرت سوزاں کی کیفیت آپ ہی کچھ لکھیے کہ اب مشغلہ کیا ہے اور دلی کا تعلق کیوں ترک ہوا اور آیندہ کیا قصد ہے آیا وطن ہی میں اقامت مد نظر ہے یا سفر کا ارادہ ہے اور سفر کا عزم ہے تو کدھر فقط۔

نمبر ۵۲

۵۔ نومبر ۱۸۹۸ء ریاست رامپور مراد آباد

مکرمی و محبی۔ سلام مسنون۔ محبت نامہ آیا۔ خدا آپ کو خوش رکھے کہ مجھ شکستہ حال کی مزاج پرسی کرتے رہتے ہیں۔ میں اس سچی محبت کی دل سے قدر کرتا ہوں اور اپنے پیارے قدردان کے لیے دعا کرتا ہوں۔ میں بفضلہ تعالیٰ اب تندرست ہوں اور جس حال میں ہوں قابل شکر ہے۔ کلام تا بمقدور دیکھ کر بھیجتا ہوں۔ اطفال فقیر با دعا پر سلام ہیں۔ فقط امیر فقیر

نمبر ۵۳

۱۰۔ فروری ۱۸۹۹ء رامپور مراد آباد

یادآور کرم گستر سلامت۔ کارڈ آیا ممنون فرمایا۔ بحمد اللہ میں زندہ ہوں، مگر ایسی زندگی سے جس میں احباب کی خدمت نہ کر سکوں شرمندہ ہوں۔ ہمیشہ عفو تقصیر کا خواستگار اور دعائے حسن انجام کا امیدوار رہتا ہوں۔ محمد احمد مع اپنے سب اخوان کے سلام نیاز عرض کرتے ہیں۔ حضرت دلسوز سوزاں سلمہم اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بکمال اخلاص تسلیم۔ امیر فقیر

نمبر ۵۴

۲۲۔ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

میرے عنایت فرمائے دائم سلامت۔ سلام مسنون اخلاص و سپاس مشمول۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا ممنون یاد آوری کیا۔ بحمد اللہ زندہ ہوں مگر اس وجہ سے کہ جس واسطے پیدا ہوا ہوں وہ کام نہیں کرتا اپنی زندگی سے شرمندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی طرف توجہ کی توفیق دے۔ آپ کی کم فرصتی

شغل علم میں ہو اس سے جی خوش ہو اللہ تعالیٰ عمر و اقبال بڑھائے۔ غزل
پہونچی اسی وقت دیکھ کر واپس بھیجتا ہوں۔ اس خیال سے کہ خدا جانے پھر
کب نوبت آئے۔ شعر بہت اچھے اچھے ہیں۔ اللہم زد و بارک۔ محمد احمد مع
اخوان سلام عرض کرتے ہیں۔ آب و ہوا یہاں کی آجکل فاسد ہے اور
بازار حیات کاسد خدا رحم فرمائے۔ میرے ایک سعادتمند عزیز حکیم نعیم الزماں
اور وسیم و سلہما [illegible] کے اصرار والتزام سے جو میں چند غزلیں روز شب کو
سن لیتا تھا وہ شغل بھی چھوٹ گیا ہے اب چھپنے میں ذرا دیر ہوگی۔ تاریخیں
آپ کی انشاء اللہ ضرور چھپیں گی۔ محمد احمد تسلیم رساں ہیں حضرت سوزاں مرحوم
کی رحلت کا صدمہ سخت اور روح فرسا ہوا ہے۔ کیا آدمی تھے۔ خدا بخشے۔
انا للہ کے سوا اس کا مرہم کہاں۔ اللہ تعالیٰ توفیق صبر دے۔ ان کے
اعقاب میں جو انکا جانشین ہو وہ کون ہے کوئی لائق فرزند ہے یا نہیں ضرور
لکھیے گا فقط

امیر فقیر

نمبر ۵۵

۱۲۔ نومبر ۱۸۹۹ء رام پور مراد آباد

میرے دلنواز مجھ سے زیادہ مجھ پر مہربان میرے قدردان سلامت۔
محبت نامہ آیا مسرور کیا مگر غزل اس کی پشت پر ہے لہٰذا بمجبوری اس سرمایۂ سرور
کو پھیرنا پڑا۔ چیز دیکر پھیر لینا آپ نے کس سے سیکھا ہے! یہ روش چھوڑ دیجیے
اور آئندہ ایسا ستم نہ کیجیے اور کوتاہ قلمی بھی ذرا گھٹائیے۔ اب کے بار بہت
دنوں کے بعد یہ خط آیا میری کوتاہ قلمی کو معاف کیجیے۔ میں گوناگوں مصائب

والآلام میں گرفتار رہتا ہوں۔ غزل آپ نے خوب کہی ہے ماشاء اللہ تم ماشاء اللہ
زمین بھی نئی تھی شعر بھی مزے کے نکلے۔ اپنا حق ثابت کرنے کو میں نے کچھ
دخل دیا ہے۔ خدا جانے بگاڑا ہے یا بنایا ہے۔ تاریخ کا کئی بار قصد کیا، دو ایک
مادے پورے ہوئے بھی مگر خود مجھکو بھی پسند نہیں آئے تو آپ کو کیا پسند آتے
فرصت تو ہوتی نہیں شب کو لیٹے وقت کبھی خیال کرنا ہوتا ہے، وہ بھی نصف
شب کو کد محنت کرتے کرتے طبیعت تھک جاتی ہے۔ خیر اب پھر سوچونگا۔ رسید ضرور
بھیجئے تاکہ نگرانی نہ رہے، اور غزل کے پہونچنے سے اطمینان ہو۔ سوزاں مرحوم
کے اخلاف واقعی خلف ہیں یا ناخلف ہیں یا اور قطع ہے۔ انکے عہدوں سے تو نہیں معلوم
ہوتا کہ علمی اور اخلاقی صفات میں خلف الرشید ہیں۔ مجھے اطمینان ہو لے
تو تعزیت نامہ لکھوں۔ والاقلا۔ ہائے امیر سے سوزاں کے کیا صفات
تھے۔ خدا بخشے۔ محمد احمد مع اخوان ما وجب رساں ہیں۔ آجکل آپ کے
مشاغل کیا ہیں مفصل لکھیے۔ دیوان کے چھپنے میں بعض موانع سے کہ اس زمانے
میں زیر بار زیادہ ہوگیا ہوں ذرا تاخیر ہے دعا کیجئے آپ بنی فاطمہ ہیں فقط

امیر فقیر

۳۰۔ ربیع الآخر سنہ ۱۳۱۶ھ
نمبر ۵۶

سید صاحب مہربان وکرم فرمائے مخلصان سلامت۔ سلام مسنون ہیں
بیمار تھا اب مرض تو لظاہر نہیں ہے مگر ضعف زیادہ ہے۔ احباب کے بہت سے
کام پڑے رہے۔ اور میں شرمندہ رہا۔ آپ کی فرمایش تاریخ کی تھی آپ سے
بھی عذر خواہ ہوں۔ وہ خطوط جن میں سن ہینا وقت وغیرہ رحلت کا تھا وہ

پیشی میں نہ رہی چونکہ ڈاک میں کاغذ بکثرت آتے ہیں اور صندوقچہ معمور ہوتا
ہے لہذا مہینے میں کئی کئی بار صاف کیا جاتا ہے کہ ضروری کاغذ گٹھوں میں
بندھ کر اور بستوں میں بندھ جاتے ہیں باقی چاک ہوجاتے ہیں۔ بہرکیف بقدر
قیاس سے خیال آیا کہ سال رحلت ۱۳۰۶ھ ہوگا۔ لہذا اسوقت مادہ تاریخ
تجویز کرکے تین مصرعے لگائے ہیں جو بھیجتا ہوں اگر پسند آئے تو خیر ورنہ پھر
لکھیے گا یہ خط محض بنظر احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں ورنہ ٹکٹ موجود تھا اطفال اور
اہل دفتر لغت اردو بادب دعاگزار ہیں۔ مکرما! اگر عمدہ کتابیں ہوں تو اپنے
کتب خانہ میں غور کرکے اچھی اچھی کتابوں کی فہرست ضرور بھیجئے اور عمدہ
کتاب میرے نزدیک مطلا و مذہب اور بہت خوشخط ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ
فی نفسہا فی الکتاب کے حسن پر نظر رہے

قطعہ تاریخ

زہے سید کہ شمس آید پدید — علی با حسین ار بگردد قریں
پے سال رحلت بجا کش امیر — بگو "تربت سید مسلمیں" ۱۳۰۶ھ

امیر فقیر

نمبر ۵۵

۸۔ ستمبر ۱۸۹۰ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نوازش نامہ آیا مسرور کیا۔ تاریخیں
صنم خانہ عشق دیوان ثانی کی پہونچیں اور دفتر میں سپرد کردیں دیوان کی
ترتیب میں اعزہ سبحان حکیم فہیم الزماں فہیم تخلص کے دفعتہ وبائے ہیضہ میں مبتلا
ہوکر مرجانے سے ہرج ہوا کہ طبیعت اس صدمہ ناگہاں سے نہایت افسردہ ہوگئی

خلف اکبر جناب مولوی محمد وجیہ الزماں خاں اسی مرض وبائی میں مبتلا ہو کر قضا کر گئے۔ ان کے اس واقعے سے جو قلق زدہ بیان نہیں ہو سکتا دل مٹی ہو رہا ہے۔ کیا خاک لکھا جائے۔ اللہ صبر دے۔ میرے دل سوز قدیم حضرت سوزاں وہاں ہوں تو سلام نیاز کہیے۔ اور جب خط لکھا کیجئے تو معز الیہ کی خیریت اور کیفیت ضرور لکھا کیجئے۔ مجھے حضرت موصوف کے ساتھ بدستور نیازمندی ہے گو ان کی طرف سے التفات نہیں خیر خوش رہیں اور اپنی تمنیات میں کامیاب۔

امیر فقیر

نمبر ۸۸

۳۱ مارچ ۱۸۹۸ء

محبا۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا بحمد اللہ یہاں خیریت ہے۔ آپ کا کوئی خط مع غزل یا بغیر غزل اس زمانے میں نہیں آیا۔ آگے جسے شاید ڈیڑھ یا دو مہینے گزرے ہونگے ایک خط مع غزل آیا تھی زمین اسوقت یاد نہیں ہے مگر اتنا یاد ہے کہ کوئی نئی اور اچھی زمین تھی آیا تھا اور وہ غزل میں نے ضرور دیکھ کر بھیجی تھی اس کے بعد کوئی غزل نہیں آئی یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ غزل آتی اور میں دیکھ کر نہ بھیجتا اور غزل بھی آپ کی زیادہ کیا لکھوں۔ نہایت عدیم الفرصت ہوں۔ محمد احمد مع اخوان سلام و نیاز کہتے ہیں ہمیشہ اپنے خط خیریت نمط سے مسرور کرتے رہا کیجئے فقط

امیر فقیر

نمبر ۹۸

۲۰ اپریل ۱۸۹۸ء رام پور مرادآباد

سید صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مہربانی نامہ آیا تو آخر
حوادث و وقائع رحلت عزیزان سابق سے سخت قلق ہوا۔ انا للہ وانا الیہ
راجعون۔ سکندرا اس داغ کا کوئی مرہم نہیں۔ اللہ صبر و شکر و تسلیم و رضا
کی توفیق دے جب بلا پر صبر کی توفیق ہو وہ اس نعمت سے کہیں بہتر ہے جس پر
شکر کی توفیق نہ ہو۔ یہاں بھی مرض حد وبائیت کو پہنچا ہے اطبا عطاروں کے
دربار گرم ہیں مگر بحمد اللہ ابھی نجات غالب ہے اور ہلاکت مغلوب۔ میرے
ایک عزیز کی لڑکیوں کی شادی تھی گھر عشرت کدہ ہو رہا تھا دوسرے دن عقد
کی شادی رچانے والے باپ نے جو جوان سال خوش خصال تھے دنیا سے
نقد جاں کو بیچ کر کے اس عشرت کدہ کو ماتم کدہ کر دیا۔ جو مہمان نزدیک و دور
سے بیاہ میں آئے تھے وہ تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے۔ دنیا عجب
عبرت گاہ ہے مگر افسوس کچھ عبرت نہیں ہوتی ؎

آساں نہیں ہے دام سے دنیا کے چھوٹنا
یہ ایک بڑے حکیم کا باندھا طلسم ہے

میری اولاد میں بھی پانچ آدمی مبتلائے تپ ہیں، مجھے بھی حرارت ہے۔ اللہ
رحم فرمائے اور صحت دلخواہ دے نہیں تو دنیا سے اٹھا لے۔ دعائے خیر
کا طالب ہوں۔ آپ بھی فاطمہ ہیں ضرور دعا کیجیے کہ اللہ مجھ سیاہ کار
کا خاتمہ بخیر کر دے۔ محمد احمد تسلیم عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر

۱۵- جولائی ۱۸۹۰ء　　　　نمبر ۶۰

دلنواز۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ خط آپ کا آیا ممنون فرمایا میں اللہ
کی عنایت سے بخیریت ہوں۔ باقی زندگی میں مرض و صحت سے نجات کہاں
برخوردار محمد احمد کے پھوڑا نکلا تھا۔ جس سے بڑی تکلیف اٹھائی۔ اب
بفضلہ اچھے ہیں۔ اور برخوردار ممتاز احمد وجع مفاصل میں عرصے سے
مبتلا ہیں آپ کی دلنوازی و عنایت فرمائی کا بہت ممنون ہوں۔ امید کہ
گاہ گاہ خیریت مزاج سے مطمئن کرتے رہوگے۔ زیادہ خیریت والسلام۔
مکرر آنکہ میں بھی مشتاق ملاقات ہوں مگر شغل کسب کمال کا بہت اچھا
ہے۔ خدا کرے کہ بعد فراغ اطمینان کے ساتھ ملاقات ہو فقط

امیر فقیر

۷- اپریل ۱۸۹۱ء　　　　نمبر ۶۱

میری قدر کرکے میرا دل بڑھانے والے خدا تم کو زندہ رکھے اور اقبال
بڑھائے۔ آپ کا محبت نامہ آیا دل کو تسکین ہوئی تم نے میری انشاپردازی
کی ستائش کرکے اور مجھے شرمندہ کیا۔ شرمندگی کے ساتھ تمہاری قدردانی
کا جو محض محبت سے ہے شکرگزار ہوں۔ خطوط جب میں فکر سے اچھے
لکھتا تھا وہ ذخیرہ ایک سو کئی جزو کا میرے ایک شاگرد نے جمع کیا تھا۔
سولہ برس ہوئے کہ وہ بیچارہ مرگیا اور اس ذخیرہ کا پتا نہ لگا پھر کسی نے
جمع نہیں کیا۔ تین چار شاگردوں نے کچھ تھوڑے تھوڑے خطوں کی نقلیں
اپنی پسند کے موافق لکھ لیں وہ چھپ چکا ہے بعض تحریروں کی نقلیں لے لوں

کرلی ہیں اور جب سے دفتر امیر اللغات کھولا گیا ہے - محرران دفتر بعض
مکاتبات لکھ لیتے ہیں یہ سب بھی اگر جمع ہوں تو ایک مجموعہ ہو سکتا ہے ۔
مگر کون یہ کام کرے اسقدر ضرور ہے کہ کوئی خوش سلیقہ فہمیدہ و سنجیدہ آدمی
ترتیب دیکر ان کو یکجا لکھدے اور میں ایک نظر دیکھکر جو مطالب شایع کرنیکے
نہوں ان کو نکال ڈالوں تو بنے مگر اس کی فرصت ہی نہیں ہے - کروں کیا
"یک انار و صد بیمار" کا مصداق ہوں - کاہشوں سے نجات نہیں ہوتی
یہ لغت اردو کا جسکو لکھ رہا ہوں اس نے کسی کام کرلینے کا وقت نہیں چھوڑا
ہے - اور چھپوائی جلد نہیں ہوتا ہے اور ہو کیونکر روپیہ پیسہ بہت چاہئے اور
یہاں اب تھوڑا سا بھی نہیں ہے خیر خدا مالک ہے وہی کسی فراخ حوصلہ کو
ہمت دیدے تو کام چلے اور اب تک جو ہزارہا روپیہ میرا صرف ہوا ہے
وہ رائگاں نجاے اور چھپا لکھا ہی ٹھکانے لگے اگر یہ کام ہو گیا تو عجب عمدہ
کام ہوگا ایسا پورا لغت اردو کا اب تک کوئی نہیں اور آیندہ بھی امید
نہیں اسواسطے کہ اب زمانہ اس زبان کو مٹاتا جاتا ہے - زیادہ کیا لکھوں -
آپکو اپنا دلسوز سمجھکر کچا چٹھا اپنا لکھ گیا ہوں خط نظر اغیار سے محفوظ رہے
ردیف کے ساتھ لفظ "میں" کا لانا خلاف فصاحت ہے اور ہو کی جگہ "ہوے"
یا ہوئے اگلی زبان ہے - غزل بھی کیا نئی زمین ہے اور کیا اچھے اچھے
شعر کہے ہیں - بارک اللہ فی عمرکم - اطفال دعا گزار ہیں -

امیر فقیر

۱۴۔ اپریل ۱۹۱۵ء رام پور
نمبر ۶۲

پیارے زاہد۔ رسیلے لوکاٹ پہونچے اور باعث شکر گزاری ہوئے۔ اگرچہ یہ لوکاٹ اعلیٰ قسم کے نہ تھے جیسا کہ سہارنپور کے لوکاٹ مشہور ہیں۔ اور تم بھیجا کرتے ہو تاہم آپ کے خلوص و محبت کے ساتھ تحفہ کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور دلنوازی میں فرد کرے۔ میں مدت سے آپ کے خط کا منتظر تھا اور حیرت تھی کہ آپ نے مراسلت کیوں ترک کی۔ بحمد اللہ کہ آج آپ کی تحریر پر تنویر دیکھنے میں آئی چونکہ اختصار کی وجہ سے تسکین خاطر پورے طور سے نہیں ہوئی۔ لہٰذا مفصل تحریر کا خواستگار ہوں۔ میری طبیعت اس زمانے میں بہت خراب رہی بخار آنے لگا تھا اب اللہ کے فضل سے اچھا ہوں۔ سب بندہ زادے سلام کہتے ہیں فقط

امیر فقیر

۲۶۔ جولائی ۱۹۱۵ء
نمبر ۶۳

دلنواز! سلام و نیاز کے بعد التماس ہے کہ ماشاء اللہ کیا اچھے اچھے شعر آپ نے کہے ہیں۔ خدا آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے۔ غزل اور خط ایک ہی کاغذ پر ہو خط کا واپس کرنا بہت ہی شاق ہوتا ہے مگر مجبور ہوں آئندہ ایسی پیاری چیز دیگر پھیر لینے کا ارادہ نہ کیا کیجئے۔ انشا کی غزل کے سوا لیلا سیلا کے قافیوں میں میں نے کوئی غزل اب سے پہلے نہیں دیکھی۔ کیا عمدہ غزل آپ نے کہی ہے آپ کی طبیعت کا حسن ہر شعر سے ظاہر ہے افسوس ہے کہ میں آپ کی خدمت گزاری سے قاصر رہتا ہوں ورنہ آپ کا شوق

جھک جاتا۔ پیرانہ سالی کے علاوہ اور بہت سے اسباب ہیں جو مجھکو شاعری کے
طرف متوجہ ہونے سے روکتے ہیں چھیلا کا قافیہ ضرور کہنے کا ہے۔ شوخ لفظ
ہی ضرور لکھیے۔ نوش کا قافیہ خوب کہا ہے۔ سبحان اللہ "ڈھونڈتا ہے" کی جگہ
"ڈھونڈھے ہے" اب زبان نہیں ہے قدما کہتے ہیں متاخرین نے ترک کر دیا ہے
خور و نوش مستعمل ہے فقط نوش اس محل پر زبان نہیں ہے۔ اور کوئی عیب نہیں
مضمون اچھا ہے اور معناً درست ہے لہذا رہنے دیا۔ ضروری محو و اثبات لکھ دینے
کی تو مجھے عادت ہے مگر آپ خود فہمیدہ ہیں آپ کو ذرا ذرا سی بات لکھنا کیا ضرورت
ہے مسودا اصلاح سے زیادہ ہر جگہ وجوہ اصلاح لکھنا دشوار ہے اور اکثر وجوہ جدائی
ہوتے ہیں جنکو طبع سلیم سمجھ لیتی ہے۔ گوہر انتخاب کی فکر رہیگی اور جب بن جائیگا
بھیجوں گا بالفعل میری تالیفات مطبوعہ میں جو کتابیں موجود ہیں وہ بھی دو
تین کتابیں ہیں۔ امیر اللغات اردو زبان کا قتاوے اور خیابان آفرینش سے
میلاد شریف نثر اور دیوان نعت جس میں کچھ کلام نیا بڑھایا ہے اور خیابان آفرینش
کے ساتھ محامد خاتم النبیین ملا کر چھپوایا ہے۔ محامد کا نسخہ بار بار چھپنے سے بہت
غلط ہو گیا تھا۔ اس کو کچھ تصحیح بھی کیا ہے اشتہار و فہرست آپ کے نام غالباً
روانہ ہوا ہوگا اور نہ پہنچا ہو تو ریاض آزاد وغیرہ میں دیکھ لیجئے گا یا لکھیے
تو یہاں سے بھیجدوں۔

امیر فقیر

٣٠- جولائی ۱۸۹۹ء

نمبر ٦

حضرت زاہد کو ایک رند آلودہ گناہ کا سلام پہونچے۔ اور حال خاطر محبت

ماثر ہو۔ کہ تاریخ تو خط میں ہی نہیں جو معلوم ہو کہ یہ خط کب چلا کب پہونچا۔ اور
لفافے پر ڈاک کی مہر پوری کھلی نہیں۔ بہرکیف آج ایک خط مجھے ملا جس میں
یہ غزل بھی جوشِ نقش پا۔ ہجوم انتشار میں غزل دیکھی اور اپنے گمان میں
بنائی واقعی خدا جانے بگاڑی ہی یا بنائی ہی۔ جو الفاظ کاٹ دیئے کاٹنے
کے وجوہ آپ غور سے سمجھ لیجیے گا۔ زمین مشکل اور پامال ہی شعر آپ نے
اچھے اچھے کہے ہیں۔ میں نے جن شعروں پر صاد کیے ہیں وہی رکھیے گا
مجھے فرصت و اطمینان نہیں ہی ورنہ وجوہ بھی حواشی پر لکھدیتا ماشاءاللہ
آپ خود ذہین ہیں سمجھ لیں گے۔ سبحان اللہ کیا غزل کہی ہی اور کس ٹیڑھی
زمین میں۔ اللہ تعالی آپ کے عمر و اقبال میں برکت دے اور خیال میں
اور وسعت بمطالعہ کتب سے آپ کو فرصت نہیں ہوتی اور کتاب بینی کا مشغلہ
رہتا ہے ذرا مہربانی کرکے اپنے کتب خانہ کی فہرست بھجوائیے شاید کوئی کتاب
مجھے مطلوب ہو تو مستعار لینے کی درخواست کروں اور نقل لیکر باحتیاط
بھیجدوں۔ امیر اللغات کی پہلی جلد چھپی ہی اور آپ کے پاس جلد پہونچیگی۔
محمد احمد تسلیم گزارہیں۔

امیر احمد مینائی عفی عنہ

۲۶ ستمبر ۱۸۹۱ء — نمبر ۶۵

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ محبت نامہ اور اس کے ساتھ انگریزی
الفاظ کے اوراق جن میں بعض جزائر اور ممالک وغیرہ کے نام بھی شامل ہیں
اور بعض لغات اردو کے اوراق کا پمفلٹ مجھے پہونچا۔ تمھاری اچھی ہمدردی

اور پوری محبت و سعادت سے بہت ہی جی خوش ہوا خدا تمھاری لیاقت
اور عز و مراتب میں ترقی دے۔ ملک میں اب اس ہمدردی اور دلسوزی
کے لوگ بہت کم ہیں جو دوسرے کے لیے اپنے اوپر محنت گوارا کریں۔ میں
تہ دل سے تمھاری اس عنایت کا شکرگزار ہوں۔ میں دو مہینے سے آشوب چشم
میں مبتلا ہوں لکھنا پڑھنا بالکل چھوٹ گیا ہے ذرا مجھے آرام ہولے تو تمھارے
بھیجے ہوے اوراق کو بغور دیکھونگا اور جو بات ان میں نئی ملے گی اس کو
لغت میں داخل کرکے ملک کو فائدہ پہونچاؤنگا۔ میرے پاس بھی الف
سے ی تک مسلسل مستی دشل کی ساتھ لغت موجود ہے جس کا نام میں نے
بہار ہند رکھا تھا۔ مگر وہ فارسی عبارت میں گلشن فیض کی قطع کا ہے اب جہاں تک
ممکن ہو اس سے بڑھانا مقصود ہے۔ امیر اللغات اس سے کئی حصہ زیادہ ہوگا
تاہم آپ کے مرسلہ اوراق کو میں بہت تشکر اور قدر کی نگاہ ہوں سے
دیکھکر دفتر میں رکھونگا۔ انگریزی الفاظ سے مجھے کوئی مناسبت نہیں اسلیے
اس کا ایسا ذخیرہ نہ میرے سینے میں ہے نہ سفینے میں جس سے یہ معلوم ہو کہ
اتنے الفاظ اردو نے قبول کرلیے ہیں۔ کتابیں بھی ایسی اب تک بہت کم
ملک میں تالیف ہوئی ہیں صرف فرہنگ فرنگ اور بعض اخبار کے اوراق
جنمیں ایسے لفظ جمع کئے گئے ہیں دفتر میں موجود ہیں۔ اس لیے میں تم کو ایسے
الفاظ کے جمع کردینے کی ضرور تکلیف دونگا۔ اس کا احسان نہ صرف
مجھ پر ہوگا بلکہ ملک ممنون ہوگا۔ تم نے جو انگریزی الفاظ امیر اللغات میں
کم پائے اس کی وجہ یہ ہے کہ کمیٹی میں بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ امیر اللغات

میں وہی الفاظ انگریزی کے داخل کئے جائیں جن کی جگہ اردو میں کوئی
فصیح مختصر اور ٹھیک معنوں پر لفظ موجود نہیں ہیں۔ آفس۔ آنھر۔ آرڈر
وغیرہ کلھے لکھائے مسودے سے خارج کر دیئے گئے کیونکہ آفس کی جگہ کچہری
اور دفتر اور آتھر کی جگہ مصنف آرڈر کی جگہ حکم موجود ہے۔ آنر۔ آنریبل۔
آنریری وغیرہ لکھے گئے ہیں۔ باقی کیا لکھوں۔ ہاں یہ مسرت کہ تم سے اہل بخش
کی نظروں میں امیر اللغات سب طرح سے اچھا اور ملک و زبان کی ضرورت
کو پورا کرتا ہوا جچا۔
امیر فقیر

۱۳۔ جنوری ۱۸۹۳ء نمبر ۶۶

پیارے زاہد دعائیں لو۔ تمھاری غزل "ہیں جام شراب" جب سے
آئی کئی بار ارادہ ہوا کہ بناؤں مگر اس موسم بارد میں میری طبیعت کو
بار بار حرج ہو جاتا ہے سنبھلنے نہیں پاتی کہ پھر بگڑ جاتی ہے اور یہ زمین بھی
ایسی ہے کہ اس میں سنبھل کر قدم رکھنا چاہیئے ناچار اس وقت یہ کارڈ رفع
نگرانی کے واسطے بھیجتا ہوں۔ غزل جب دیکھوں گا تو بھیجوں گا۔ تم سے
خفگی کا کیا موقع ہے۔ میں تمھاری لیاقت و صلاحیت و بے لوث
صحبت سے بہت ہی خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمھاری عمر و اقبال میں
برکت دے۔ تم ہمیشہ اپنی خیریت اور ترقی اقبال و دولت سے مسرور کیا
کرو۔ اور میری کوتاہ قلمی کی تقصیر کو معاف کر دو۔ امیر اللغات میں مدد دینے
سے ہاتھ نہ روکو یعنی جو کچھ ہو سکے وہ لکھا کرو اور ممنون و مشکور کیا کرو۔

اگر نجم الامثال کے سوا کوئی ذخیرہ مثلوں اور شان امثال کا ملے تو بڑا کام
نکلے۔ مثلیں تو خزینۃ الامثال میں ملتی ہیں مگر شان امثال نہیں ملتی۔
مولوی [illegible] مرحوم نے ایک زمانے میں وعدہ کیا تھا کہ اسکا مادہ میں دونگا
افسوس ہے کہ وہ چل بسے۔ گوہر انتخاب اور امیر اللغات کے باب میں
کیا لکھا تھا آپ پوچھتے ہیں مجھے یاد نہیں پھر لکھ بھیجئے۔ محمد احمد سلمہ
نیاز عرض کرتے ہیں اور ان کے اور اخوان بھی اظہار شوق کرتے ہیں فقط

امیر فقیر

۳۰ جنوری ۱۸۹۶ء — نمبر ۶۷

پیارے زاہد زہد مشرب "جام شراب" والی غزل اسوقت میں نے
دیکھی اور مست ہو کر جھومنے لگا۔ مشکل زمین تھی مگر تم نے بہت اچھے اچھے
شعر کہے اللہ تمھاری عمر میں برکت دے اور اقبال بڑھائے۔ میری طبیعت
اب تک صحیح نہیں ہے اور اس موسم بارد میں گوناگون تکلیفیں رہتی ہیں۔
ارحم الراحمین رحم فرمائے۔ اور بتصدیق رحمۃ للعالمین خاتمہ بخیر کرے۔ گوہر
انتخاب کا کوئی نسخہ ہے تو ضرور، مگر ڈھونڈھ کر نکالنا دشوار ہے جس وقت
کہیں نظر پڑ جائے گی ضرور بھیجوں گا۔ امیر اللغات کی جلد ثانی غالباً
الف مقصورہ ہی پر تمام ہے۔ یا شاید اسکے سوا کا بھی کوئی ٹکڑا شریک
ہو جائے۔ تم سے اگر ممکن ہو تو زبان کی اصلیت کہ ابتداءً کہاں سے یہ زبان
پیدا ہوئی اور کن کن تغیرات کے بعد اس حد کو پہنچی وغیرہ وغیرہ لکھو۔
تذکرہ آبحیات میں آزاد نے اور جلوہ خضر میں صفیر نے اور گلستان سخن میں

مرزا صابر بخش شاہزادہ دہلی نے کچھ کچھ اس بحث کو لکھا ہی میں چاہتا ہوں
کہ امیر اللغات میں یہ بحث ان سے الگ اور نہایت شرح و بسط کے ساتھ
لکھی جاے مگر اس کے مادے کا پتہ نہیں لگتا کہ کہاں سے اخذ کیا جاے
تم کہیں سے ٹوہ لگاؤ۔ میں بھی فکر میں ہوں جو کچھ آزاد و صفیر وغیرہ نے لکھا
ہی امیر اللغات میں اس کی نقل کر دینے کو تو جی نہیں چاہتا۔ نئی باتیں بھی
پیدا ہوں اور ان کے ضمن میں یہ باتیں بھی سب آجائیں۔ اور عنوان تحریر
کا ان سے الگ ہو تو مضائقہ نہیں۔ الف کا گرنا جائز نہیں۔ ہندی کا الف
جو آخر میں ہو وہ گرتا ہی بعض شعرا نے جو ایسا کہا ہے وہ قابل استناد نہیں
ہی کیونکہ اساتذہ کی طرف سے وہ ہمیشہ مورد ایرادات رہے ہیں۔ مطلع میں
میں نے دخل دیا ہی ؎

ہاتھ تک سکے جو ہو دسترس جام شراب کیوں نہ اس ہاتھ سے ہو فخر ہوس جام شراب

دوسرے مصرع میں "اس ہاتھ سے" کی جگہ "میخواروں کو" بنا دیا ہی کیونکہ لطف
اسیقدر مضمون میں ہی۔ کہ جب جام شراب کو یہ فخر حاصل ہی تو اس کے
ہاتھ تک پہونچائیے تو ایسے جام شراب کی ہوس میخواروں کو کیوں نہو اور
جب اسی ہاتھ سے کہئے گا تو جام شراب کے اس ہاتھ تک پہونچنے کا فائدہ
کچھ نہ ہی گا۔ جرس کا کھڑکنا فصحا نہیں کہتے۔ مقطع بھی بدل دیجئے چشم بدور
ابھی تمھارا آغاز شباب ہی بڑھاپے کے مضمون کا ابھی کیا موقع ہی اطفال
فقیر با وجب گزارہی فقط

امیر فقیر

نمبر ۶۸ ۹ مئی ۱۹۰۰ء

محب عزیزمن . دعائیں لو خط پہونچا ۔ ممنون یاد آوری کیا بعض موانع سے
جنکا قصہ طول ہے اب تک امیراللغات کے دوسرے حصہ کے چھپنے کی نوبت
نہیں آئی زمانہ دم نہیں لینے دیتا نصف نظر ثانی سے باقی ہے غالباً میں جزو کا
یہ حصہ بھی ہوگا اور صرف الف مقصورہ کا ۔ امید کرتا ہوں کہ ۱۵ ۔ جون سے چھپنے
کے واسطے روانہ ہونا شروع ہو جائے گا اپنا حال کیا لکھوں پیری و صد عیب
آپ اپنی خیریت سے مطلع کرتے رہا کیجیے ۔ امیر فقیر

نمبر ۶۹ ۱۴ جون ۱۹۰۰ء روز جمعہ ریاست رام پور روہیلکھنڈ

پیارے زاہد ۔ الٰہی تم ہو اور دونوں جہان کی لذتیں ۔ دنیا میں نامرغوبات
سے محفوظ رہو اور عقبیٰ میں نعمات سے محظوظ مدت کے بعد محبت نامہ آیا میں
نے اس کو سینے سے چمٹایا آنکھوں سے لگایا ۔ جواب میں تاخیر اس وجہ سے
ہوئی کہ امیراللغات کے دوسرا حصے نکلنے میں وقت سے بہت زیادہ ہو گیا
ہے اس لیے باوصف عدم صحت اور ضعف و نقاہت اسی حصے کی تکمیل
میں مصروف رہتی ہے اور کسی وقت اور کام کرنے کی فرصت نہیں ملتی چاہتا
تھا کہ وقت ملے تو تمہاری ہدایات بہت غور سے دیکھوں اور اردو کی تحقیق
میں جو کچھ تم نے لکھا ہے اس پر اچھی طرح نظر کروں تو اس کے بعد جواب لکھوں
مگر اسوقت تک ایسا وقت نہ ملا ۔ یہ حصہ ثانی جس پر نظر ثانی ہو رہی ہے چھپنے
کو بھیج لوں تو آپ کی تحریر کے ہر جزیئے کو تدقیق نظر سے دیکھوں ۔ اور

صاحبان رائے موجودہ دفتر سے بھی بحث کرکے رائے لوں ۔ اسوقت ان
سطور کے لکھنے سے صرف شغل نگرانی اور بالاجمال آپ کی شکرگزاری مقصود ہے
مگر شکر تو ادا ہو نہیں سکتا اس کے عوض بھی اس اخلاص نامہ مختصر کو دعا
پر ختم کرتا ہوں ۔ الٰہی قابلیت و لیاقت در شد سعادت و عمر و دولت روز افزوں
ہو فقط آپ کی سچی محبت کا منت پذیر امیر فقیر

۱۹۔ جون ۱۸۹۶ء رام پور اسٹیٹ نمبر ۴

مجی سلام مسنون ۔ دعا مشحون ۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا تمھارے
مرسلہ اوراق کی نسبت میرا یہ خیال نہیں ہے کہ بعد طبع حصہ دوم ان کو دیکھ لونگا
بلکہ منشا میری تحریر کا یہ ہے کہ مسودے پر جو نظر ثانی ہو رہی ہے اس سے فراغ
ہولے تو ان اوراق پر نظر ڈالوں اور جو باتیں نئی اور مفید مطلب ملیں انکو
اس میں چھپنے کے قبل داخل کردوں ۔ ورنہ بعد چھپ جانے کے الف مقصورہ
کے لغات کو دیکھنا کیا کام آسکتا ہے ۔ پہلے خط میں تم نے لکھا تھا کہ ایک
کتاب سنسکرت کی مفید لغت اردو دستیاب ہوئی ہے ۔ ہمارے یہاں علم
سنسکرت کے متبحر ایک پنڈت ہیں اگر تم اس کتاب کا کوئی جز و بھیجو تو یہاں
پنڈت سے دریافت ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب امیر اللغات کے لیے کہاں تک مفید
ہے باقی میں تمھارے حسن لیاقت سے بہت خوش اور تمھاری سعادت و محبت
اعانت کا بہت ممنون ہوں فقط

امیر فقیر

۳۰ اگست ۱۸۹۲ء نمبر ۱۷

محبی سلام و دعا ۔ کارڈ پہونچا ۔ مجھے خیال تھا کہ جو باتیں آپ نے دریافت کی تھیں اس کا جواب میں دے چکا ہوں مگر افسوس ہے کہ یا تو میرے یاد کی غلطی تھی یا میرا خط ڈاک میں تلف ہوگیا ۔ اب لکھتا ہوں کہ امیر اللغات کا دوسرا حصہ جو اب تک چھپنے کو نہیں گیا ۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی مہینے سے تھوڑا تھوڑا کرکے روانہ کیا جائے گا ۔ آپ کے رسالہ اوراق میں نے دیکھے اور جس جس جگہ سے ضرورت ہوئی اس سے فائدہ اٹھایا ۔ مگر اردو کے لفظ میں بالفعل مختصر طور پر کچھ لکھ دیا گیا ہے ۔ اور ہمیشہ سے یہ خیال ہے کہ اس کی تحقیق علیحدہ لکھ کر لغت میں لگائی جائے ۔ کتاب ختم ہونے تک جس وقت موقع ملا یہ خیال پورا کیا جائے گا ۔ اور آپ نے جو کچھ اس کی نسبت لکھا ہے وہ بھی آنکھوں کے سامنے رہے گا تاکہ مفید باتیں اس میں سے بھی چن لی جائیں ۔ گوہر انتخاب جہاں سے مل سکتا ہے انکا پتا آپ کو لکھا جاتا ہے ۔ میرے پاس کوئی جلد اسکی نہیں ہے ۔ ایٹھی بنڈ کی میان کی ۔ ضلع لکھنؤ ۔ قاضی سید تصور حسین صاحب آپ ان سے ویلو پی ایبل خواہ ٹکٹ بھیجکر منگوا لیجئے ۔ ایک روپیہ سے کم قیمت ہے ٹھیک یاد نہیں ۔ اپنی خیریت سے ہمیشہ مسرور فرماتے رہئے خدا آپ کی عمر دراز کرے ۔

امیر فقیر

۲۷ ستمبر ۱۸۹۲ء رامپور اسٹیٹ نمبر ۱۸

سعید وحید دارین عزیزی سید ناصر حسین کو ترقی عمر و اقبال کی دعائیں

محبت نامہ پہونچا۔ اور اس کے ساتھ وہ الفاظ بھی پہونچے جو آپ نے کسی
ڈکشنری سے منتخب کر کے لکھے ہیں۔ میں آپ کی اس محبت و سعادت اور
امیر اللغات کے ساتھ دلی ہمدردی اور اس کی امداد کے خیال کا بہت بہت
شکریہ ادا کرتا ہوں۔ افسوس ہی کہ نصف ٹکڑا دوسرے حصہ کا ۱۵ ستمبر کو
چھپنے کے لئے روانہ ہوچکا لیکن پھر بھی جہانتک اس ٹکڑے میں الفاظ کا
بڑھانا ممکن ہوگا کوشش کیجاے گی اور یہ ٹکڑا تو اب تک یہاں موجود ہی
میں استقراے کلام اور لغات سے عوام اور خواص کے وہی الفاظ لیتا ہوں
جو اردو لغت کی شان پہ پھبتے ہیں۔ آپ کے مرسلہ الفاظ میں بھی جو لفظ ایسے
ملیں گے داخل لغت کئے جائیں گے۔ میں نے بہت دنوں ملک کی راے
پر کام کرنا چاہا مگر باہم رایوں کا اختلاف اسقدر رہا کہ میں عاجز آگیا چند
نازک خیال اور عالی دماغ احباب نے یہی راے دی کہ ان جھگڑوں میں
لغت تالیف سے رہجاے گا۔ صرف اپنی راے کو دخل دینا چاہیے۔ ملک
سے بہت دنوں صلاح و مشورہ کیا گیا۔ ناچار، میں اب اپنی ہی راے سے کام
لیتا ہوں اور جو عزیز یا دوست میری مدد کرتا ہی اور اپنی کوئی صائب راے
ظاہر کرتا ہی اس کا شکر گزار ہوتا ہوں اور اس کی راے ماننے نہ ماننے میں
ہٹ دھرمی نہیں کرتا۔ جن لغات متروک کے آپ نے نام لکھے وہ سب
اور ان کے علاوہ اور بھی اس دفتر میں موجود ہیں اور پیش نظر رہتے ہیں مجھے
یہ نہیں معلوم ہی کہ کون کون سے اخبار اس زمانے میں امیر اللغات کی نسبت
لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اکمل الاخبار نے تھوڑے دنوں سے لکھنا چھوڑ دیا

آزاد۔ ریاض الاخبار۔ نجم الاخبار۔ سرمور گزٹ۔ اور دفادار اس فن میں
بھی آتے ہیں۔ ان اخباروں میں مدت سے کوئی بحث اس قسم کی نہیں
چھپی۔ آزردگی۔ آسودگی۔ آشفتگی۔ آوارگی۔ یہ سب قاعدے کی بنا پر
چھوڑ دیئے گئے۔ اور آزادہ رو۔ آفس۔ آفیسر۔ آوارہ مزاج۔ آنچل ڈھلنا
بیشک امیر اللغات میں نہیں ہیں۔ بعض تو اختلاف رائے کی وجہ سے عاجز
ہو کر چھوڑ دیے۔ مثلاً آفس کہ اس کی جگہ کچہری اور دفتر کا لفظ موجود ہے
جو آدھی انگریزی اور آدھی اردو بولتے ہیں زیادہ انھیں کی زبانوں پر یہ
لفظ ہی۔ اور آفیسر لکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ افسر موجود ہی اور اس دوسرے
حصہ میں لکھا گیا ہی۔ اور بعض نقص استقرا سے رہ گئے۔ یہ الزام بیجا ہے
اس کا دعویٰ کبھی نہیں کیا گیا کہ امیر اللغات میں کوئی لفظ چھوٹ نہ جائیگا
کیونکہ یہ محال ہی۔ بڑے بڑے فارسی اور عربی کے لغات موجود ہیں جن
میں روزمرہ کے صدہا الفاظ نہیں ملتے۔ صراح وغیرہ پر دس ہزار لغات
صاحب قاموس نے بڑھائے۔ صاحب غیاث اللغات نے کیا کچھ کوشش
نہیں کی مگر پھر بھی صدہا الفاظ نہیں ملتے۔ اردو میں اس وقت سے جتنے
لغت لکھے گئے ہیں انکا یہی حال ہی کہ پہلے میں دس لغت ہیں تو دوسرے
میں بیس تیسرے میں پچاس ہیں تو چوتھے میں سو۔ ہاں میں نے یہ قصد
کرلیا ہی کہ جو لغات حصہ چھپنے کے بعد چھوٹے ہوے معلوم ہوں گے۔ وہ
سب ایک جگہ جمع ہوتے جائیں گے اور ختم کتاب کے بعد ایک ضمیمہ انکا
لگا دیا جائیگا۔ جیسا کہ صاحب برہان قاطع نے کیا ہی۔

غزلوں پر اصلاح ہونے کی نسبت جو آپ نے لکھا ہو بہتر تو یہی ہو کہ چھ مہینے
ڈیڑھ مہینے میں میں اس حصے سے فراغت پا جاؤنگا اس وقت آپ دو دو
ایک ایک کرکے بھیجئے گا۔ اور اگر کسی غزل پر اصلاح کی نہایت ضرورت
ہو تو مجھے آپ کے لیے اس حال میں بھی عذر نہیں ہے۔ زیادہ بجز دعاے
سرسبزی دارین اور کیا لکھوں میری طبیعت اچھی نہیں رہتی ہو اس سبب سے
ہر کام میں اور بھی دیر ہوا کرتی ہے۔ لڑکے اور ارباب دفتر سلام نیاز کہتے
ہیں۔

امیر احمد عفی عنہ

نمبر ۲۰۷

۲۔ نومبر ۱۸۹۶ء رام پور مراد آباد

پیارے زاہد میں تم سے اسقدر محجوب ہوں کہ کئی دن سے تم کو خط لکھنے کا
قصد کرتا تھا مگر ندامت کسی طرح اجازت نہ دیتی تھی اس اتفاق کو میں نہایت
ہی افسوس کے ساتھ لکھتا ہوں کہ تمھاری غزل گم ہو گئی۔ حالانکہ ضرور کھو گئی۔
ہمیشہ بستے یا کاغذ گیریں غزلیں اور خطوط احباب و اعزہ کے رکھے جاتے
تھے مگر کبھی کوئی خط یا غزل ضایع جاتا یاد نہیں آتا۔ اتفاق سے تم نے جو
وہاں غزل کا مسودہ کھو دیا تو مجھ سے بھی یہاں صاف شدہ غزل جاتی
رہی۔ افسوس صد افسوس۔ میں نے کوئی دقیقہ تلاش کا اٹھا نہیں رکھا
مگر غزل نہ ملنا تھا نہ ملی۔ اب نہایت ہی قلق اور ندامت کے عالم میں
تم کو یہ کارڈ اس لیے لکھتا ہوں کہ تم مسودے کہ سچی تلاش کرو اور اگر
تمھاری جستجو بھی ناکامیاب رہی تو حافظے پر خوب زور دے دیکر شعر یاد کرو

اور پھر غزل پوری کر کے مجھے بھیجدو تو دیکھ لوں اب تک مجھے یہ امید لگی ہوئی ہے کہ تمھاری کوشش سے غزل پھر پوری ہو جائے گی اور اگر خدانخواستہ تم کو مسودہ نہ ملا اور حافظے نے بھی کمی کی تو بے مجھے اور بھی رنج ہوگا۔ افسوس کیسی زمین میں تم نے کیسے کیسے شعر لکھے اور میں ان کو دیکھکر جی خوش بھی نکرنے پایا۔ رات دن میں کئی کئی بار یہ غزل مجھے یاد آتی ہے اور گھنٹوں قلق رہتا ہے خدا کرے مسودہ تمھارے پاس نکل آئے یا شعر پورے پورے یاد آجائیں تو میرا جی خوش ہو۔ زیادہ دعا کے سوا کیا لکھوں فقط

امیر فقیر

نمبر ۴۲

۱۴۔ دسمبر ۱۸۹۲ء

پیارے زاہد۔ عرصہ ہوا کہ میں نے ایک معذرت نامہ تم کو لکھا تھا کہ تمھاری غزل نگس جام شراب۔ قفس جام شراب مجھ سے کھو گئی۔ اس کا مسودہ اچھی طرح تلاش کرو اور پھر غزل بھیجدو۔ اور اگر خدانخواستہ مسودہ نملے تو یاد کر کے غزل پوری کر دو۔ اب تک تم نے جواب نہیں لکھا اس سے تردد اور تعجب ہے۔ تردد تو اس وجہ سے کہ خدا جانے تمھارا کیا حال ہے نصیب اعدا کچھ مزاج تو ناساز نہیں ہو گیا ہے۔ اور تعجب اس کا ہے کہ اگر تمھاری طبیعت اچھی ہے تو کیا باوجود کمال معذرت اور اظہار ندامت کے تم مجھ سے اسقدر خفا ہو گئے ہو کہ مجھے خط لکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ ایک خیال یہ بھی ہوا ہے کہ شاید وہ معذرت نامہ تم کو پہنچا ہی نہو۔ بہرحال اس کو دوسرا معذرت نامہ سمجھو۔ اور برائے خدا اپنی خیریت مزاج سے بہت جلد مطلع کرو

میں اپنا حال کیا لکھوں روز بروز بدتر ہے۔ امراض قدیمہ اور بعض شکایات جدیدہ کے شدائد میں مبتلا ہوں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ لغات کا دوسرا حصہ چھپ رہا ہے۔

امیر فقیر

۲۷۔ جنوری ۱۸۹۳ء رام پور اسٹیٹ

نمبر ۵

پیارے زاہد۔ شافی مطلق تم کو شفائے کامل عطا فرمائے اور اصلی طاقت و توانائی جلد عود کرآئے۔ اتنے دنوں تک تمہارا خط نہ آنے سے جو دھڑکا بار بار دل میں سماتا تھا آخر تمہارے خط سے تفصیل کے ساتھ اس کی اصلیت معلوم ہوئی اور بیمار اور زار نزار دل کو بہت ہی افسوس ہوا میں کہتا ہی تھا کہ زاہد صاحب دیرینہ میرے خطوط کا جواب نہ لکھ سکے کیا سبب ہو کوئی مانع قوی ضرور ہے۔ معاذ اللہ تمہارے خط ہی کو دیکھ کر تمہارے اوپر شدائد امراض اور ان سے حد سے ضعف اور ناتوانی کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ افسوس تم نے بہت تکلیف اٹھائی مجھ بوڑھے سے اور کیا ہو سکتا ہے سوا اس کے کہ تمہاری صحت اور تندرستی کے لیے یہیں سے دعا کروں۔ امراض اور افکار و آلام نے مجھے بالکل نکما کر دیا ہے۔ عجب کاہش اور بے چینی کے ساتھ زندگی کے دن کاٹ رہا ہوں اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے۔ تم بھی میرے حق میں دعائے خیر کرو۔ جوان صالح ہو۔ آل رسول ہو۔ زاہد ہو۔ امیر اللغات کا دوسرا حصہ چھپ رہا ہے۔ صاحب مطبع یقین دلاتے ہیں کہ آخر فروری تک چھپ جائے گا۔ اس

زمانے والے بہت سے لایق عزیز اور احباب شان مثل لکھنے کے مخالف ہیں
مجبوراً اس کو ترک کر دیا ہے۔ اب میں دعا پر اس خط کو ختم کر کے تم سے
استدعا کرتا ہوں کہ اپنی کیفیت مزاج سے جلد جلد مطمئن کرتے رہو۔ خود
لکھنے میں اگر خدانخواستہ اب بھی تکلیف ہو تو کسی اور ہی سے ایک کارڈ
لکھوا دیا کرو فقط امیر فقیر

نمبر ۷۶

۱۲۔ فروری ۱۸۹۳ء۔ روز یکشنبہ۔ رامپور مراد آباد

الٰہی پیارے زاہد کو مکروہات سے محفوظ اور مرغوبات سے محظوظ رکھ۔
آمین۔ دعا ہو چکی مدعا یہ ہے کہ مدت کے بعد تمھاری تحریر دلپذیر سرور افزائے خاطر
ناتواں ہوئی۔ ازالۂ مرض سے اطمینان ہوا۔ حق تعالیٰ قوت کا مژدہ بھی جلد
جلد سنائے۔ غزلیں دیکھیں بقدر ضرورت بنائیں۔ بارک اللہ ایسی پتھر
زمین میں کیا نازک شعر کہے ہیں اور کتنے کہے ہیں کہ جی ہی جانتا ہے اگر
اجازت انتخاب دو اور یہ چاروں غزلیں لکھوا کر مجھے بھیجدو تو ریاض الاخبار
وغیرہ میں چھپوا دوں تاکہ لوگ دیکھیں کہ ایسی پامال اور سنگلاخ زمینوں
میں اب بھی ایسے پھولنے پھلنے والے موجود ہیں شان امثال
میں میں نے یہ رائے قرار دی ہے کہ جس حکایت میں خلاف عقل و عادت
کوئی بات نہ ہو وہ ضرور لکھی جائے۔ میرا گمان ہے کہ مانعین بھی وہی لوگ
اکثر ہیں جو نیچر کے خلاف امور پر معترض ہیں۔ میں ہاتھ کے مرتعش ہونے
سے اب اپنے ہاتھ سے کم لکھتا ہوں دست و قلم کے قابو میں نہ ہونے سے لکھنے

ہیں دیر بھی ہوتی ہی اور خط بھی بدنما ہوتا ہی ۔ جی بھی گھبرا آتا ہی ۔ یہی وجہ ہو کہ جلیل وداہ سلمہا اللہ سے لکھوا دیا کرتا ہوں ۔ کلام بھی انھیں لوگوں سے سنتا ہوں اور جو کچھ بتاتا ہوں یہی لوگ لکھ دیتے ہیں ۔ یہ چند سطریں تمھارے لیے اپنے قلم سے لکھی ہیں جنمیں نہ رخ حرفوں کے درست ہیں نہ کرسی صحیح الفاظ ثلاثیہ میں ساکن کو متحرک کرنیکا قاعدہ عام نہیں ہی بلکہ جسقدر اساتذہ نے تصرف کرلیا اسی قدر جائز ہی ۔ اور خواجہ نصیر مرحوم کا کلام استناد کے لیے کافی نہیں ہی ۔ قادر سخناں فارس نے کہا ہوتا تو مضائقہ نتھا ۔ معہذا خواجہ نصیر نے قدس بمعنی پاک نہیں کہا ہو بلکہ قدس ایک شہر کا نام تھا وہاں کے دشت کو کہا ہی ع اور وحشی نے ترے دشت قدس کی تیلیاں ۔

مستوں کی چشم مست کی قرۃ کو نرگس جام شراب سے تشبیہ دے سکتے ہیں لیکن ایسی تشبیہات میرے نزدیک کراہت سے خالی نہیں ۔ شعرا نے خال کو نرگس سے تشبیہ دی ہے ۔ اور بحر نے باعتبار نمش کے زنبور کیساتھ تشبیہ دے لی ہو ۔ محمد احمد مع اخوان واجب رساں ہیں ۔

تمھاری محبت کا منت پذیر امیر فقیر

نمبر ۷۷

۹ - اپریل ۱۸۹۳ء - رامپور اسٹیٹ

محب دلنواز سلمکم اللہ تعالی ۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون کے بعد مدعا نگار ہوں ۔ کہ بہت دن ہوے کہ تمنے اپنی خیریت سے مجکو مسرور نہیں کیا ۔ کیا کہوں تعلق خاطر کسقدر تکلیف دہ ہی ۔ دو مہینے کے قریب قریب

ہوتا ہے کہ تمھارا سعادت نامہ آیا تھا اور اس کے ساتھ اس دو غزلے کی نقل تھی جو یہاں گم ہو گیا تھا۔ میں نے بڑی کوشش سے ان غزلوں کو دیکھا اور فوراً تمھارے پاس روانہ کیا۔ سخت تعجب ہے کہ تمھارے یہاں سے انکی رسید تک نہ آئی آج تک انتظار کیا گیا۔ اب انتظار کی بھی گنجایش نہیں رہی تو یہ خط لکھنے کی نوبت آئی۔ چونکہ اس خط میں تم نے اپنی علالت کا ذکر لکھا تھا اس خیال سے اور بھی تردد سوہان روح ہے۔ امید کہ دو حرف خیریت کے لکھکر بہت جلد مطمئن کرو۔ جب تک تمھارا خط آ نہیں لیتا تسکین نہیں ہوتی ہے۔ میرے افکار و آلام کی اس زمانے میں کوئی حد نہیں ہے ایک تو میں اپنے عوارض جسمانی ہی سے مورد مصائب و آفات رہا کرتا ہوں دوسرے بندہ زادہ کلاں منشی محمد احمد کی خاتون نے ۲۴ شعبان کو رحلت کر کے مجھے اور بھی چور کر ڈالا۔ اس قیامت نما سانحے سے جو روحانی صدمہ پہنچا ہے وہ بیان نہیں ہو سکتا۔ مگر مشیت ایزدی پر سوا صبر اور شکر کرنے کے چارہ ہی کیا ہے۔ آخر میں پھر تم کو لکھتا ہوں کہ میرا یہ خط پا کر خیریت نامہ لکھنے میں دیر نہ کرنا اور مجھ آزار رسیدہ کو تکلیف پر تکلیف نہ دینا فقط

امیر احمد مینائی عفی عنہ

۱۹ مئی ۱۸۹۳ء ریاست رام پور — نمبر ۸

محبی زاد اخلاقکم۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ محبت نامہ آیا دل کا سرور بڑھایا۔ اس سے پہلے بھی خط آپ کا آیا تھا ہجوم مکارہ سے

جواب لکھنے کی نوبت نہیں آئی - میرے آلام و اسقام کی کیفیت بدستور رہی
باوجود رنجوری و معذوری کے ہیں نے آپ کی غزل دیکھی - بارک اللہ
اچھے اچھے شعر کہے ہیں - امیر اللغات کا دوسرا حصہ چھپ گیا - کچھ جلدیں
اسکی مطبع سے بھی آ گئیں - یہ حصہ بھی مثل حصۂ اول کے ۲۰ جزو میں نکلا
اب حرف (ب) میں حصہ ثالث کی ترتیب ہو رہی ہے - صنمخانۂ عشق ابھی
تک طبع نہیں ہوا - نور چشم ممتاز علی چھپوانے کی فکر میں ہیں - جس وقت
چھپے گا آپ کو ضرور پہونچے گا - میں اس سے بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ
نے آپ کو صحت تامہ عطا فرمائی - اب جو کچھ شکایت باقی ہو خدا کرے وہ
بھی جلد رفع ہو جائے - امید کہ اپنی خیریت سے اور اس غزل کی رسید
سے بہت جلد مطمئن کیجئے - نور چشم محمد احمد مع اخوان و احباب سلام ہیں -
عزیزی ممتاز علی تسلیم کہتے ہیں - اردو میں راہ باٹ تو کوئی بولتا بھی ہے
فقط باٹ بمعنی انتظار تو ذرا بھی مستعمل نہیں ہے - مکرر یہ کہ حرف (ب) میں
آپ سے جو کچھ بن پڑے بے تامل مدد دیجئے - یہ حصہ بھی آپ کی سعی
و اعانت سے خالی نہ رہے فقط امیر فقیر

نمبر ۷۹

۲۷ - مئی ۱۸۹۳ء رامپور

سعید کونین مولوی زاہد حسین کو دعائیں - نور چشم خورشید احمد پٹیالے
سے آتے تھے ایک صندوق برک میں تھا - اتنا موقع نہ ملا کہ سہارنپور میں
اسکی بلٹی بدلواتے اس لیے وہ صندوق وہیں کے اسٹیشن پر رہ گیا - اسکی

بلٹی اس خط میں ملفوف ہے آپ تکلیف کرکے اس بلٹی کے ذریعہ سے صندوق
کو منگوا کر مرادآباد بیرنگ بھیج دیجئے اور صندوق پر یہ پتہ لکھ دیا جائے منشی
امیر احمد مینائی۔ ریاست رامپور۔ دفتر امیر اللغات۔ منشی عبدالکریم خاں مہتمم
بندوبست سرکار رامپور متصل تحصیل شہر مرادآباد و منصرم صاحب مرادآباد کے
اسٹیشن سے وہ صندوق وصول کرکے مجھے رامپور بھیج دیں گے۔ باقی
لغایت آج خیریت ہے۔ غزل کی رسید سے اب تک آپ نے مطلع نہیں
نہیں کیا فقط

امیر حقیر

نمبر ۹۸

۲۴۔ جون ۱۸۹۳ء

پیارے زاہد۔ پہلے تمہارا بھیجا ہوا انبہ تحفہ اور پھر یہ پہنچا اسکے بعد رقعہ
آیا۔ تمہاری محبت و سعادت کا دل سے ممنون ہوں۔ خدا تم کو دونوں
جہاں میں سرسبز اور سرخرو رکھے مجھے اس کا افسوس ہوا کہ تمنے کس تپاک
اور محبت سے مجھے تحفہ بھیجا اور وہ خراب خستہ مجھ تک پہونچا۔ خدا جانے کیا پیچ
پڑ جاتا ہے کہ اس قسم کے تمام پھل اور میوے خراب ہو کر یہاں پہونچتے ہیں۔
ملیح آباد سے ہر سال مجھے بشیر احمد خاں چن چن کر آم بھیجتے ہیں مگر یہاں آتے آتے
خراب ہو کر پہونچتے ہیں کہا نہیں سکتا ملیح آباد کے آم نہیں معلوم ہوتے۔ آم
کسی جگہ سے کچا ہوتا ہے اور کسی جگہ بالکل واہی اور سڑا ہوتا ہے یہی
حال اس تحفہ کا بھی ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ دام خراب کرنے سے کیا فائدہ۔
آیندہ تکلیف نہ کرنا اور اگر بھیجو بھی جائے اسکا کیا علاج کہ ہر انتخاب ہیں

آج منی آرڈر بھی تمھارا رسالہ بھی پہنچ گیا ہے۔ غزل پر مصرع لگانے کا اگر تم کو
ایسا ہی اصرار ہے اور تمھاری یہی خوشی ہو تو غزل بھیجو میں اسے دیکھوں
اور جب زمانہ موقع دے اور فرصت ہو تو مصرع لگاؤں۔ امیر اللغات کا تیسرا
حصہ مرتب اور مکمل کیا جاتا ہے۔ کوشش کیجائے گی کہ ب کے لغات اسی
میں آجائیں لیکن اسوقت تک تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کل لغات ب کے اسمیں
نہونگے۔ لغت کی خوبصورتی بڑھانے اور کسیقدر اختصار کی راہ میں نے یہ
نکالی ہے کہ اب صرف وہی مفردات اور مرکبات وغیرہ لکھے جائیں جو زبانوں پر
رات دن کی بول چال میں ہوں جنہیں نظم و نثر کی تخصیص ہے وہ چھوڑ دیے
جائیں تم نے تو قفس جام شراب - اور قفس جام شراب میں دریا بہا دیا ہے۔ ایسا
ذرا طبع رواں کو روکو۔ فرصت کے وقت دو دو چار چار شعر کہکر دیکھو اسکا
خاطر جمع رکھو۔ مگر یہ کہ اب قفس جام شراب سے اپنے مرغ فکر کو رہائی
دو۔ ہر زمین میں اشعار کی تعداد غزل سے نہ بڑھنا چاہیے۔ ہر زمین
کا ایک پیمانہ ہوا کرتا ہے جہاں اس سے بڑھ جاتی ہے بدنمائی آجاتی ہے۔
اور یہ بھی یاد رکھو کہ سنگلاخ زمینوں میں لاکھ کوشش کیجائے۔ مگر
مزیدار شعر ایسے نہیں ہوتے کہ سننے والے چٹخارے بھرنے لگیں اس لیے
میں چاہتا ہوں کہ تمھارا سا مزیدار شاعر اپنا وقت ایسی شور و لاحاصل
زمینوں میں نہ صرف کرے۔ لوچدار زمین اختیار کرو تو دیکھو کیا مزا
آتا ہے۔ تمھاری غزلیں بہت اچھی ہو گئی ہیں اور کلام میں ماشاء اللہ صفائی
آگئی ہے۔ اب اس زمین کو بھی چھوڑ دو اور ہمیشہ کے لیے ایسی زمینوں کو

ترک کرو۔ نورچشم محمد احمد اور ممتاز علی تسلیم گزار ہیں۔ امیر فقیر

نمبر ۸۲

۸۔ اگست سنہ ۱۸۹۲ء

مجھی سلام و دعا۔ آپ کا کارڈ مشعر اور اک خیریت آیا ممنون و مسرور
یاد آوری کیا۔ آج کل میری کاہشیں ہمیشہ سے بڑھی ہوئی ہیں۔ اپنے
امراض میں تو کوئی جدید شکایت نہیں ہو۔ مگر بیمار داریوں کی کثرت سے چور
ہو رہا ہوں اسی سبب سے آپ کو دو سطروں کا خط بھی نہ لکھ سکا بلکس جام شراب
والی غزلیں بڑی احتیاط کے ساتھ رکھی ہوئی ہیں ذرا اطمینان ہو لے تو
انھیں دیکھ کر بھیجوں۔ آپ مطمئن رہیں اور کچھ روز اور معاف فرمائیں۔ آپ
کی خیریت زیادہ دن تک نہ معلوم ہونے سے مجھے بھی تعلق رہتا ہو امید کہ
جلد جلد رفع نگرانی کرتے رہیئے۔ عزیزی ممتاز علی اپنے ایک عزیز کے بیمار
ہو جانے سے وطن گئے ہیں۔ نور چشم منشی محمد احمد مع اخوان ماوجب
رسان ہیں فقط

امیر فقیر

نمبر ۸۳

۲۵۔ اگست سنہ ۱۸۹۲ء

مجھی سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ مدت کے بعد آج اسکی نوبت
آئی کہ میں نے آپ کی چند غزلیں دیکھیں اور آپ کی طباعی اور زور آوری
فکر پر آفریں کی۔ خداوند تعالی عمر و اقبال میں برکت دے۔ غزلیں پہونچتی
ہیں یا رسید سے مطلع کیجئے اور اپنی خیریت سے جلد جلد آگاہ کرتے رہیے کہ

مجھکو آپ سے بڑی قوت رہتی ہے اور میں بسبب ہجوم مکارہ کے اپنی
کم خدمتی سے منفعل رہتا ہوں - آپ سے عفو کی امید ہے - غزل میں شعر
اسقدر گنجان اور جگہ تنگ کر کے آپ لکھتے ہیں کہ اصلاح دینے اور وجوہ
لکھنے میں ذرا دقت ہوتی ہے - آئندہ سے واضح ہونا چاہئے - چند شعروں پر
بے اختیار قلم سے صاد نکل گیا ہے آپ یہ خیال نہ کریں کہ یہی چند شعر انتخاب
ہیں ان غزلوں میں بہت سے شعر منتخب ہیں - سب عزیز و احباب باوجب
رساں ہیں فقط

امیر تقصیر عفی عنہ

۱۳ ستمبر ۱۸۹۳ء ریاست رامپور — نمبر ۴۴

مجی - سلام مسنون دعا مشحون - مدت ہوئی کہ آپ کی غزلیں دیکھ کر
میں نے بھیجدیں - آج تک ان کی رسید آپ نے نہیں لکھی - اگرچہ اس کا
لفافہ بنظر احتیاط بیرنگ کر دیا تھا - مگر پھر بھی رسید نہ آنے سے تردد ہے
خدا کرے وہ غزلیں آپ کو پہونچ گئی ہوں اور آپ خیر و عافیت سے ہوں
امید کہ اپنی خیریت کے ساتھ غزلوں کی رسید سے مجھکو مطلع کیجئے کہ جی
لگا ہوا ہے ان دنوں مجھے حبس بول کا سخت دورہ پڑا تھا اکثر قاطیر کی
نوبت آئی اس روز سے تکلیف اور بے چینی معمول سے بڑھی ہوئی ہے
اللہ تعالیٰ رحم فرمائے مکرر یہ کہ اپنی خیریت سے بواپسی ڈاک مطلع کیجئے
مجھے آپ کی قابلیت و سعادت مندی سے آپ کے ساتھ ایک ایسا
علاقہ معنوی ہے کہ ہمیشہ داعی خیر اور آرزومند اور اکثر حالات خیریت آیات

رہتا ہوں۔ آپ کو بھی میری تکلیف کا خیال رکھنا چاہیے۔ بلا ضرورت کبھی خط لکھ بھیجا کیجئے۔ لغت کا تیسرا حصہ زیر تالیف ہے۔ اپنے حسن قابلیت سے اس میں امداد کی جلد کوشش کیجئے اس لئے کہ حصہ جب ترتیب پا چکتا ہے تو پھر جا بجا اس میں ترتیب دینا مشکل ہوتا ہے۔ فرزندان واحباب فقیر باد جب رساں ہیں۔ امیر فقیر عفی عنہ

نمبر ۸۵

۴۔ نومبر ۱۸۹۳ء رام پور

پیارے نا ہر۔ اللہ تعالیٰ عمر واقبال میں برکت دے اور خوش رکھے آپ نے کئی خط لکھے ہیں ایک کا بھی جواب نہ دے سکا۔ اب میری معذوریوں کی حد نہیں رہی جس بول کے دورے جلد جلد پڑتے ہیں۔ آٹھ نو روز ہوئے سخت دورہ پڑا تھا۔ دوبارہ سلائی ڈالی گئی۔ کئی روز تک خون آیا کیا۔ اب دو تین دن سے افاقہ معلوم ہوتا ہے۔ نور چشم محمد احمد اور برادر زادہ کلاں لیاقت حسین ہفتوں سے صاحب فراش ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحت دے۔ آپ اپنی خیریت سے کبھی کبھی مسرور کرتے رہا کیجئے۔ فرزندان حقیر اور عزیزی ممتاز علی تسلیم رساں ہیں۔ فقط

امیر فقیر

نمبر ۸۶

رام پور ۹۔ دسمبر ۱۸۹۳ء

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ کارڈ پہونچا مگر امیر اللغات کے لئے جو اجزا آپ نے روانہ کرنے کو لکھا ہے وہ اب تک نہیں پہونچے۔ خدا کرے آپ نے

کسی وجہ سے اب تک ادھر وارد نہ ہوئے ہوں اور راہ میں گم ہو گئے ہوں ۔
امیر اللغات کا تیسرا حصہ ترتیب و تالیف ہو رہا ہے۔ اب تک یہ نہیں کہا
جا سکتا کہ صرف "ب" پر ختم ہو جائے گا یا "پ" کا بھی کوئی جزو شریک
کرنا پڑیگا "نیو" کی تذکیر و تانیث ہی کیا مگر جس محل استعمال کی رو سے آپ
پوچھتے ہیں اس جگہ تو یہی کہیں گے کہ "اس نے مجھے تو کہا" لیکن اس سے
تذکیر و تانیث تو کچھ نہیں پیدا ہوئی بلکہ اس جگہ لفظ "لفظ" مقدر رہتا ہے
جیسے اس نے مجھے عورت کہا دیکھئے عورت کو قطعی مونث ہے وقس علی ہذا۔
زیادہ سوا آپ کی شکر گزاری سعادت کے اور کیا لکھوں۔ ممتاز علی تسلیم
رساں ہیں۔

امیر فقیر

نمبر ۸۵

۲۰- فروری ۱۸۹۶ء رامپور

پیارے زاہد- خدا تم کو دونوں جہان کی نعمتیں عطا فرمائے اور خوش و
خرم رکھے۔ امیر اللغات کے تیسرے حصہ کی ترتیب ہو رہی ہے ابھی کچھ
باقی ہے۔ اس لئے کچھ رسالہ تحفہ بھیجا تھا نہایت مسرت سے سلام
کا شکر گزار ہوں۔ تکلیف گوارا کر کے لیتے اور میرے افسوس کو قریب
قریب مٹا دیا جو اگلے مقلات کے ضائع ہو جانے سے تھا - اشعار سند
میں نہ دیئے جائیں اس کو تو میں خود بھی پسند نہیں کرتا چاہے کوئی کتنی
ہی مخالفت کرے اور مجھے یاد بھی نہیں آتا کہ کسی نے مخالفت کی ہے
ہاں اول حصے میں جس کثرت سے شعر دیئے گئے تھے تو وہ ضرور رہتا ہے

زیادہ نظر آتے تھے اسی لیے کمی ضرور ملحوظ ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ فقرہ
جسقدر محل استعمال کو ٹھیک ٹھیک بتاتا ہے شعر سے اتنا واضح نہیں ہوتا
ان سے شعر کم کرکے فقرہ خوبصورت بن پڑتا ہے تو وہی درج کیا جاتا ہے
نشان مثل کی نسبت اسوقت میں کوئی قطعی راے نہیں قائم کرسکتا
اس کو پھر سوچکر تمھیں مطلع کرونگا۔ حضور پرنور کی شادی رچی ہوئی ہے
میں اگرچہ اپنے امراض کے سبب سے شرکت سے محروم ہوں تاہم بعض
اسباب سے فرصت کم ہے۔ اور طبیعت فرمایشی نظم و نثر کی طرف متوجہ ہونیسے
ہمہ تن لغت کی طرف مصروف نہیں ہوتی ہے۔ انشاء اللہ تعالی تمھارے
رسالہ استقرا کو بنظر غور دیکھ کر جو کچھ موجودہ مسودے پر بڑھ سکے گا۔
بڑھاؤنگا باقی دعا کے سوا کیا لکھوں۔ امید کہ براہ محبت و سعادت اپنی
خیریت سے ہمیشہ مطلع و مسرور کرتے رہو گے فقط

امیر فقیر

۱۳۔ مارچ ۱۸۹۲ء رامپور — نمبر ۸۸

پیارے زاہد۔ حضور پرنور کی شادی بخیر و خوبی ہوگئی۔ ۲۶۔ فروری
عقد کی مبارک تاریخ تھی۔ اگرچہ مجھے افکار و امراض سے نجات نہیں
بلکہ روز ترقی ہی ہوتی جاتی ہے۔ حضور کے ارشاد مبارک ہیں۔ تاہم لطف اسکا ان
تمھارا کلام دیکھنے سے کسی حال میں بھی عذر نہیں۔ کوئی غزل اگر کہی ہو
تو بھیجدو۔ میں نے نزول اجلال کی تاریخیں اور قصیدہ کہا تھا اور شادی
میں محلات کی فرمایش سے پانچ پانچ سات سات شعر کے سہرے بہت کہے

سیدھے سیدھے گانے کے قابل کہے ۔ صرف ایک سہرا بندگان حضور پر نور کے سامنے پیش کرنے کو موزوں کیا تھا ۔ اس کی نقل اور قصیدے اور قطعات تاریخ کی نقل بھیجی جاتی ہے ۔ باقی سوائے دعا کے کیا لکھوں ۔

قصیدہ متضمن مصرع تاریخ تہنیت نزول اجلال سرکار دولتمدار دام ملکہم و اقبالہم

کس کی آمد ہے بہار روح پرور کیطرح ۔۔۔ فرش ہیں آنکھیں جو نرگس کی کسی شیشہ کیطرح
کس کی آمد ہے کہ ہر موج نسیم اے پیوند ۔۔۔ مشک بیزی کرتی ہے زلف معنبر کیطرح
کس کی آمد ہے کہ اڑکر ذرہ ہائے خاک ہند ۔۔۔ تل بنے رخسارہ گردوں پہ اختر کیطرح
کسکی آمد ہے کہ سارے شہر کے دل کے کنول ۔۔۔ کھل گئے جوش مسرت سے گل تر کیطرح
کسکی آمد کا یہ قصہ تو نہیں چرچا ہے آج ۔۔۔ بات جبکی کان تک نہیں پڑتی ہے تو گوہر کیطرح
اسکی آمد ہے کہ جو اٹھا تھا دورے کیلیے ۔۔۔ نور برساتا ہوا خورشید خاور کیطرح
اسکی آمد ہے کہ جسکی ذات فیض آیات ہے ۔۔۔ پیکر حسن سعادت سعد اکبر کیطرح
اسکی آمد ہے کہ جسکا سایۂ بخت بلند ۔۔۔ خلق پہ پھیلا ہوا ہے چرخ اخضر کیطرح
اسکی آمد ہے کہ جس کے پرتو رخسار سے ۔۔۔ ذرے ذرے میں چمک ہے مہر انور کیطرح
اسکی آمد ہے کہ جس کے ابر فیض عام سے ۔۔۔ جوش زن طبع سخنور ہے سمندر کیطرح
کون وہ حامد علی خان بہادر نامور ۔۔۔ وا تھی چشم منتظر جس کیلیے در کیطرح
جسکے جھنڈے کے پھریرے اڑتے ہیں ہر آسیا ۔۔۔ جسکے سکے بیٹھے ہیں خاقان و قیصر کیطرح

ایضاً

حضور آئے ریاست میں ہر طرف ہے چہل — شکستہ حال رعایا کے دلنواز آئے
عجب ہو سنگ بیاباں اٹھو قدم چومو — امیر لو وہ غریبوں کے چارہ ساز آئے

ایضاً

للہ الحمد خیر سے آیا — وارث تخت ملک کا سرتاج
جسکے آنے سے اب ریاست میں — نو عیش و سرور کا ہے رواج
ہو گیا آج ہر فقیر غنی — اب کسی کا نہیں کوئی محتاج
اور امیر فقیر کا ہے یہ رنگ — نہیں ملتا خود اسکو اپنا مزاج
ہے مگر ورد زباں پر اس کی — ماہ برج شرف میں آیا آج

۱۸۹۳ء

ایضاً

مبارک ہو یارب رعایا کو یہ دن — سوئے سلطنت شاہ جمجاہ آیا
ترقی وفادار اقبال کی ہو — گیا تھا جو ہمراہ ہمراہ آیا
تمنا تھی جس دن کے آنے کی سب کو — وہ روز خوش الحمد للہ آیا
مبارک سلامت کا غل ہر طرف ہے — کہ ہر اک کو مقصود دلخواہ آیا
فلک کر رہا ہے زمیں سے اشارے — کہ برج شرف میں ترا ماہ آیا
برات اتری ہے جیسے گھر گھر ہے شادی — عجب دور اللہ اللہ آیا
یہ ہے عید کا دن کہ ہر شخص گھر سے — پئے نذر نواب ذی جاہ آیا
امیر ایک تاریخ کا قطعہ لے کر — نسیم کرم کا ہوا خواہ آیا

یہ تاریخ بھی لا کلام اک دلہن ہے
عروس ریاست کا نوشاہ آیا
١٣١١ھ

سہرا

نہ ہو کس طرح محو دیدار سہرا
کہ نوشہ ہے یوسف خریدار سہرا

لپٹتا ہے الفت سے ہر بار سہرا
بنی کے گلے کا بنا ہار سہرا

چنبیلی کے بیلے کے ہیں پھول کیا کیا
دکھاتا ہے کیا سیر گلزار سہرا

جوانی کی راتیں مرادوں کے دن ہیں
دلہن کا نہ ہو کیوں طلبگار سہرا

چمک موتیوں کی جو شب کو دکھائے
کرے سرد انجم کا بازار سہرا

چمکتی ہیں کیا بجلیاں نور رخ سے
ہوا سے جو ہلتا ہے ہر بار سہرا

یہ ہے رنگ کی دول اللہ رکھے
طرحدار نوشہ طرحدار سہرا

جوانی کے نشے سے ہے چور نوشہ
چلے کیوں نہ مستوں کی رفتار سہرا

سکھاتی ہے دولہا کو آنکھوں کی شوخی
اٹھا دیجیے ہاتھ سے بار سہرا

حیا کہتی ہے آنکھ اس سے بچا کر
کہ تا عقد اٹھے نہ زنہار سہرا

یہ کیوں ٹوٹے پڑتے ہیں تارے یہاں تو
نزاکت سے پھولوں کا ہے بار سہرا

بہت اچھے پھولوں کا مالن بنا تا
پہنائے گا تجکو چندن ہار سہرا

پریزاد ہے کیا دلہن کا یہ چھپا
جو لے اڑنے پریوں ہی تیار سہرا

کمک پر ہو شوخی کے شوق نظارہ
حیا کا بنا ہے طرفدار سہرا

بڑی ہی گنی ہے طرحدار مالن
سنگار روش سب کا ہے سردار سہرا

جمائے ہے رنگ اپنا رخ کے چمن میں
لگائے ہے پھولوں کا بازار سہرا

بنا حسن نوشہ کی دولت کا مالک — ہوا پیارے پھولوں سے زردار سہرا
چھپاتے ہو منہ کو جھکا کے ہو سر کو — حیادار نوشہ حیادار سہرا
دلائیں پری زادیاں نے لیکر بلائیں — مری جان! تجھکو سزاوار سہرا
چھپائے ہو وہ دو خزانے بغل میں — چھپائے ہو نوشہ کے رخسار سہرا
ٹپکتے ہیں منہ سے پسینے کے قطرے — لٹاتا ہے موتی گہربار سہرا
مبارک امیر اسکو نوشاہ بننا — وطن ہو ہمایوں سزاوار سہرا

۱۴ - جون ۱۸۹۷ء — مکتوب ۹

پیارے زاہد۔ شعرا کے مشرب میں زاہد کی صفت خشک مستعمل ہے مگر تمہاری نظم و نثر کی تر و تازگی دیکھکر روح تازہ ہو جاتی ہے اور زہد کی صفت خشک درست نہیں معلوم ہوتی۔ خدا تمہاری شیریں بیانی اور عذوبتِ لسانی میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

پیارے زاہد۔ آگ لگی والی غزل پر مصرع لگانے کے واسطے تم نے مجھ دل جلے کو تجویز کیا۔ یہ بھی تمہاری طبیعت کی گرما گرمی کا ایک نتیجہ ہے غزل کے گرم ہونے میں کوئی شبہ نہیں مگر بنظر اپنے تجربات کے میں جب ایسے بہترین شعر دیکھتا ہوں تو میرا دل دھڑکتا ہے۔ وطن میں آگ لگی۔ اور بدن میں آگ لگی۔ اور انجمن میں آگ لگی۔ و قس علیٰ ہذا۔ ایسے شعروں پر میں ہرگز مصرع لگانے کی جرأت نہیں کرتا کوئی اور مختصر سی اچھی غزل میرے واسطے تجویز کر کے بھیجو تو تضمین کا ارادہ کروں۔ میں اب شاعر نہیں رہا۔ شاعری کے واسطے طبیعت میں امنگ شرط ہے وہ جوانی کیساتھ سدھاری

بڑھاپے میں جوش کہاں۔ کبھی کسی دوست کی فرمایش سے مجبور ہو کر کچھ کہہ لیتا ہوں تو بڑے ہی جبر سے۔ پھر اس میں مزا کہاں سے آئے۔ اور جب اپنا کلام آپ ہی پسند نہ آئے تو اوروں کو کیونکر بھائے۔ غزل پسند آنے کے بعد مصرع لگانے کا قصد۔ تو ہیں ضرور کرونگا مگر خدا کرے پہلے مجھکو پھر تم کو بھی پسند آئیں۔ آمین۔

امیر اللغات کی تیسری جلد بعض موانع قویہ سے اب تک نہیں چھپی خداوند نعمت سراپا اقبال مسند آرائے حال کو متوجہ کرنے کی تدبیر کر رہا ہوں۔ التفات ہو جائے تو کام چلے۔ سرمایۂ مالی مفقود ہے بعض عوارض لازمہ سے سفر نہیں کر سکتا۔ ورنہ قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں کہ امداد کافی کا سامان ہو جاتا۔ اب تو جو کچھ ہو یہیں بیٹھے ہو۔ دو محاورے جو تم نے لکھے ہیں دونوں بانذک تغیر یہاں لکھے ہوئے ہیں۔ تم ضرور کوشش کر کے جتنے محاورے اور مثلیں کہ ابر گمان چھوٹ جانے کا ہو جلد لکھ بھیجو۔ بابِ تازی کا مسودہ زیر نظر ثانی ہے ابھی وقت ہاتھ سے گیا نہیں۔ میں تمھاری سعادت مندی اور محبت و مہربانی کا نہایت ممنون ہوں خداوند تعالے تمھاری عز و اقبال میں برکت دے۔ میرے دل کو تمھاری ذات سے بہت قوت ہے۔ غزل کسی وقت دیکھ کر بھیجونگا۔ سرسری نظر سے دیکھ گیا۔ اصلاح کی حاجت تو معلوم نہیں ہوتی شاید ایک آدھ جگہ کچھ بنے۔ دو رسالے نو تالیف جو ذریعہ نجات و باقیات الصالحات ہونے کی امید پر میں نے چھپوائے تھے ایک ایک نسخہ ان کا آپ کو بھی بھیجتا ہوں امید ہے کہ عنقریب

ان کی رسید آئے۔ اطفال فقیر دعا جب گزار ہیں۔ اور اہل دفتر سلام شوق
کہتے ہیں فقط تمہارا فدائی امیر احمد مینائی

نمبر ۹۰

۳۰۔ ستمبر ۱۸۹۴ء رام پور مراد آباد

پیارے زاہد۔ دعا و سلام۔ عین انتظار میں تمہاری تحریر تشویش خمیر
آئی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری خاتون پر رحم فرمائے۔ میری بڑی لڑکی کو حرارت
مزمنہ سے نجات نہ ہوتی تھی اطبا عاجز ہو گئے تھے مگر ایک قلندری سید نے
گولیاں بنوا دی تھیں ان کے استعمال سے صحت ہو گئی۔ یہ قصہ بارہ برس
ادھر کا ہے۔ اب تک وہ لڑکی اچھی ہے مطلق حرارت کا اثر نہیں۔ بہت سے
اور مدقوقوں کو بھی یہ گولیاں نافع ہوئیں۔ مگر افسوس کہ کسی نے وہ ڈبیا
جس میں یہ گولیاں تھیں چرا لی۔ اب ایک گولی بھی نہیں ہے۔ سات آٹھ برس
ہوئے وہ سید صاحب پھر ملے اور بہت خوشامد اور خدمت گزاری کے بعد
نسخہ بتانے پر راضی ہوئے وہ نسخہ میں نے لکھ لیا ہے اگر ضرورت ہو تو بنوا دوں
آدمی گولیاں لے مجھے بھیج دو۔ خدا سے امید ہے کہ تمہاری خاتون کو صحت
ہو جائے گی۔ دعائے صحت میں ضرور کروں گا اگرچہ انتہا کا گنہگار ہوں
مگر گناہوں سے شرمسار ہوں اور ارحم الراحمین سے مغفرت و اجابت دعا
کا امیدوار ہوں۔ محمد احمد سلام نیاز کے بعد عرض کرتے ہیں کہ خدا آپ
کو اطمینان دے تو میران پور کی عمدہ کملوں کی فکر کیجئے گا۔ رام پور میں
آب و ہوا بہت ہی خاسد اور بازار حیات کا مندا ہے۔ خدا رحم فرمائے

میرے گھر میں بھی بہت سے عزیز اور ملازم بیمار ہیں ۔ جو اسی میں غزل دیکھی ۔ اس سنگلاخ زمین میں ایسے شعر کہنا آپ ہی کا کام ہے ۔ آگ لگی والی غزل آئی ضرور تھی مگر اب دھائی بلکہ تین مہینے سے بوجہ کثرت امراض و بائی ہوش نہیں خدا جانے وہ غزل کہاں ہے ۔ منہ کی بوند منہ کے پانی کی بوند یہ سب درست ہے مگر ابر کی بوند مستعمل نہیں ۔

نسخہ حبوب کہ جمیع اقسام تپ حتی کہ دق راہم بنہایت نافع است

جوا کھارہ عمدہ ۵ تولہ سم الفار سفید ۲ تولہ گرفتہ باریک نمودہ آب مصفی بھٹکٹائی سبز مع بیخ و برگ و ثمر کہ دراں درد نیا شد قدرے قدرے انداختہ در کھرل خوب حل نمایند ۔ بروز دوم باز آب بھٹکٹا ۔ بوزن پاؤ آثار افزودہ حل نمایند و بروز چہارم کہ قدرے نمی از آب بھٹکٹا باقی ماند آب لیموں کاغذی مصفی انداختہ خوب حل نمایند ہر گاہ قابل حب بستن گردد حبوب بقدر مونگ بستہ نگاہ دارند و یک حب نہار بخورند برائے تپ مزمنہ تا وقت باقی ماندن اثر تپ التزام ملحوظ باشد و برائے حمیات دیگر بقدر حاجت کفایت خواہند کرد ۔ انشاء اللہ تعالی بسیار مجرب است ۔ اگر وقت ضرورت بھٹکٹا ثمر نداشتہ باشد برگ و بیخ ہم کافی است ۔ امیر فقیر

۱۲ ۔ جنوری ۱۸۹۵ء از رام پور نمبر ۹۱

پیارے زاہد ۔ امیر فقیر کی دعائیں لو ۔ اور اپنی خیریت دو ۔ بہت دنوں سے تم نے کچھ لکھا نہیں اور مجھے بھی اپنی کاہشوں کی بدولت خبر نہ لی کی

توفیق نہیں ہوئی۔ خدا کرے تم بخیریت ہو اور ہر طرح خیریت ہو۔ لغت کا تیسرا
حصہ تمام ہوا اور نظر ثانی بھی ہو گئی اب کچھ یوں ہی سا کام اس میں باقی رہا ہے
میں نے آپ کے اجزا اب نکالے اور دیکھے۔ تمھاری دلسوزی اور محنت
پر آفریں کی اور شکر گزار ہوا۔ اس میں اکثر لغت نئے ملے اور اکثر شعر
بھی کام آئے۔ امثال کی شان نزول اور بعض لغات کی تشریح جو تم نے
لکھی ہے وہ قابل قدر ہے۔ امیر اللغات نے اس کو خوشی سے لیا اور تمھارا
شکریہ ادا کیا۔ مخزن المحاورات کے لکھنے میں تم نے ناحق محنت کی۔ یہ
کتاب وقت تالیف یہاں پیش نظر رہتی ہے۔ دریائے لطافت بھی دفتر میں
ہے مگر اس کے دیکھنے کی نوبت کم آتی ہے بلکہ نہیں آتی اسکے محاورے جو
تم نے انتخاب کئے وہ مفید ہوئے نظیر کے کلام نے ایک لفظ کا فائدہ نہیں
دیا۔ ان کے ماورا جو تم نے بعض بعض الفاظ کے نوٹ لکھے ہیں اور مثلوں
کی شان لکھی ہے انکا ماخذ معلوم ہونا چاہیے کہ کہاں سے اور کس کتاب
سے لئے گئے ہیں۔ امیر اللغات میں تو وہی لکھنا ہوتا ہے جو کسی صورت
سے نامعتبر نہیں ہوتا غالب ہے کہ تم نے اس کا خیال کر لیا ہو گا۔
زیادہ اس وقت تمھارے شکریہ کے سوا کیا لکھوں۔ میرے امراض کی
حالت بدستور ہے۔ رامپور کی آب و ہوا اصلاح پر آ کر تا صاف ہو جاتی ہے
میرے گھر میں اب کبھی کبھی مریض ہیں۔ تم اپنی خیریت اور ہر ایک کی صحت سے
جلد مسرور کرو اور اس خط کا جواب جلد لکھو۔ اللہ تعالی تمھارے علم و عمر
میں برکت دے اور دولت کونین سے مالا مال کرے مصرع ایں دعا

از من و از جملہ جہاں آمین باد فقط۔ امیر فقیر

۴ مارچ ۱۸۹۵ء نمبر ۹۲

محب اعزہ زاد اقبالکم۔ دعاے صلاح و فلاح دارین کے بعد مدعا یہ ہے کہ میں نے ایک ضروری خط آپ کو لکھا تھا اس میں دریافت کیا تھا کہ آپ نے تاریخی حالات جو لغت کے متعلق لکھکر بھیجے ہیں وہ کس کتاب سے لیے ہیں۔ مگر آپ نے جواب نہ دیا مجھے اس کا انتظار ہے اور بڑی ضرورت ہے۔ چند لغت اور ہیں جن کے متعلق تاریخ سے کچھ حال لکھنا مقصود ہے بہزاد بہلول دانا۔ بیجو باورا۔ بطلیموس۔ ان کے نوٹ اگر آپ جلد دے سکتے ہیں تو لکھئے اور بھیجئے۔ اور اگر جلد تلاش کرنا اور لکھنا ممکن نہو یا دشوار ہو تو مجھے ان کتابوں کا پتہ لکھئے جن میں انکا حال لکھا ہے کہ میں خود لکھ لوں لیکن تعجیل بہت مطلوب ہے حصہ بالکل تیار و مکمل ہے صرف اتنی ہی کسر باقی ہے۔ دونوں باتوں کا جواب دیجئے۔ اور اپنی اور اپنے متعلقین کی خیریت لکھئے۔ نور چشم محمد احمد سے کسی قدر آپ کی خیریت و کیفیت معلوم ہوئی تھی اس سے تسکین نہیں ہوئی۔ آپ نے گولیوں کے خشک کرنے کی ترکیب پوچھی تھی۔ مجھے بالکل یاد نہیں اور نہ یہی یاد ہے کہ اس کی ضرورت پڑی تھی یا نہیں اب فصل ایسی آگئی ہے کہ گولیاں آپ سے آپ خشک ہوں گی انشاء اللہ تعالی میں تکلیفوں سے فارغ نہیں ہوں بیمار بھی ہوں اور بیمار دار بھی۔ ورنہ خود تیار کراکر بھیجدیتا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی

مجھے اور آپ کو اپنے حبیب اور آل حبیب کے صدقے میں ہر دو تردد و کلفت
سے محفوظ و مطمئن رکھے فقط آپ کا دعاگو امیر فقیر

نمبر ۹۳

۱۶ اپریل ۱۸۹۵ء ریاست رام پور

پیارے زاہد سلمکم اللہ تعالیٰ - پہلے دعا مانگتا ہوں کہ تم بخیریت ہو اور
تمہاری دھن کو حسب دلخواہ صحت ہو پھر تکلیف دیتا ہوں کہ مجھے ۲۰ شوال
مطابق ۲۳ - اپریل روز سہ شنبہ کو چاشنی دار میووں کی ضرورت ہے
جیسے لوکاٹ - سنگترے - شربتی لیموں - یہاں یہ فواکہ اس زمانے
میں اچھے نہیں ملتے - امید ہے کہ وہاں یہ چیزیں عمدہ دستیاب ہوتی
ہوں - آپ بہت جلد توجہ کر کے اس حساب سے روانہ کیجیے کہ یعنی
۱۹۔ شوال کو یہاں پہونچیں اور حتی الامکان ثمر ایسے ہوں کہ تین چار
دن ٹھہر سکیں اس لیے کہ ایک عزیز صفراوی مزاج کے ساتھ ریل پر
روانہ کرنا ہے تاکہ اسکو مفید ہوں - مکرر لکھتا ہوں کہ بہت اہتمام سے کیجیے
میووں کے بھیجنے میں کہ وقت پر پہونچیں میں بہت ممنون ہونگا محمد احمد
مع اخوان ماوجب رساں ہیں فقط پانچ روپیہ کا نوٹ اسی ضرورت کیواسطے
ملفوف ہے - آپ کا دعاگو امیر احمد امیر عفی عنہ

نمبر ۹۴

۲۸ اپریل ۱۸۹۵ء رام پور

پیارے زاہد - اللہ تم کو خوش رکھے اور طمانیت دارین نصیب کرے

لوکاٹ بہت عمدہ تمنے بھیجے اور عین وقت پر پہونچے ۲۶ شوال کو وہاں سے
روانہ ہوے اور ۲۷ کو یہاں پہونچ گئے بہت جلد پہونچے تب بھی بہت
سڑ گئے یہ غایت لطافت کی دلیل ہے اور میوے شاید فصل نہ ہونے سے
دستیاب نہیں ہو سکے بہرکیف اس سے کام نکل گیا - میری طرف سے بہت
بہت دعا اور شکریہ ہدیہ کا قبول کرو - تمنے کوئی سعادت نامہ نہیں لکھا
اپنی خاتون کی خیر و عافیت سے مسرور نہیں کیا سخت تشویش ہے - لوکاٹ
بھیجدیا اور کچھ نہ لکھا یہ اور بھی تردد کا باعث ہے - خدا کرے اطمینان
ہو صحت ہو آرام ہو - میں دعا سے کسی وقت غافل نہیں ہوں تم مجھے مطمئن کرنے میں
دیر نہ کرو قلم اٹھاؤ خیریت نامہ لکھو اور تردد رفع کرو - سب عزیزوں کو سلام و دعا کہتی ہوں - امیر فقیر

۳ - جون ۵۹ء نمبر ۹۱

پیارے زاہد تمھارا خط آنے سے پہلے ہی میرا جی دھڑکتا تھا کہ
ضرور کچھ دال میں کالا ہے اور میں دعا مانگتا تھا کہ الٰہی خیر ہو - آج جو تمھارا
خط آیا اس کا ہر فقرہ میرے کلیجے میں تیر بنکر اترا - جوان لڑکی کا صدمہ تو اپنا
ہوتا ہے کہ دشمن کو بھی ہو تو دل دکھ جاتا ہے ایسی خاتون جوان عمر مانوس الطبع
خوش اوقات خوش صفات کی مفارقت دائمی کا داغ کیونکر دل میں
ناسور نہ ڈالے حق تعالیٰ ہی توفیق صبر دے - صبر کے لیے تعزیت نامہ میں نے
علیحدہ لکھا ہے اس کو ضرور بار بار پڑھیے - میں اب تمھارے واسطے
دعائے توفیق مصابرت مانگتا ہوں اور مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت

خدا اس بچے کو جو مرحومہ کی پیاری نشانی ہے پروان چڑھائے اور اقبال
کیساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔ اور تم کو اپنی بارگاہ فیض سے جہاں
کسی چیز کی کمی نہیں نعم البدل عطا فرمائے۔ اس جگہ تم یہ خیال نہ کرنا
کہ مرحومہ کا نعم البدل کیسے ہو سکتا ہے۔ جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب
اپنے شوہر ابو سلمہ کی رحلت سے بیوہ ہو گئیں تو انا للہ وانا الیہ راجعون
پڑھتے وقت یاد آیا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا
کہ جو کوئی کسی چیز کے فوت ہو جانے پر یہ آیت ترجیع پڑھے تو اللہ تعالی
اس کو نعم البدل عطا فرماتا ہے اس خیال سے پڑھتی تو تھیں مگر یہ خطرہ
دل میں گزرتا تھا کہ میرے شوہر کا نعم البدل کیا ہو سکتا ہے جب حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے عقد میں آئیں تو کہیں کہ حق تعالی نے کیسا نعم البدل عطا
فرمایا جو خلاصہ کائنات ہے۔ اس بیان سے میرا مقصود یہ ہے کہ اگرچہ اس
وقت تمہارا نفس پریشان ہوگا۔ مگر اے میری جان سراپا ارمان زاہدہ
ابھی سے تم میری فرقت کی تکلیف کرو تم خدا ابھی جوان ہو تیرا بچہ معصوم
نادان ہے اسکی پرورش میں بھی کوشش چاہیے ویسی تنہائی بھی دشوار
ہو گی اور اسی خیال سے مرحومہ کا غم بہت جلد کم ہو جائیگا۔ میرے دل
نے یہ مانا میں نے نیک نیتی سے تم کو نصیحت کر دی۔ اگر اس کا جواب شکر
قبول پاؤنگا تو خوش ہونگا۔ اگر میں قابل سفر ہوتا تو تعزیت کے واسطے
خود آتا اور تمہیں بہت کچھ سمجھاتا کیا کروں امراض کی وجہ سے معذور ہوں
ایسی حالت میں تم سے امیر الفات کو مدد دینے سے کمی نہیں کی اس کا

میں بہت ہی شکرگزار ہوں۔ دفتر کے عمدہ کار پرداز وطن کو گئے ہیں آئیں
تو ان نوٹوں پر نظر کرکے درج امیر اللغات کرلیں۔ پیارے زاہد اب تو ریل
رامپور تک ہوگئی ہر موقع ملے تو کبھی ادہر بھی آنکلو۔ اب تو مدت ہوگئی
کہ نہیں دیکھا مجھکو بھی اپنے دیدار سے مسرور کرو تمھارا جی بھی کچھ بہل جائیگا
میرے سب عزیز دوست ما دحیب رساں ہیں۔ واپس شدہ نوٹ مجوب
ہوکر میں نے رکھ لیا کہ ایسے وقت میں کیا تم سے بحث کروں بہر طور تمھارا
احسانمند ہوں۔ میں کس قابل ہوں کہ تمھارے احسانات کی تلافی کرسکوں
خیر، بھائی تمھاری ہی آنکھ اونچی رہے۔ تمھاری خوشی میری عین خوشی
ہے فقط

فقیر امیر احمد امیر

۳۔ جون ۱۸۹۸ء دوشنبہ رامپور — نمبر ۹۶

وبشر الصابرین	اور خوشی سنا ان صابرین کو کہ جب
الذین اذا اصابتھم	پہونچے انھیں کوئی مصیبت کہیں
مصیبۃ قالوا انا للہ وانا	مملوک ہیں ہم اللہ کے اور ہم اُسی
الیہ راجعون اولئک	کیطرف پھرنے والے ہیں۔ وہی
علیھم صلوات من	ہیں کہ ان پر شاباش ہے ان کے
ربھم ورحمۃ واولئک	رب کی اور رحمت ہے اور وہی راہ
ھم المھتدون	پانے والے۔

پیارے زاہد جو آیتیں پیشانی پر لکھی گئی ہیں ان کے معانی میں غور کرو

کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ آپ
خوشخبری سنا دیں ان صبر کرنے والوں کو جو مصیبت کے وقت انا للہ وانا
الیہ راجعون کہتے ہیں۔ یعنی ہم اور ہمارا مال ہماری آل عزیز دوست تمام
مخلوق اللہ کی مملوک ہیں ہمیں کسی قسم کی شکایت کا حق نہیں اور ہم سب
اسی کی سمت پھرنے والے ہیں۔ کوئی آج کوئی کل کوئی دس دن بعد
یہی وہ لوگ ہیں جن کی سچی سمجھ پر ان کے پروردگار کی طرف سے آفرین
وشاباش ہے اور انھیں پر رحمت نازل ہوتی ہے اور دنیا میں اپنی رضا
واطاعت کی راہ اور آخرت میں عفو ومغفرت ولقاء کے بہشت کی دولت
انھیں مل جاتی ہے۔

پیارے زاہد۔ عقل کو خواہش پر ترجیح دینا اور دائرہ اتباع شریعت
سے قدم باہر نکالنا صبر کی حقیقت ہے۔ آنسوؤں سے رونا کچھ مضائقہ
نہیں گریہ چشم رحمت ہے مگر اسکا قصد نہ کرنا کہ طبیعت صبر واستقلال کیطرف
متوجہ ہو صبر ورضا کی مخالفت ہے۔ روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا
وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مناجات میں حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ الٰہی ایسا
بندہ تیرے نزدیک محبوب ہے فرمایا کہ یا موسیٰ جس بندے سے میں اسکی
محبوب چیز لے لوں اور وہ میری محبت کی وجہ سے برداشت کرلے

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ
میری امت کے ایک گروہ پر ایسی عنایت فرمائیگا کہ قبروں سے نکلتے ہی
اڑ کر جنت کو چلے جائیں گے اور اس دار النعیم میں جہاں چاہیں

سیر کریں گے اور خوشیاں منائیں گے۔ فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ تم حساب دے چکے؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے تو حساب دیکھا بھی نہیں فرشتے کہیں گے کہ تم پل صراط سے گذر چکے؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں پل صراط کی خبر نہیں کہ کہاں ہے۔ الغرض اسی طرح ان سے وزن اعمال وغیرہ اور آخرت کے سوال ہونگے۔ اور وہ سب سے اپنی لاعلمی ظاہر کریں گے تب فرشتے پوچھیں گے کہ تم کس کی امت میں ہو وہ کہیں گے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت میں۔ تب فرشتے ان کو قسم دیں گے کہ سچ بتاؤ کہ تمھارے اعمال دنیا میں کیا تھے۔ وہ کہیں گے دو خصلتیں ہم میں تھیں ایک یہ کہ جب تنہا ہوتے تو خداوند تعالیٰ کی نافرمانی سے حیا کرتے دوسرے یہ کہ جو معاملہ اللہ تعالیٰ ہم سے کرتا ہم اس پر راضی رہتے۔ فرشتے جب یہ سنیں گے تو کہیں گے کہ تب تو یہ حال تمھارا ہونا ہی چاہیے تھا۔

پیارے زاہد۔ صبر کی فضیلت قرآن میں ستر جگہ آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صابرین کے ساتھ اپنی معیت کا وعدہ فرمایا ہے اس سے بڑھ کر کونسی نعمت دنیا و آخرت کی ہوگی۔ پیشانی ہی کی آیت توفیق صبر و رضا کے واسطے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ آفریں اور شاباش فرماتا ہے اور پھر رحمت و ہدایت کی خوشخبری سناتا ہے۔ جب ایک ایسے عمل پر تین تین جزائیں ہوں وہ عمل تو مستعد ہو کر کرنا چاہیے، عمل کرنے سے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو آنسو بے اختیار نکل رہے ہیں ان کو روکو۔ بلکہ دل کو صبر کی فضیلتوں پر متوجہ کرکے خداوند تعالیٰ سے راضی رہنے کی کوشش کرو۔ ان کے سب چاہنے والے

۱۰ ستمبر ۹۵ء ریاست رام پور — نمبر ۹۸

پیارے زاہد۔ خدا کرے تم خوش ہو خیریت سے ہو تم غلط ہو گیا ہو مصروف
عیش و طرب ہوا ور یہی مصروفی میری طرف کم توجہی کا سبب ہو۔ تم نے مجھکو
بھلا دیا مگر میں تم کو دعائے خیر کے ساتھ یاد کیا کرتا ہوں۔ مدت ہو گئی کہ
اور اک خیریت کو ترستا ہوں اور تڑپتا ہوں معلوم نہیں کہ تم کو اس ترسانے
اور تڑپانے میں کیا مزا ملتا ہے۔ میں نے ایک تعزیت نامہ بھیجا تھا اور کچھ کلمہ
دلسوزی کچھ نصیحت کچھ ہدایت کی تھی۔ اس پر تم نے عمل کیا یا نہ کیا اتنا تو ضرور کیا کہ
اپنے غم کا عوض مجھ سے لیا کہ اپنی خیریت سے بھی محرو... کلام میں ... بار کرتے
کرتے تنگ آگیا اور ابھی معلوم نہیں کہ اس سلسلے کا خ... گا اور کچھ
نہیں صرف تمہاری خیریت مطلوب ہے۔ اب مہربانی کر...
خاموشی چھوڑو۔ اپنی خیر و عافیت اور مسرت سے مجھے خوش...
و عائیں لو۔ یقین کرو کہ مجھکو اس سے آگے تاب اضطراب...
تردد انتشار اضطراب سب دمبدم ترقی پذیر ہیں۔ ا...
مسرت و عافیت اور طمانیت و جمعیت کی صحبت میں تمہاری...
گئی ہو گی۔ میں اس زمانہ میں بہت رنجور رہا جس ایل کے درد...
پڑے اور متواتر قاتا طیر کا صدمہ اٹھایا گیا ہے جس سے اسوقت تک... آرام
جیسا چاہیے نہیں ہے پھر بھی باری تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں او... سے
ملتجی صحت و عافیت رہتا ہوں۔ امید کہ میرے اس خط کا جواب...
اضطراب کی حالت میں تمکو بھیجتا ہوں فوراً لکھو یہ تو تم بھی جان گئے...

تمھاری سعادت و لیاقت اور تمھاری سچی محبت نے میرے دل کو تسخیر کر لیا
ہے۔ لہذا تمھاری خیریت نہیں ملتی تو تعلق خاطر کسی طرح سے چین نہیں
دیتا۔ سب اطفال اور ارباب و فقرا دعا کہتے ہیں اور منتظر مژدۂ خیر و عافیت
ہیں فقط۔

داعی خیر امیر فقیر

۱۹ ستمبر ۱۹۰۵ء رامپور — نمبر ۹۹

پیارے زاہد! اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے آپ نے مسرت نامہ لکھ کر
مجھکو خوش کیا اور اپنی محبت و عنایت کا ثبوت بہم پہنچایا۔
ایسے وقت تو خوش کیا وقت ناخوش کر دی

آپ کا [illegible] ز لیاقت کا ذخیرہ قابلیت کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
آپ کو [illegible] تو دی ہے اس سے زیادہ سعادت دی ہے اور سعادت
سے [illegible] ری محبت دی ہے اور میرے دل کو جو آپ کی محبت دی
ہے [illegible] بھی زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ میں ہر وقت آپ کو دعائیں
دیا کر [illegible] پ کی یاد سے دل کو تسکین دیتا رہتا ہوں۔ امید کہ
ن کی خوشخبری دیکر جلد جلد مجھے راحت دیا کیجیے میں آجکل
س مہینے میں تین دورے جلسہ اہل کے پڑے اور ہر دورہ
کی بھی شکایات اکثر رہی اب بھی طبیعت صاف نہیں
کا شکر ہے مجھے اس بات کا خود افسوس رہتا ہے کہ میں
جیسے احباب کی خدمتگزاری نہیں کر سکتا۔ خصوصاً

آپ سے احب کا کلام حسب دلخواہ نہ دیکھنا اور آپ کو خوش نہ کر سکنا نہایت
قلق کا باعث ہے۔ اب جو آپ نے ہر مہینے اپنا کلام بھیجنے کا ارادہ کیا
ہے مجھے بخوشی منظور ہے۔ اپنے امکان بھر اس کے دیکھنے میں ضرور کوشش
کرونگا اور اس پر خدا نخواستہ وجوہ قوی مانع ہوں گے تو عذر کرونگا۔ بسبب
پیرانہ سالی میرے ہاتھ میں رعشہ ہو گیا ہے جس سے لکھنا مدت سے چھوٹ گیا
ہے بمجبوری دوسرے کے قلم سے لکھواتا ہوں۔ اگرچہ قلم میرا نہیں ہوتا مگر
زبان میری ہوتی ہے۔ ابر کی بوند بیشک شعرا نے کہا ہے اس سے غلط
نہیں کہا جا سکتا لیکن اپنی اپنی پسند ہے زبانوں سے مستعمل ہونے سے
میری طبیعت اس کو پسند نہیں کرتی "اور اگر آپ اپنے" [illegible]
ہیں تو چنداں مضائقہ بھی نہیں "کردے گی" کی بجائے [illegible]
کرکے اس کی جگہ "کرے گی" بنا [illegible] ہے۔ اب لئے
کلام لیجئے اور اس [illegible] کہ یوں ہی [illegible] بھیجا [illegible] نے بنا
راہ دیکھنے سے [illegible] کے [illegible] دہلی کی زبان [illegible]
وقت سند نہیں ہو سکتا۔ اس وقت [illegible] ہوں گے ا۔
اور مخزن المحاورات چرنجی لال کا کیا اعتبار ہے اس میں
[illegible] کے لکھے ہیں منجملہ ان کے ایک [illegible] ہے
کسی طرح صحیح نہیں میں بھی آپ سے متفق ہوں
[illegible] احمد لغت کا مدت سے تیار [illegible] ہے [illegible]
مانع ہے۔ دفتر ابتر اور پریشان ہو رہا تھا ہے بلکہ ہو گیا۔

ما چاہئے
ناپسند
دیا کر

بڑا افسوس ہوگا اگر یہ کتاب ناتمام رہگئی اور یہ افسوس نہ صرف مجھکو ہی رہیگا
بلکہ تمام ملک کو۔ دیکھیئے خدا کو کیا منظور ہے۔ بہچوا ورا وغیرہ کے نوٹ لکھکر
آپ نے بہت ممنون کیا۔ ارباب دفتر میں سے جو لوگ رہ گئے ہیں آپ کو سلام
کہتے ہیں اور نور چشم محمد احمد مع اخوان ما وجب رسان ہیں۔ عزیزی منشی ممتاز علی
یہاں نہیں ہیں۔ تاریخ کی فکر میں ہوں جس وقت حسب دلخواہ ہوگئی فوراً
بھیجوں گا فقط

داعی خیر امیر فقیر

۱۳ اکتوبر ۱۸۹۵ء رام پور نمبر ۱۱۰

پیارے داغ! اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے آپ کی پاس و خاطری کو
شگفتہ دلی سے بدلے اور دین و دنیا کی دولت سے مالا مال کرے۔ محبت نامہ
آیا اور نور و سرور افزائے دیدہ و دل ہوا۔ غزلیں دیکھکر پھڑک گیا ہوں۔ ماشاء اللہ
کیا کیا شعر کہے ہیں۔ چشم بد دور۔ جس زمین میں (انشا) نے پارہ شعر نکالے آپ نے
اس میں دریا بہا دیے۔ بارک اللہ فی عمرکم۔ آپ کی نواسی کی تاریخ ولادت
بھیجتا ہوں۔ یا رہی بہت سے کہی ہیں مگر مجھے پسند نہیں۔ خدا کرے آپ بھی پسند کریں۔
سہارنپور کی خرابی سے سخت تشویش ہوئی۔ اسی وقت سے دست بدعا ہوں۔
ارحم الراحمین رحم کرے کہ یہ بلا جلد دفع ہو۔ امید کہ خیر و عافیت سے جلد جلد
تسکین دیجیے اور دعائیں لیتے رہیے۔ میں اپنا حال کیا لکھوں ناشکری
ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ اچھا نہیں ہوں۔ اپنے امراض لازمہ پر زیادہ یہ ہے کہ گھر میں
کئی شخص سخت مریض ہیں۔ اسی سے شفا کی استدعا ہے جس نے مرض دیا ہے

امیر اللغات کی شکست حالی پر جو ہمدردی آپ نے ظاہر کی وہ بہت ہی شکر
کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی فکر و سعی کو کامیاب کرے پیشگی قیمت
حاصل کرنے کے واسطے اشتہار دینے کی صورت امیر اللغات کی شان پر
نہایت بدنما ہے۔ ابتدا سے پبلک میں یہ اثر ڈالا گیا ہے کہ اس کام کی تمامی کی
امید ضعیف ہے خلق میں اس کی نسبت مختلف خیالات ہیں کوئی مؤلف کو
سرمایہ دار جانتا ہے کسی کو یہ خیال ہے کہ ریاست میں اس کی بنا پڑی ہے رئیس
کی امداد سے تکمیل کو پہنچے گا۔ ایسی حالت میں یہ عامیانہ طریقہ اختیار کرنا کہ پیشگی
قیمت آئے تو تیسرا حصہ چھپے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ البتہ تیسرا حصہ نکلنے
میں تاخیر ملک میں مضر ضرور ہے۔ خدا کرے آپ نے جو صورت تجویز کی ہے اور
آئندہ اس کی تفصیل سے آگاہ کرنے کا وعدہ کیا ہے خوشنمائی کے ساتھ نکلے
اور امیر اللغات کو اس سے معتدبہ مدد پہنچے۔ اس خط کا جواب جلد عنایت
کیجیے گا۔ سب عزیز و احباب یاد و حسب گزار ہیں۔

قطعۂ تاریخ

رتبۂ خاتون زاہد دیکھ امیر — آج کیا جنت میں اس کا پایہ ہے
ہے سیادت کی بدولت یہ شرف — چتر سر پر فاطمہ کا سایہ ہے

امیر فقیر — ۱۲ ۱۳ھ

۲۰ نومبر ۱۸۹۵ء رام پور — نمبر ۱۰۱

محبی وسعیدی۔ دعائے صلاح و فلاح دارین۔ پہلے پرچہ مورخہ ۱۰ نومبر

جس میں غزل ملفوف تھی آیا۔ پھر کارڈ مرقومہ ۱۹۔ نومبر پہنچا دونوں باعث
سرور و سپاس موفور ہوئے۔ امیر اللغات کی نسبت جو بمقتضائے دلسوزی و
ہمدردی آپ نے اپنی رائے ظاہر کی اس کا شکریہ جداگانہ ادا کرتا ہوں مگر
مشفق من یہ صورت امیر اللغات کی کارروائی کے لیے کافی نہیں ہو سکتی
منحصر یہ ہے کہ ایسا عظیم الشان کام اس وقت تک انجام کو نہ پہنچے گا جب تک
گورنمنٹ انگلشیہ یا کوئی بڑی حوصلہ ریاست کافی مدد نہ دے گی۔ بہرحال
آپ کا التفات مستوجب سپاس گزاری ضرور ہے۔ میں اس زمانے میں صحیح
نہیں ہوں علاوہ امراض مزمنہ کے اور بھی شکایتیں باعث رنجوری و
معذوری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جواب خط لکھنے میں تاخیر ہوئی۔ [illegible]
تو آپ کا کلام دیکھ کر بھیجوں۔ [illegible]
کچھ بھی کسر باقی ہے بعض [illegible] کا اصرار اس کے طبع کی نسبت [illegible]
ہے جس سے امید کی جاتی ہے کہ اب کے چھپ ہی کے رہے گا فقط۔ امیر [illegible]

۴ جنوری ۱۸۹۶ء رام پور — [illegible]

پیارے زاہد سلامت۔ بخیر و عافیت ہو۔ [illegible] سعادت سے
پہنچ کر بہت مسرور کیا۔ مثنوی کی بابت جو دلچسپی تم نے ظاہر کی اور اس کی
اشاعت و تشویق میں سعی کا وعدہ کیا اس کا میں دل سے شکر گزار ہوں امید
ہے کہ اسی ہفتہ میں چھپنے کو آگرہ سے روانہ ہو جائے۔ اب اللہ کی عنایت سے
کچھ کسر باقی نہیں ہے۔ تمہاری تاریخ میں تلاش کروں گا مگر معلوم نہیں وہ کس

شک نہیں کہ تم پر گوناگوں مصیبتیں پڑیں اور تمہارا ہی کلیجہ تھا کہ تم جھیل گئے۔ اس صبر جمیل کی خداوند جلیل سے تم کو داد ملے گی۔ اور اس کے اجر میں دارین کی نعمت و مسرت نصیب ہوگی "بلعم باعور" کا حال جو تم نے لکھا میں نے دیکھا اب وہ شعر بے تکلف رکھنے کے قابل ہے۔ میں اس سے خوش ہوا کہ تم نے صنمخانہ کو پسند کیا اور دیکھکر خوش ہوئے۔ پہلے دیوان کا شعر جو اس دیوان میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ آگیا ہے۔ اس کی علت محض میرا سہو و نسیان ہے اور ایسا اکثر ہو جایا کرتا ہے کچھ چنداں ہرج نہیں ہے امیر اللغات کی ہنوز کوئی صورت نہیں نکلی۔ اور نہ نکلتی معلوم ہوتی ہے ؎

یاس اس امید کی رگ رگ میں ہے چھائی ہوئی

زیادہ بجز دعائے حصول جمعیت و طمانیت کیا لکھوں جلیل حسن سلام کہتے ہیں۔ صدمے اور پریشانی کی حالت میں آپ کے بھائی کا وطن سے چلا جانا اور بھی باعث کلفت ہوا۔ امید کہ وہ جس وقت ملجائیں اطمینان کے لیے مجھے ضرور آگاہ کیجیے فقط۔

امیر فقیر

۲۵ جون ۱۸۹۶ء ریاست رام پور

بنام زاہد

پیارے زاہد۔ امیر فقیر کی دعائیں لو۔ مدت کے بعد تمہاری تحریر نے آنکھوں کا نور بڑھایا۔ ساتھ ہی اس کے آلو کا پارسل بھی آیا جو مزید منت پذیری اور شکر گزاری کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش رکھے کہ تم اپنے واعیان خیر کا دل خوش کیا کرتے ہو۔ میں اس زمانے میں ایک جدید تکلیف

سب بندہ زادے اور جلیل حسن سلام شوق کہتے ہیں۔ امید کہ خیریت نامے سے
مسرور کیجیے۔ میرے سینے میں جانب قلب ایک گلٹی پیدا ہو گئی ہے جو سخت
تکلیف ہے آپ سے بھی دعاے عافیت کی امید ہے فقط۔ امیر فقیر

۲۶ ستمبر ۱۸۹۶ء رام پور نمبر ۱۰۷

مجی و سعیدی۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ محبت نامہ آیا
دل بڑھایا۔ "زکریا" بفتحتین و کسر را و تشدید یا ہے اس میں کوئی تغیر اب تک
نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے جو لوگ "ذکریا" ذال سے بالکسر لکھتے ہیں اور سکون
ثانی و تخفیف یا کے ساتھ بولتے ہیں محض غلط ہے خواہ دلی والے ہوں یا لکھنؤ
والے۔ انشاء اللہ وقت فرصت میں آپ کی غزلیں دیکھ کر بھیجوں گا۔ صورت
دید نہ ہو گی جلیل حسن سلام عرض کرتے ہیں۔ امیر فقیر

۳۰ ستمبر ۱۸۹۶ء رام پور۔ نمبر ۱۰۸

مجی و سعیدی۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ زکریا کی تحقیق میں اس وقت
آپ کا دوسرا کارڈ پہنچا تعجب ہے کہ میرا کارڈ جو پہلے کارڈ کے جواب میں
گیا ہے آپ کو نہ پہنچا۔ میں لکھ چکا ہوں اور پھر لکھتا ہوں کہ زکریا زے سے ہے
ذال سے کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا اور اس کے اعراب میں بھی تغیر ممکن
نہیں ہے آپ کا جواب بالکل باصواب ہے اور اس کا مدعی خطا پر ہے
زیادہ دعا فقط۔ امیر فقیر

۲۰- اکتوبر ۱۸۹۶ء از رام پور — نمبر ۱۰۹

پیارے زاہد۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون کے بعد مدعا نگار ہوں کہ حافظ جلیل حسن بحکم ضرورت دفعۃً روانہ وطن ہو گئے چلتے وقت جلدی میں آپ کی غزلیں اصلاح طلب ان کو ڈھونڈھنے سے نہ ملیں میری منشی کا کام سب ان سے متعلق تھا اب ان کے آنے تک میری تلاش سے کوئی چیز مل نہیں سکتی۔ لہذا چاہتا ہوں کہ اس کلام کو آپ دوبارہ بھیج دیجیے یا ایک مہینے کا انتظار کیجیے کہ وہ مع الخیر واپس آجائیں۔ مجھے اس وقت یہ بھی یاد نہیں کہ آپ کی تحریر سعادت خمیر میں کونسا مضمون جواب طلب تھا جس کے جواب لکھنے سے میں قاصر ہوں۔ امید ہے کہ یہ معذرت نامہ قبول ہو اطفال ما وجب گزارہیں۔ فقط

امیر فقیر بقلم دیگرے

۶- دسمبر ۱۸۹۶ء از رام پور — نمبر ۱۱۰

پیارے زاہد۔ دعائے صلاح و فلاح دارین کے بعد مدعا یہ ہے کہ سعادت نامہ محبت شمامہ ۲- دسمبر کا لکھا ہوا آیا آنکھوں کا نور دل کا سرور بڑھایا۔ موسم سرما میں مرض عسر بول بڑھ جاتا ہے حبس بول کے دورے جلد جلد پڑتے ہیں اسی وجہ سے کوئی کام ٹھیک نہیں ہوتا۔ احباب کی خدمت گزاری میں تقصیر ہوتی ہے جیسی کہ کوتہ قلمی بھی منفعل کرتی ہے آپ سے بھی امیدوار معافی ہوں امیر اللغات کے باب میں جو درخواست نواب گورنر جنرل بہادر کو بھیجی گئی تھی اس میں کامیابی نہوئی سکرٹری نے جواب لکھا کہ یہ درخواست لفٹنٹی

کے ذریعے سے آنا چاہیے۔ اب وہاں پیش کرنے کا ارادہ ہے حافظ جلیل حسن
اب تک وطن سے نہیں آئے ان کے والد بیمار ہو گئے ہیں اس وجہ سے
رخصت سے زیادہ توقف ہوا۔ امید ہے کہ اسی ہفتے میں آجائیں۔ ان کے
آنے کے بعد آپ کی مطلوبہ کتاب کتب خانے سے نکلوا کر بھیجوں گا۔ انکی
غیبت میں مجھے تلاش کرنا دشوار ہے۔ غزلیں اپنی آپ پھر بھیجدیں تو بہتر ہے۔
اطفال عقیدت خصال دعا گزار ہیں۔ فقط امیر فقیر نقلم دیگرے

نمبر ۱۱۵

۱۰ اپریل ۱۹۵۸ء رام پور

سعید و رشید کونین مجتبیٰ سید زاہد حسین سلمکم اللہ تعالیٰ۔ سلام و دعا
کے بعد مدعا یہ ہے کہ نامۂ سعادت ملبئی لیکر پہنچا اور لوکاٹ کا پارسل ابھی اسٹیشن
سے وصول ہوا۔ میرا دل آپ کی محبت اور خاص عنایت کا شکر ادا کرتا ہے
اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے۔ میری کوتہ قلمی بیشک
سزاوار ملامت ہے اور مجھے آپ کی طرف سے انتہا کی ندامت ہے۔ کچھ ایسی
کاہشوں میں مبتلا رہتا ہوں کہ ضروری کام بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا نہ آپ کو
کوئی خط لکھا نہ خط کا جواب دیا اور نہ آج تک غزلیں دیکھنے کی نوبت آئی۔
اور آپ کی طرف سے عنایتوں پر عنایتیں ہیں جن کا شکر بھی ادا کرتے نہیں
بنتا۔ آپ کے حق میں دعا البتہ کیا کرتا ہوں۔ اس کام میں کسی وقت قصور نہیں
ہے اور نہ کبھی ہوگا۔ امراض میرے بدستور ہیں اور پریشانیاں موفور۔ دل و
دماغ آلام و افکار کے شکار ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ محاورات

بیگمات کے تلف ہونے کا افسوس ہے مگر آپ کا یا کسی کا اس میں کیا قصور
آپ کسی طرح کا خیال نہ کریں۔ میری یہاں جتنی کتابیں ہیں اور جو چیزیں ہیں
آپ ہی کی ہیں جس کتاب کی ضرورت ہو بے تکلف منگوا لیجیے۔ یہاں سے
غلطی یہ ہوئی کہ وہ کتاب بصیغہ بیرنگ بھیجی گئی جسٹری اس پر نہ ہوئی ورنہ
تلف نہ ہوتی۔ اب میں فکر میں ہوں کہ کہیں سے کوئی نسخہ اس کا دستیاب
ہو تو میں آپ کو بھیجوں۔ بہرکیف آپ کو انفعال کی کوئی وجہ نہیں ہے
امیر اللغات کے باب میں جو درخواست گورنمنٹ سے کی گئی تھی وہ وہاں
سے اس ہدایت کے ساتھ واپس کی گئی تھی کہ لوکل گورنمنٹ کے ذریعے
سے درخواست آنا چاہیے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ درخواست اور دونوں
جلدیں لفٹننٹی میں بھیجی گئیں کہ وہاں سے درخواست اور کتابیں حضور والیسرائے
میں پیش ہوں مگر ابھی تک کچھ نتیجہ نہیں ہوا اس کو کئی مہینے ہو گئے۔ صلاح
طلب کلام کے بستے بہت پر ہو گئے ہیں ایک انبار لگا ہوا ہے انھیں میں
آپ کی غزلیں بھی غالباً ہوں گی کوئی ترتیب نہیں ہے کہ جو کلام مطلوب ہو
جلد نکل آئے ایک سرسری نظر آپ کی غزل کے لیے ڈالی گئی مگر ناکامی
ہوئی۔ لہذا مکلف ہوں کہ نقل اس کلام کی ممکن ہو تو بھجوا دیجیے کہ میں دیکھ کر
فی الفور آپ کو بھیجوں۔ عزیزی حافظ جلیل حسن پر سخت صدمات علی التواتر
آئے پہلے ان کے والد ماجد نے جو ایک بڑی جماعت کے مقتدا اور شیخ اجل
تھے رحلت کی۔ بعد ازاں کئی عزیز قریب علی الاتصال راہی دار بقا
ہوئے۔ ان غموں نے عزیز موصوف کو بالکل بیکار کر دیا ہے۔ آپ کی خدمت میں

مخمصرمی مبارکباد تمھاری شادی اور خانہ آبادی کی کسی لڑکے سے لکھوا کر بھیجدی تھی اور قصد تھا کہ سل راہ سے نجات کے بعد اطمینان سے کوئی تاریخ کہوں گا اور تمھاری مکرر بھیجی ہوئی غزلیں ملجائیں گی تو دیکھ لوں گا مگر طبیعت زیادہ بے مزہ ہوگئی اور اب تک ناچاقی طبیعت کا سلسلہ چلا جاتا ہی معہذا مکروہات کا ہجوم ہی ایک مصرع کہا تو اس میں خوبصورت قافیے نہیں ملتے عام قافیوں میں قطعہ موزوں کرنے کو جی نہیں چاہتا بتکلف ایک قافیہ موزوں کرکے چار مصرع کا قطعہ بھیجتا ہوں مادۂ تاریخ حسن سے خالی نہیں۔ غزلیں تمھاری ابتدائی شاعری کی کہی ہوئی مل گئیں۔ ان کو بھی سرسری نظر سے دیکھکر صحیح کردیا۔ اُن کو خود بھی تم اپنے ذوق سلیم سے درست کرسکتے تھے۔ کسی وقت جمعیت خاطر نصیب ہو تو پھر فکر تاریخ کرونگا۔ امید ہی کہ اپنے حالات مسرت آیات سے ہمیشہ مسرور کرتے رہو۔ اطفالؔ محبت خصال اور جملہ عزیزان و احباب ما وجب گزار ہیں۔ تاریخ اور غزلوں کی رسید ضرور بھیجیے تاکہ نگرانی رفع ہو۔ الفاظ ہندیہ میں سے آخر کا حرف گرتا ہی بیچ کا نہیں گرتا تھے۔ میں تی سے پہلے ہمزہ مقرور چاہیے۔ قرار بمعنی اقرار عربی و فارسی میں نہیں ملتا۔ بغیر واو عطف قول قرار کو جس طرح آپ نے اردو کرلیا ہی اس کا مضائقہ نہیں۔ اضافت کی حالت میں اعلان نون جائز نہیں۔ یہ شعر مجکو جی سے پسند آیا۔ بارک اللہ خوب کہا ہی ؎

وہ آنکھوں میں ہی پتلیوں کی طرح ۔۔۔ مگر دیکھنے کو نظر چاہیے۔

قطعۂ تاریخ کتخدائی

سنیں یہ قہقہے زاہد کی بزم کتخدائی میں　　　فضائے خلد میں گویا تمر بن خالی طوبیٰ کے

امیر اس عقد کی تاریخ کیا رنگیں کہی میں نے　　　بلبل میں ملیں وہ ٹوپی لگ گئی باغ پولی کے

۱۳۱۴ھ　　　امیر عفی عنہ

۱۱۔ اگست ۱۸۹۶ء رام پور

محب دلنواز سلام و دعا۔ بہت چاہتا ہوں کہ آپ کے اخلاق نامہ کا جواب فی الفور لکھا کروں مگر ہجوم مکروہات سے تاخیر ہو ہی جاتی ہے ۱۷ صفر کو جو تحریر پر تنویر آئی اس کا جواب آج چوبیسویں تاریخ کو لکھا ہوں اور تقصیر تاخیر کا عذر خواہ اور آپ کی سیادت سے عفو کا امیدوار ہوں الحمد للہ کہ تاریخ تقریب کتخدائی آپ کو پسند آئی اس کے متعلق جو الفاظ محبت و خلوص کے آپ نے لکھے ہیں وہ میری دلی مسرت کے لئے کافی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو شاد و آباد رکھے اور اس دلنوازی کی جزا دے امیر اللغات کی ابتری بدستور ہے فی الحقیقت اس کے پورا ہونے سے جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔ حضور پر نور والی رامپور نے جب امیں سفر کے لیے رخصت ہوتا تھا۔ اس کی تکمیل پر اپنی آمادگی اور پوری خواہش ظاہر فرمائی تھی بلکہ قرار پا گیا تھا کہ سفر سے میری مراجعت پر دفتر کھول دیا جائے گا مگر مجھے آئے ہوئے قریب دو مہینے کے گزرے اب تک کچھ نہیں ہوا۔ زبان کے متعلق جو شبہات آپ نے لکھے تھے وہ حتی الامکان میں نے مرتفع کر دیے

ملاحظہ کیجیے جلیل بکمال خلوص و نیاز سلام کہتے ہیں۔ اپنی خیریت سے جلد
مطمئن کیجیے۔ سہارنپور میں کون کون سا میوہ قابل اتحاف رئیس عالی
مرتبت ہوتا ہی ضرور اس سے اطلاع دیجیے "ویا" اب بالکل متروک ہی
اس کی جگہ صرف "یا" بولتے ہیں "باہمہ گر" کی صحت میں کلام ہی "بایکدگر"
ہو سکتا ہی یا محض "ہمدگر" چاہیے لکھیے۔ "پہ" بمعنی لیکن و مگر واجب الترک ہی
بجائے "پر" جو ہر جگہ مستعمل ہی۔ "پرے" لکھنؤ میں بالکل متروک ہی اور دلی
میں بھی اب فصحا کے کلام میں پایا نہیں جاتا ہی۔ آپ چاہیے لکھیے۔ پیار
بروزن فاع ہی فقط امیر فقیر

۸ ستمبر ۱۸۹۷ء رامپور نمبر ۱۱۵

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ میرے خط کا جواب آپ نے نہ لکھا۔
اس میں آپ کے سوالات کے جواب بھی تھے اور خط جواب طلب تھا
آپ کے خط نہ آنے سے تردد رہا۔ خدا کرے مانع بخیر ہو۔ امید کہ یہ سطریں
دیکھتے ہی رفع تشویش کیجیے۔ یہاں بعنایت الٰہی خیریت ہی جلیل حسن سلام
نیاز عرض کرتے ہیں فقط امیر فقیر

۱۹ ستمبر ۱۸۹۷ء رام پور نمبر ۱۱۶

عین الانسان و انسان العین پیارے زاہد حسین صانکم اللہ عن کل شین
۹ ستمبر کی تحریر سعادت خمیر نور افروز منظر منتظر ہوئی شانے پر دل نکل آنے

اور اس کی وجہ سے تپ لرزے میں مبتلا ہو جانے سے آپ نے سخت
تکلیف اٹھائی۔ اس پر طرّہ یہ ہی کہ ابھی ایک دُمّل مندمل نہیں ہوا اور
دوسرے کا زور شروع ہو گیا۔ شافی مطلق جلد شفائے دلخواہ عطا فرمائے۔
امیر اللغات کی طرف کچھ توجہ ہمارے آقائے ولی نعمت کی ہوتی معلوم ہوتی
ہی بڑی کوششوں سے خدا خدا کرکے یہ صورت پیدا ہوئی ہی کہ دفتر قائم ہو
اور آگے کام چلے، مگر اب یہ دقّت درپیش ہی کہ وہ عملہ جو برسوں کی صحبت
میں کاموں سے واقف ہو گیا تھا سب متفرق ہو گیا بعض ان میں کے
دنیا ہی میں نہ رہے اور بعض کو اور اور مقامات پر تعلق پیدا ہو گئے اب
نئے ایسے آدمیوں کا بہم پہنچانا ہی جن میں قابلیت اس کام کے سیکھ جانے
کی جلد ہو۔ آپ پہلے سے زیادہ کمر باندھ کر مستعد ہو جائیں اور بائے عجمی
سے ترتیبًا بقدر امکان استقرا کرکے پوری مدد دیں زیادہ اس باب میں
آپ سے علم دوست سے اصرار کی حاجت نہیں۔
میووں کی فہرست میں نے دیکھی بالفعل مجھکو عمدہ اناس اگر بڑے
ہوں تو بیس اور اگر چھوٹے ہوں تو چالیس مطلوب ہیں۔ ایک عالیشان
امیدگاہ کو مربا تیار کروا کے بطور پیشکش بھیجنا ہیں۔ آپ اپنے طور پر عمدہ ثمر بکمال
احتیاط کہ کار پردازان ریل تصرف نہ کرسکیں ہدیۃً مجھے بھیجیں بنظر بے تکلفی
تصدیع دیجاتی ہی۔ محمد احمد مع اخوان اور حافظ جلیل حسن داوجب گزار ہیں
"دُمّل" لفظ عربی ہی "دمامیل" اس کی جمع ہی "دنبل" صحیح نہیں، آپ کے
قلم سے کسی جگہ یونہی نکلا لہذا اطلاعًا لکھا گیا فقط امیر فقیر

نمبر ۱۱۷

۲۴ اکتوبر ۱۸۹۶ء رامپور

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ آپ کے سعادت نامے سے فرحت تازہ حاصل ہوئی مگر اور اک ناچاقی طبیعت نے تڑپا دیا آپ کی صحت و عافیت بہت ہی عزیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ صحیح و تندرست رکھے امید کہ خیریت سے جلد مطمئن کیجیے۔ ہجوم مکروہات سے خط لکھنے میں مجھے دیر ہو گئی معاف کیجیے گا۔ بائے فارسی کے متعلق صرف ایک جزو آپ نے پہلے بھیجا تھا وہ کس قدر مدد دے سکتا ہے۔ اب کچھ ہمت باندھیے اور متوجہ ہو کر پوری مدد کیجیے امیر اللغات کو آپ سے امداد کی بہت امید ہے۔ آپ کی دلسوزی اور قابلیت ہمیشہ مشکور رہے گی۔ "دنبل" کی صحت میں اسلیے کلام ہے کہ کہیں فارسی میں پایا نہیں جاتا۔ اثنا میں سے اب قطع نظر کرنا چاہیے۔ گور کھپور، بیلی بھیت۔ مراد آباد وغیرہ میں تلاش کیا گیا کہیں نہیں ملا۔ عجب اتفاق ہے۔ آپ نے جو ذخیرہ محاورات کا بھیجا تھا۔ اس میں قریب قریب سبھی حرف ہیں مگر وہی ایک ایک دو دو ورق فقط

امیر قصیر

نمبر ۱۱۸

۵ دسمبر ۱۸۹۶ء ریاست رامپور

محب دلنواز سلام و دعا۔ افتخار نامہ سعادت مورخہ ۲۸ نومبر پہنچکر نور افزائے دیدہ و سرور افزائے دل ہوا۔ پونڈے بھی پہنچے اور نہایت شیریں اور نرم رسیلے نکلے۔ آپ نے جو اوصاف لکھے تھے وہ سب پائے گئے

کوئی شک نہیں کہ یہ پونڈے بے مثل ہیں۔ میں آپ کے اس اتحاف دوستانہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ بائے تازی کے اجزا جس قدر آپ نے بھیجے تھے وہ کلام میں لائے گئے۔ حصہ سوم کے اکثر نوٹ وہیں سے لکھے گئے ہیں۔ یہ حصہ تمام و کمال بائے تازی میں ہے۔ بائے فارسی سے چوتھے حصہ کا آغاز ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے انجام کو پہنچائے خدا سے امید ہے کہ اب آپ کو اطمینان اور سکون خاطر حسب دلخواہ ہو۔ اعزہ میں متواتر اموات کے صدمات لکھکر آپ نے مجھے بے چین کر دیا۔ شافی برحق وہاں کی آب و ہوا کو جلد صاف کر دے۔ اور آپ کو مع متعلقین و متعلقات مکارہ سے محفوظ و مامون رکھے۔ "دنبل" کا فارسی میں صحیح ہونا آپ کی اس تحریر سے معلوم ہوا۔ آپ نے جن لغات کا یعنی ہفت قلزم و تتمہ برہان قاطع کا حوالہ دیا ہے میں بھی اس میں انشاء اللہ دیکھوں گا۔

امیر فقیر

۱۲۔ دسمبر ۱۸۹۷ء دار الریاست رام پور نمبر ۱۱۱

میرے دلنواز میرے قدرشناس سید صاحب حسبی و روحی فداک

آپ کا محبت نامہ مشعر مژدہ صحت پہنچکر سرمکش دیدہ انتظار اور تسلی بخش دل بیقرار ہوا۔ میں اب تک آپ کو خوش بیان و خوش تحریر جانتا تھا لیکن ماشاء اللہ خوش قلم اور پاکیزہ رقم بھی ہو۔ کلام معائب و نقائص شعری سے پاک اور بالکل صاف ہوتا ہے چنداں ضرورت اصلاح نہیں رہی یہ تمہاری محبت و قدرشناسی ہے کہ پھر بھی مجھ پیر کہن سال شکستہ حال کو دکھلانے

کے لیے بھیجدیتے ہو۔ جب کبھی زبان وغیرہ کے متعلق شبہات ہوا کریں انکو پوچھکر اطمینان کرلیا کرو۔ مجکو تمھارے حسن لیاقت و قابلیت پر بہت کچھ ناز ہی اور بڑا بھروسہ ہی۔ اللہ تعالیٰ کمال و اقبال میں روز افزوں ترقی عطا کرے ہمیشہ اپنی خیر خیریت دیتے رہو۔ اور فقیر سے دعائیں لیتے رہو۔ میری کاہشیں اور شکایتیں بدستور ہیں تم اولاد رسول ہو میرے لیے بھی دعا کرو تاکہ دعا کی برکت اور تمھارے جد کے طفیل سے مجھ گنہگار کا خاتمہ بخیر ہو۔ چونکہ خط میں کلام ملفوف ہی، لہذا بنظر احتیاط بیرنگ بھیجا جاتا ہی۔ محمد احمد مع اخوان ماوجب رساں ہیں فقط۔

امیر فقیر

۳۰۔ دسمبر ۱۸۹۷ء رام پور نمبر ۱۲ الم

رشید سعید کونین محبی سید زاہد حسین صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ۔

سلام مسنون و دعا مشحون۔ محبت نامہ آیا ہجوم مکروہات کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ اب غزل دیکھنے کی نوبت آئی۔ آپ کی قوت فکر اسی سے پیدا ہی کہ ایسی پامال زمین میں سوا سو شعر آپ نے موزوں کیے ہیں۔ اللھم زد فزد میں نے بقدر ضرورت ایک آدھ جگہ محو و اثبات کیا اور جو شعر قابل انتخاب نظر آئے ان پر صاد کر دیا ہی۔ ان کے علاوہ جو اشعار دائرہ تغزل سے باہر نہیں ہیں ان پر "بیت" بنادی ہی۔ یہ اشعار بھی سب غزل میں رکھنے کے قابل ہیں۔ باقی اشعار کے رکھنے میں اختیار ہی۔ بائے فارسی کی جلد کا صحیح اندازہ ابھی نہیں ہو سکتا کہ کے جزو میں تمام ہوگی۔ آپ اب بائے

فارسی اور تائے قرشت کے متعلق جو کچھ ہو سکے وہ لکھیے۔ بائے تازی کی جلد
زیر نظر ثانی ہے۔ امید ہے کہ تین چار مہینے میں مکمل ہو جائے گی۔ چھپنے کی نسبت
ابھی میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ کب چھپے گی۔ نظر ثانی سے تکمیل کے بعد سرکار
میں پیش کرونگا۔ آگے کی کارروائی سرکار کی مرضی پر موقوف ہے۔ اطفال فقیر
اور عزیزی حافظ جلیل حسن ماوجب گزار ہیں۔ امیر فقیر

نمبر ۱۳۱

۲۶۔ مارچ ۱۸۹۶ء رامپور

محبی و سعیدی زاد عمر کم و اقبالکم۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ مدت سے
آپ کی کوئی تحریر نہیں آئی غزلیں جو اصلاح ہو کر واپس بھیجی گئی تھیں
انکی رسید بھی آپ نے نہیں لکھی۔ سخت تعجب ہے اور وجہ نہ معلوم ہونے سے
اور بھی تردد ہے۔ خدا کرے آپ مع الخیر و العافیۃ ہوں اور من کل الوجوہ
طمانیت و جمعیت حاصل ہو۔ میں آپ کا ہر وقت خیر طلب ہوں چاہیے کہ
براہ سعادت یہ کارڈ پہنچتے ہی خیریت نامہ لکھیے اور رفع نگرانی کیجیے۔ میری
کیفیات بدستور ہیں ہر حال میں اللہ کا شکر گزار ہوں۔ زیادہ بجز دعا کیا لکھوں
سب کی طرف سے ماوجب جلیل حسن بالتخصیص تسلیم گزار ہیں فقط۔ امیر فقیر

نمبر ۱۳۲

۲۶۔ جنوری ۱۸۹۶ء رامپور

سعید و رشید کونین محبی سید زاہد حسین صاحب اسعدکم اللہ فی الدارین
سلام مسنون دعا مشحون۔ عرصہ ہوا ایک کارڈ آپ کا آکر سرور افزا ہوا تھا

اس کے بعد سے کوئی سعادت نامہ تسکین بخش خاطر نہیں ہوا جی چاہتا ہے
کہ آپ کی خیریت جلد جلد معلوم ہوا کرے - اب کے رام پور میں آم کی فصل بالکل
خراب اور کمی کے ساتھ ہے اور مجھے ایک عالی مرتبہ ریاست میں ہدیہ بھیجنے
کی ضرورت شدید ہے - مجبوراً آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ سہارنپور کے عمدہ اور
بڑے آم قابل سہندی بقدر مناسب بلطف بھیجیے - مگر جلد چاہیئے کہ موقع ہاتھ
سے نہ جاتا رہے - آپ کی سعادت و محبت سے امید ہے کہ یہ بے تکلفانہ
تکلیف دہی بار خاطر نہ ہوگی زیادہ دعا - امیر فقیر

۸ - جولائی ۱۸۹۵ع ریاست رامپور نمبر ۱۲۳

محب دلنواز - سلام و دعا - آم پہنچے - اور باعث منت پذیری ہوئے
اس کی حقیقت مجھے معلوم نہ تھی کہ سہارنپور میں عمدہ اقسام کے آم قلمی
نہیں ہوتے اب آپ کے لکھنے سے حال معلوم ہوا اور لوگوں سے سنا
بھی گیا کہ وہاں تخمی آم اچھا ہوتا ہے اور اس کا زمانہ بھادوں ہے بہر کیف
آپ نے جن دقتوں سے کوشش کر کے آم بھجوائے میں اس کا تہ دل سے
شکر گزار ہوں اور مجھے اپنے بیوقت اور بےموقع تکلیف دہی سے کمال
انفعال ہے - دفتر امیر اللغات کی حالت جس قدر آپ کو معلوم ہو چکی ہے
اس میں کوئی جدت نہیں ہوئی جس طرح سرکار سے کمی کے ساتھ امداد
ہو رہی ہے اسی طرح کام بھی آہستگی کے ساتھ تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے چوتھی جلد
جس میں "پ" کے لغات ہیں زیر تالیف ہے اور تیسری جلد تو گویا تیار ہے

دو چار الفاظ اس میں تحقیق طلب رہ گئے ہیں مگر ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ
طبع کب ہوگا اور کیونکر ہوگا۔ آپ سے تو مدد کی سب کچھ امید ہے۔ خداوند تعالیٰ
آپ کو مکروہات سے محفوظ اور بجمیع الوجوہ مطمئن رکھے۔ ارباب دفتر خصوصاً
حافظ جلیل حسن سلام سپاس اشتیاق عرض کرتے ہیں فقط امیر فقیر

[illegible]

رشک ارباب نیاز سلام مسنون دعا مشحون۔ گلدستہ دامن گلچیں
جنوری سے باہتمام خوشنویسی لطیف احمد اختر چھپ کے نکلے گا۔ یہ وہی پرچہ ہے جو
فصاحت و بلاغت کی روزگار انگیز مقبول عام ہو چکا ہے۔ اب سے نئی کوشش
یہی ہے کہ حسن معنوی کے اعتبار سے یہ پرچہ آپ ہی نظیر ہو چونکہ آپ کو
اس کے ساتھ پہلے بھی دلچسپی رہ چکی ہے لہذا اب بھی آپ سے بنظر
خصوصیت خاص ہر گونہ امداد کی امید ہے۔ جنوری کی طرح میں جو ذیل
میں لکھی جاتی ہے اپنی غزل ۱۰ دسمبر تک لطف فرمائیے تاکہ یہ ہر دل عزیز گلدستہ
مشہور تکلیف دیتا آپ جیسے خوش فکر رنگین کلام کے گلہائے مضامین اور
اشعار رنگا رنگ سے تازگی پیدا کرے۔ اس سے زیادہ آپ سے لائق
مہربان کو لکھنے کی حاجت نہیں۔ اشتہار مشاعرہ عنقریب پہنچے گا۔ طرح

گیسوئے پیچاں کی گلیاں ہیں مری چھپائی ہوئی

اطفال و احباب او جب رساں ہیں فقط

امیر احمد امیر مینائی

۱۲۔ مارچ ۱۹۵۹ء رام پور — نمبر ۱۲۵

پیارے زاہد۔ سلام و دعا۔ مدت کے بعد سواد تحریر سعادت خمیر سرمہ کش دیدۂ انتظار ہوا۔ استفتے سے متعلق میں شیخ کے طور پر آپ کو اپنا مشرب لکھتا ہوں کہ میں ہدف سہام ملامت ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور تمام عمر تجربہ ہوا کہ اول تو مناظرہ جو احقاق حق سے عبارت ہے، ہوتا ہی نہیں اور بالفرض ابتدا میں کہیں ہوتا بھی ہے تو انجام کار مکابرے اور مجادلے کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ لہٰذا میں کبھی ان جھگڑوں میں نہیں پڑتا۔ اور کسی استفتے پر فتویٰ نہیں دیتا۔ البتہ میرے سچے دوست جو بات مجھ سے پوچھتے ہیں اپنی رائے ناقص کے موافق ان کو بتا دیتا ہوں۔ اسی مشرب کی بنا پر میں تاریخ مبحوث عنہ سے بحث نہیں کرتا اور آپ کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ بے فائدہ درد سر مول نہ لیجیے۔ جب خصوصیت مباحث متعلقہ تاریخ سے قطع نظر کی گئی تو اب بتانے کی بات یہ رہی کہ مشتری ستارہ مذکر ہے یا مونث واضح ہو کہ یہ ستارہ مونث ہے اور جہاں کہیں متقدموں یا متاخروں نے استعمال بہ تذکیر کیا ہے وہاں ستارہ مقصود نہیں ہے جس کو مشتری سے تشبیہ دی ہے جیسے ناسخ کے اس مطلع میں ہے

بلبل ہوں بوستان جناب امیر کا ۔ روح القدس ہے نام مرے ہم صفیر کا

ان کے شاگرد رشید مرزا محمد رضا برق نے جو مصرعے لگائے ہیں اس میں قمری کو جس کی تانیث میں کسی کو اختلاف نہیں بتذکیر استعمال کیا ہے تو بات یہی ہے کہ وہاں قمری طائر مقصود نہیں ہے وہ تضمین یہ ہے۔

پروانہ ہوں ازل سے سراج منیر کا　　قمری ہوں سرو باغ علی کبیر کا
میں نغمہ سنج ہوں چمن بے نظیر کا　　بلبل ہوں بوستان جناب امیر کا

جہاں تاریخ میں زہرہ کے ساتھ مشتری کا لفظ آئے گا وہاں مشتری سے
دولہا ہی مقصود ہوگا جیسے قمری سے برق کے شعر میں عاشق یا خود متکلم و
مصنف مراد ہے۔ زیادہ آپ سے ذکی اور فہمیدہ سخنور کو لکھنے کی حاجت
نہیں۔ اگر تتبع کلام اساتذہ سے آپ کوئی سند مشتری کوکب کی تذکیر کی پائیے
تو مجھے بھی لکھیے، تمام ہوئی یہ بحث۔ دامن گلچیں کا دوسرا نمبر عنقریب نکلیگا
ہر چند تعمیل میں کوشش کی جاتی ہے مگر طبع کا کام چونکہ اوروں کے ہاتھ میں ہے
دیر ہی ہو جاتی ہے۔ آپ کی غزل بھی اس پرچے کے ساتھ آپ کو پہنچے گی۔
اس مرتبہ انتظار بہت رہا مگر آپ کی غزل نہ آئی۔ چاہیے کہ آئندہ سلسلہ
جاری رہے۔ بہت دنوں آپ کی خیریت نہیں معلوم ہوتی تو نگرانی سخت
متکلف ہوتی ہے۔ براہ سعادت خیریت نامے سے جلد جلد ممنون و مسرور کیا کیجیے
میرے حالات بدستور ہیں اور ناگفتہ بہ۔ ہر حال میں اللہ کا شکر ہے زیادہ
کیا لکھوں فقط۔

امیر

نمبر ۲۶

۴۔ اپریل ۱۸۹۹ء　رامپور

پیارے زاہد۔ دعا مدعا۔ مادۂ تاریخ میں لفظ "ایجاب" محض اور بجائے
"قران" لفظ "وصل" تھا اور اس سے معنی ایجاب و قبول اور "قران و
اجتماع" مراد تھا بہت ہی تکلف ہے اس باب میں مجھے بھی آپ کی رائے

سے اتفاق کلی ہے۔ دامن گلچیں کی غزل دیکھی اور کمیٹی انتخاب میں منتخب
ہو گئی غزل آپ نے بہت اچھی کہی ہے۔ اصلاح کی فی الحقیقت ضرورت
و گنجائش نہ تھی۔ بے شبہ آپ اپنی حذاقت سے غور کر کے مٹا لیا کیجیے۔ اگر کبھی
کوئی شعر مشکوک ہی رہ جائے تو اس کو لکھ بھیجا کیجیے۔ لفظ "ساگا" کی اصل
ساکھا بمعنی جنگ و جدل ہے میر تقی مرحوم کے شعر میں بھی یہی معنی ہیں۔
قدما کے سوا متوسطین و متاخرین کے کلام میں یہ لفظ دیکھا نہیں گیا "بھاکا"
اصل میں "بھاشا" ہے اور ہندی میں "شا" اور "کھا" کا بدلا ہوتا ہے۔
اردو میں فصحا کی زبان پر بیشتر "بھاکا" اور کمتر "بھاشا" مستعمل ہے۔ امیر اللغات
سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ کام تھوڑا تھوڑا ہو رہا ہے
اور ایک بڑی جگہ سے امید بھی ہے۔ باقی خیریت ہے۔ امیر فقیر

نمبر ۱۲۳

۱۶۔ اپریل ۱۸۹۹ء رام پور

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ نامہ سعادت ہاتھی لیکر آیا۔ لوکاٹ کی پارسل
موصول ہوئی۔ زبان و دل دونوں تمہاری محبت کے شکرگزار ہیں۔ اللہ
تعالیٰ اس دلنوازی کی جزا دے۔ انفلوئنزا کا آج کل زور ہے میں اور
میرے کئی عزیز کئی روز سے مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ اس سے
پہلے نامہائے سعادت کا جواب لکھ چکا ہوں پہنچا ہوگا۔ حافظ جلیل حسن
سلام و سپاس عرض کرتے ہیں۔ فقط

امیر فقیر

یکم اکتوبر ۱۸۹۹ء دارالریاست رامپور — نمبر ۱۲۸

پیارے زاہد۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا تمھاری سچی اور خالص الفت
و وداد کا مشکور بنایا۔ خدا تم کو خوش رکھے کہ مجھ مغموم و محزون کو اپنی خیریت
کی خوشخبری سنا کر خوش کر دیتے ہو اور میری مزاج پرسی کرتے رہتے ہو۔ میں
تمھاری عنایتوں کو کس زبان سے ادا کروں۔ پیارے مجھے اس کی بڑی
شکایت ہے کہ بالا بالا لکھنؤ آئے گئے اور راستے میں اس حسرت کش دیدار کو
ملاقات سے مسرور نہ کیا اور دیدہ ہائے دیدار طلب کو اپنے نور جمال سے محروم
رکھا۔ حضرت جلال سلمہ کی ملاقات کی کیفیت آپ نے مجمل اور مختصر
الفاظ میں لکھی، ذرا تفصیل و توضیح کی محتاج تھی۔ یہ ان کے حسن ہنر و کمال
کی بات ہے کہ مجھ بے ہنر و بے کمال کی اسقدر تعریف فرمائی۔ ورنہ میں اس کا
سزاوار و مستحق اپنے آپ کو نہیں پاتا ؎

عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

آپ کا کلام لطافت انضمام ایک آدھ جگہ دخل دینے کے بعد بھیجتا ہوں۔
رسید ضرور لطف ہو۔ آپ کی خوش گوئی و خوش بیانی سے بہت جی خوش
ہے۔ واہ کیا کیا شعر کہے ہیں۔ اللھم زد و بارک۔ میری حالت کیا پوچھتے ہو۔
مختصراً یہ کہ بہرحال قابل شکر ہے ورنہ ؎

حال این غمزدہ اے یار ہمانست کہ بود۔ فقط

امیر فقیر

۱۷۔ فروری سنہ ۱۹۱۹ء رام پور   نمبر ۱۲۹

میرے پیارے زاہد نے مدت کے بعد مجھکو یاد کیا۔ اس کا شکر گزار ہوں
میں ایسی کاہشوں میں رہا اور رہوں کہ میری کوتہ قلمی عفو کے قابل ہے۔ مرض
سے رنجوری و معذوری ایک طرف، نومبر کے مہینے میں آگ نے زنانے
مکان سے منتقل ہوکر مردانے مکان تک دوپہر میں تمام اسباب راحت
و سامان معاشرت جلا کر خاک کر دیا۔ قلمی اور مطبوعہ کتابیں بھی بہت سی
جل گئیں۔ بڑا حصہ میرے کلام غیر مطبوعہ کا بھی نذر آتش ہوا۔ مگر خداوند تعالیٰ
کا ہزار ہزار شکر ہے کہ نفوس محفوظ رہے۔ اگر مشیت الٰہی موافقت کرے تو اور
چیزوں کی تلافی ہو سکتی ہے۔ البتہ دل و دماغ اس قابل نہیں رہے کہ
تلف شدہ منظوم و منثور کلام کا عوض ہو سکے۔ ایک یہ بات تم کو لکھنے کے قابل
ہے کہ حضرت نظام عالی مقام حیدرآباد دکن خلد اللہ ملکہم واقبالہم نے بھی
بنارس میں ملا۔ بمجرد اطلاع مجھے یاد فرمایا۔ اور جو نظم میں نے مناسب مقام
راہ میں مرتب کی تھی اس کو بکمال التفات میری زبان سے سماعت فرما کر
داد سخن دی اور وسعت اخلاق و مروت و فتوت فطری سے میرا اعزاز
بڑھایا۔ مرضی مبارک کے موافق ان کے معزز ارکان اسٹاف نے مجھسے
ہمرکاب سعادت ہونے کے لیے اصرار کیا۔ افسوس کہ میں موسم شدت برد میں
اپنے مرض کی وجہ سے ان کے اسپیشل پر نہ جا سکا۔ ایک مانع قوی یہ بھی تھا
کہ یہاں کے تعلقات کثیر اور حالت نازک بغیر حصول رخصت کیونکر چلا جاتا۔
بہت ہی خطرات کا سامنا تھا۔ ناچار آغاز موسم گرما میں شرف حضوری کا وعدہ

کرکے چلا آیا۔ یہ سفر باعث مزید زیرباری کا تو ہوا مگر جس عنوان سے ملاقات
ہوئی اس سے وہاں پہنچنے پر امید کامیابی کو حسب دلخواہ قوت ہوگئی۔
اُن کے دربار کے لوگ بالاتفاق کہتے تھے کہ ایسی ملاقات ہم نے کسی کے
ساتھ نہیں دیکھی۔ اب ہر وقت یہ فکر ہے کہ سامان سفر بہم ہو جائے تو تہیہ
سفر کروں، اس لیے کہ ادھر کے سفر کا اظہار بھی یہاں خلاف مصلحت ہے
دیکھا چاہیے منظور الٰہی کیا ہے تمکو اپنا دلسوز قدیم سمجھکر یہ کچا چٹھا بطور راز لکھا
یہ بات بھی وہاں کے احباب و عمائد سے معلوم ہوئی کہ سرکار میں برتاؤ بنظر
حیثیت ہوتا ہے۔ میرے ساتھ چند عزیز چند شاگرد لائق ضرور ہوں گے۔ اور
مرض عسر بول و حبس بول کے سبب سے ایک پوری گاڑی سیکنڈ کلاس
رزروڈ ہر سفر میں کرنی پڑتی ہے۔ پھر وہاں پہنچکر انعام و اکرام وغیرہ کے مصارف
علاوہ، کہ اس کے بغیر کسی دربار میں کام نہیں چلتا۔ اور وہ تو بڑی سرکار
بڑا دربار ہے۔ آگ نے اگر گھر برباد نکر دیا ہوتا تو تہیہ سامان سفر میں سامان
البسہ و امتعہ کی ضرورت نہ ہوتی۔ جو نظم میں نے وہاں پڑھی اسکو شائع
نہیں ہونے دیا، یا میرے پاس ہے یا حضرت نظام کی جیب میں کہ انھوں نے
سننے کے بعد ہاتھ بڑھا کر مجھ سے لے لی تھی۔ سب اطفال و عزیزان و احباب
واجب گزارہیں۔ اس خط کی رسید ضرور لکھیے گا تاکہ پہنچنے سے اطمینان
ہو جائے فقط۔

امیر احمد امیر

۴۔ مارچ سنہ ۱۹۰۰ع دارالریاست رامپور

نمبر ۱۳۰

پیارے زاہد۔ تمھاری تحریر سعادت تخمیر سرور افزائے خاطر فاتر ہوئی
واقعۂ آتش زدگی پر جو دلسوزی کے کلمات تم نے لکھے انھوں نے لگی کو
بجھایا، سفر سے متعلق جو دلنوازی کی باتیں لکھیں انھوں نے اور میرا دل
بڑھایا، اللہ تعالیٰ تمھاری فراخ حوصلگی کے موافق فلاح و کشائش کا دروازہ
کھول دے۔ آمین۔ میں اپنی عزیمت کی نسبت کیا لکھوں۔ دکن سے
ارکان دولت کے خطوط برابر آتے ہیں کہ اعلیٰحضرت [illegible] قدر قدرت میرا [illegible]
فرماتے ہیں۔ میرے بھی خواہ احباب اس پر زور دیتے ہیں کہ تازہ
تازہ ملاقات ہوئی ہے اس کا اثر باقی ہے یہی موقع ہے [illegible]
اختیار کیجیے اور بہت اچھے کیجیے [illegible]
کیا کروں موانع قوی ہیں سد راہ ہیں [illegible] اور میں بھی چلوں [illegible]
اور اطفال عقیدت خصال سب تسلیم گزارش ہیں۔ فقط۔ امیر فقیر

جامع مکتوبات خاکسار ثاقب کے نام

۱۰ شوال ۱۳۱۷ھ — نمبر ۱۳۱

آئینۂ جمال محبت جمال آئینۂ مروت اعلی اللہ شانکم۔ بعد سلام شوق
کے عرض کرتا ہوں [illegible] تقصیر امیر فقیر کہ [illegible] دربار جانے سے
معذور تھا اس سے تعمیل حکم میں قصور ہوا عذر خواہ ہوں۔ [illegible] کرام
الناس مقبول آتش بے دود کا ایک نسخہ ہدیۃً پہنچا اس کا شکر کس زبان
سے ادا کروں، میری عاجزی کو پیرایۂ سپاس گزاری سمجھیے۔ جو نسخہ حضور میں

مع عرضداشت گذرانا تھا سرکار نے بہت شوق سے اس کو ملاحظہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہماری طرف سے بہت تعریف لکھو اور دیوانِ فارسی ہرشیہ بھیجو حسب حکم پارسل دیوان کی روانہ کرتا ہوں۔ اس خط کو لکھتے وقت ایک عنایت نامہ مع حاشیہ اصطرلاب پہنچا۔ اس نے اور زیادہ منت پذیر کیا۔ امیدوار ہوں کہ مجھکو مخلص ممنون تصور فرما کر ہمیشہ کارہائے لائقہ سے سرفراز فرمایا کیجیے اور چونکہ دائم المرض وضعیف البنیان ہوں تو دیر کو جواب لکھنا اگر کبھی واقع ہو تو عفو فرمائیے فقط معروضہ امیر احمد عفی عنہ

نمبر ۱۳۲

۱۸۔ نومبر ۱۸۹۵ء

گرامی گوہرانامہ دلنواز آیا۔ فرمایش تقریظ رسالہ سبعہ سیارہ نے دلنوازی کی داد دی۔ مگر افسوس ہے کہ مجھ سے اس زمانے میں حکم کی تعمیل نہیں ہو سکتی اس لیئے کہ خود بھی بیمار ہوں اور کئی مریضوں کا پرستار ہوں سب پر طرہ یہ کہ سرکار دولتمدار کے احکام کی تعمیل سے مطلق فرصت نہیں مگر بایں ہمہ صحیح بھی ہوتا تو ضرور کچھ لکھتا اگرچہ میری تقریظ اس قابل نہیں ممکن تھی کہ اس رسالے کے آخر میں پیوند ہوتی۔ زربفت کے لباس میں ٹاٹ کا ٹکڑا کیونکر کھپ سکتا۔ مگر خیر آپ کی خوشی تو ہو جاتی۔ افسوس کہ اس دولت سے بھی محروم رہا اگر زندگی باقی ہے تو کبھی تلافی ہوگی۔ امید ہے کہ عذر پذیری کو کام فرما کر عفو جرم سے سرفراز کیجیے۔ فقط خدا کرے آپ امتحان میں پورے اتریں اور حسب خاطر خواہ کامیاب ہو کر روز افزوں ترقیاں پائیں فقط امیر احمد عفی عنہ

۴ جنوری ۱۸۹۱ء نمبر ۱۳۳

کرم گسترا معنی پرورا۔ تسلیم۔ اب کے سال مجکو محرم کا تمام مہینہ محرم کی دسویں کی طرح غم میں گذرا پوچھیے کیوں تو عرض کروں کہ عشرۂ ثانیہ میں جو عنایت نامہ آیا اس سے معلوم ہوا کہ میرا وہ نیاز نامہ جو میں نے بمجرد صدور صحیفۂ اولین جواب میں لکھا اور بدیہتہً سبحہ سیارہ کی تاریخ کہی اور اس میں لکھی آپ کو نہ پہنچا کاش اسی زمانے میں وہ خط پہونچ جاتا تو تقریظ نہ لکھنے کی شرمندگی مٹتی۔ افسوس ہزار افسوس کہ میری طرف سے تو یہ تعمیل حکم میں جلدی اور آپ کو یہ گمان ہوگا کہ یہ تاریخ کہنے کو بھی اڑ گیا۔ طرفہ یہ کہ ۱۵ محرم کو جو عنایت نامہ آپ نے لکھا اس میں یہ بھی لکھا کہ میں یہاں سے وہاں اور وہاں سے کہیں اور جاؤں گا تو جنوری میں مجھے خط لکھنا۔ بس محرم کے مہینا بھر مجکو رونا رہا کہ الٰہی جلدی یہ غم کے دن گذریں اور آپ سہارنپور پہنچیں اور میں عذر واقعی لکھوں اور پھر تاریخ بھیجوں اور وہ پہنچے تو کچھ آنسو تھمیں۔ الٰہی میری نارسائی بخت آپ کی قوت اقبال پر ترقی نہ کرسکے۔ اور یہ خط تلف نہونے پائے۔ خیر یہ مطلب تو تمام ہوا۔ سردی کی شدت جو آپ نے لکھی ہو سب واقعی ہو۔ ادھر بھی اب کے سال بہت شدت ہو اور میں چونکہ ضعیف البنیان ہوں اس موسم میں اکثر مریض رہتا ہوں۔ سردی ہو خواہ گرمی تری ہو یا خشکی جو کیفیت غالب ہوتی ہو طبیعت اس سے مغلوب ہوجاتی ہو۔ میر ضامن علی صاحب جلال آگئے اور پچاس روپیہ مہینا ہر سے پر نوکر

ہوئے مع الخیر ہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں فرصت نہیں ملتی اور لکھتے وقت دل کی دل ہی میں رہجاتی ہے۔ قطعہ تاریخ جو سرا سری عرض کیا تھا وہ پھر بھیجتا ہوں پسند کے قابل تو نہیں ہے مگر پاس خاطر جبراً قبول فرمائیے۔ چھاپنے نہ چھاپنے میں اختیار ہے مگر یہ خفگی تو جائے کہ نہ تقریظ لکھی نہ تاریخ فقط

امیر فقیر عفی عنہ

نمبر ۱۳۴

بندہ پرور۔ اسکے بیرنگ خط بھیجنے کا قصور معاف ہو ٹکٹ لگا کر بھیجا تھا وہ نہ پہنچا اب کے عاجز ہو کر بیرنگ بھیجا ہے کیا ہے خدانخواستہ یہ بھی نہ پہنچا تو رجسٹری کی نوبت آئے گی فقط۔

امیر فقیر

نمبر ۱۳۵

۳۔ فروری سنہ ۱۸۹۱ء

مخدومی حضرت ثاقب صاحب سلمہ اللہ الواہب۔ سلام مسنون اخلاص مشحون قبول ہو۔ اور دیرینہ جواب معذوری واقعی پر محمول ہو۔ پہلا محبت نامہ آیا تو مراۃ الغیب بھیج پہنچانے کی فکر ہوئی اس کو چھپے ہوئے کئی برس ہوئے ہیں نسخے جو میرے پاس تھے وہ نذر دوستان نزدیک و دور ہو چکے اس شہر میں تاجران کتب کے پاس بھی نہ ملا۔ ناچار مطبع منشی نولکشور کو لکھا اب تک جواب نہیں آیا۔ میرے پاس تعلیقہ مسدسات جن کے نام ذکر شاہ انبیا صبح ازل شام ابد لیلۃ القدر ہیں موجود ہیں

مرآۃ الغیب، گوہر انتخاب، محامد خاتم النبیین، مضامین دل آشوب نہیں رہیں۔ موجودات میں جس کی طرف التفات ہو بھیجدوں، اور کوئی امر تحریر اولین میں جواب طلب نہیں تحریر ثانی سے امتحان انگریزی درجہ اول میں کامیاب ہوتا معلوم ہوا۔ اور ایسا جی خوش ہوا کہ اپنی کامیابی کا مزہ ملا۔ حق تعالیٰ وہ دن لائے کہ مژدۂ صدر آرائی سننے میں آئے۔ الٰہی مدام مکارہ سے محفوظ اور لذائذ سے محظوظ رہیئے۔ زیادہ کیا لکھوں کہ نہ بیماری سے نجات ہوتی ہے نہ پرستاری سے۔ مکروہات دنیاوی اور اندیشہ ہائے اخروی علاوہ ہیں۔ اللّٰھم اغفر ذنوبی واستر عیوبی۔

راقم آثم امیر احمد عفا عنہ

۱۰ فروری ۱۸۹۸ء از دار الریاست رامپور افغانان روہیلکھنڈ — نمبر ۱۳۶

بندہ نواز۔ نوازشنامہ آیا مسرت پذیر فرمایا۔ صبح ازل، شام ابد، لیلۃ القدر بھیجتا ہوں۔ ذکر شاہ انبیا جو جامع مضمون ولادت و رضاعت معراج و فضائل و وفات ہے اب نہیں باقی ہے۔ دو مثنویاں مختصر ایک نور تجلی دوسری ابر کرم بھی موجود ہیں مگر چھوٹی چھوٹی ہیں۔ شاعری ایسی نہیں ہے کہ آپ کو پسند آئے اسلیے نہیں بھیجیں۔ ان مسدسات میں کسی قدر حسن شاعری بھی ہے۔ نور نظر لخت جگر محمد احمد تسلیم عرض کرتا ہے فقط۔

امیر احمد عفا عنہ

۱۴۔ جولائی ۱۸۸۵ء نمبر ۱۳۷

مخدوما و مکرما دام الطافکم۔ بعد سلام سنت الاسلام کے واضح خاطر عاطر ہو کہ تلاش کرتے کرتے عرضی مطلوبہ دار الانشا میں ملی اسکی نقل ایک دوست سے لکھوائی مقابلہ کرکے تصحیح کی نوبت نہیں آئی۔ چونکہ آپ ہی کا کلام ہے تو آپ عند الملاحظہ صحیح کر لیں گے۔ زیادہ سوائے اظہار اخلاص معنوی کے کیا لکھوں۔ امید ہے کہ بنظر خلق و کرم اعم کے کبھی یاد فرمایا کیجیے فقط

امیر احمد عفا عنہ

۲۹۔ نومبر ۱۸۸۱ء نمبر ۱۳۸

احسن الاحبا مولوی احسن اللہ خاں ثاقب سلمہم الواہب۔ بعد سلام مسنون اخلاص مشحون کے واضح ہو کہ رافت نامہ مدت کے بعد آیا اور نور و سرور دیدہ و دل بڑھایا۔ میں آپ کی کس کس عنایت کا شکر کروں کہ مجھ سے ناچیز کو بایں خوبی و اخلاق یاد فرماتے ہیں اور کوتہ قلمی کا گلہ کرتے ہیں اس شکایت کا شکر بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ خداوند تعالیٰ مکارہ سے محفوظ رکھے آمین۔ اب میں بصد انفعال عذر کرتا ہوں کہ اس زمانے میں خود بھی بیمار رہا اور عزیزوں کا بھی بیماردار رہا۔ ایک عزیز کا انتقال ہو گیا ان کا ماتمدار رہا۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مکروہات رہے جنکا بیان نہیں ہو سکتا۔ امید کہ آپ قصور معاف فرمادیں۔ تذکرہ انتخاب یادگار حسب فرمایش سرکار مرتب ہوا اور چھپ کر سرکار میں داخل ہوا ہے

اپنی تالیفات کو اس قابل نہیں جانتا کہ ہدیۂ احباب کروں علی الخصوص
یہ تذکرہ جس میں مجکو حالات تاریخی اور انتخاب اشعار میں ایسی مداخلت ہو
جیسے قلم کو دست کاتب میں، مگر اب جو آپ نے یاد فرمایا تو ضرور ہوا کہ ایک
نسخہ بھیجوں۔ تاج سے کہا ہے متعاقب پہنچے گا اور دونوں تذکرے بھوپالی
میرے پاس ہیں۔ آپ ان کے بھیجنے کی تکلیف نہ فرمایئے۔ آپ نے
انگلستان جانے کی بُری سُنائی۔ یہ بارِ عظیم مہاجرت کا مجھ ناتواں سے
کیونکر اُٹھے گا۔ خیر خداوند عالم ایسا کرے کہ آپ کو یہ سفر وسیلۂ ظفر ہو اور
فائز المرام وہاں سے آکر ہندوستان میں وہ مرتبہ پائیں کہ آپ کے
خیر طلب اس پر فخر کریں۔ زیادہ کیا لکھوں۔ نورِ چشم محمد احمد تسلیم
رساں ہیں۔

امیر فقیر عفا عنہ

یکم ربیع الاول ۱۳۱۹ھ دارالریاست رامپور افغانان — نمبر ۱۲۹

بندہ نواز تسلیم۔ ۱۹ دسمبر کا پوسٹ کارڈ اس وقت نظر پڑا چونکہ اس
میں آپ نے لکھا ہے کہ سواد نمبر پہنچے ہیں تذکرہ انتخاب یادگار کی نسبت
کچھ لکھوں گا اور اس کے مضامین سے اطلاع دوں گا۔ لہذا اس کے
انتظار میں اب تک جواب نہیں لکھا اب بمجبوری اس پوسٹ کارڈ کی
رسید اور شکریہ تذکرہ کا لکھتا ہوں۔ بندہ پرور اس تذکرے میں اگر کچھ
محاسن ہوں تو ان کو آپ سے مہربانی جانیں اور جو اس میں مجبوری
قبیح ہیں قرار واقعی ان کو میرا دل جانتا ہے، مگر کیا کروں مامور تھا معذور

تھا۔ دیباچے میں اس کا اشارہ بھی کیا ہو۔ آپ غور سے پڑھیے گا۔ تو سمجھ جائیے گا کہ مؤلف مجبور تھا۔ خداوند تعالیٰ آپ کو مراتب امتحان سخت و دشوار سے فارغ کرے اور اس محنت شاقہ کا ثمر دے۔ ہندوستان میں کسی جلیل عہدے پر آپ کی ماموری اور حکومت کی خبر سامعہ نوازی فرمائے تو دل کو چین آئے۔

امیر فقیر عفا عنہ

نمبر ۱۴۰ (۱)

۷۔ محرم سنہ ۱۳ھ

مخدوم گرامی مناقب مکرمی حضرت ثاقب۔ سلام و نیاز کے بعد التماس ہو کہ مدت کے بعد اس وقت بجھی ہوئی آگ بھڑکی یعنی آپ نے یاد فرماکر پھر ولولہ شوق و ذوق بڑھایا۔ میرے تغافل کی شکایت گو بجا ہو مگر میں اس شکایت کا شکر گزار ہوں ؎

ہرچہ از دوست میرسد نیکوست

مثنوی نشتر تیز کی تاریخ کہنے کی فرصت اور لیاقت مجھکو کہاں مگر تعجیلاً للحکم سردست جو خاطر فاتر میں آیا ہو وہ قطعہ دو بیتی ذیل میں لکھتا ہوں ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

مرآۃ الغیب کے سو نسخے بقیمت مجکو بھی لینے پڑے تھے۔ اطلاعاً عرض پرداز ہوں تحریر مطبع و الیس پہونچتے ہی امید ہو کہ آپ ہمیشہ یاد فرماتے رہیے تاکہ یہ معلوم ہوتا رہے کہ آپ کہاں تشریف رکھتے ہیں اور کس شغل میں رہیں میں اپنے استقام جسمانی اور آلام روحانی کا حال لکھوں تو نامہ ایک

دتر ہو جائے اور دوست کا دل دردمند ہو کیا حاصل۔ اپنے والد ماجد
کی جناب میں بشرط گنجایش والتفات نیازمند کی طرف سے تسلیم کہدیجیے

قطعہ تاریخ

گفت چون مثنوی نشتر تیز
ثاقب تیز فہم و تیز نظر

گشت محسود خلق و گفت امیر
دل عاسد مقام این نشتر

امیر فقیر

۲۔ مارچ ۱۸۸۳ء
نمبر ۱۴۱

فقیر نواز کہوں یا امیر نواز کہوں امیر نواز کہنے میں آپ کی ترقی مراتب
تو ہی مگر اپنی نسبت امارت کی اضافت خود نمائی ہی اور وہ بھی جھوٹی خود نمائی
اس لیے کہ برائے نام امیر ہوں اور درحقیقت فقیر ہوں وہ بمعنی لغوی
یعنی محتاج محض نہ باعتبار اصطلاح تصوف کہ وہ فقیری ہر امیری پر ترجیح
رکھتی ہی سه گدایا دشاہ ست و نامش گداست
بہرکیف فقیر نواز و امیر نواز اس جگہ دونوں یکساں ہیں۔ لکھنا کیا تھا قلم
بہک کر کدھر نکلگیا معاف کیجیے اور مطالب کا جواب لیجیے کہ عنایت نامہ
آیا منت پذیر فرمایا۔ اپنی کیفیت ابتدائے سن شعور سے اب تک کی
جو کچھ آپ نے لکھی وہ سب میں نے مکرر پڑھی اور آپ کی بے تکلف
عبارت کے مزے لوٹے حقیقت یہ ہی کہ لڑکپن سے جوانی تک اس انسان
ضعیف البنیان کو عجیب عجیب کیفیات میں بسر کرنا ہوتا ہی کہ طبیعت تو آزادی

محقق نصیر الدین طوسی، جامع عروض عربی و عروض پارسی ہی اور اگر عروض
عربی زبان عرب میں مقصود ہو تو شرح قصیدہ خزرجیہ دیکھیے اور مولوی محمد
سعد اللہ صاحب مرحوم نے عروض یا قافیہ ایک متن مع شرح لکھا ہی وہ
چھپ گیا ہو وہاں نہ ملے تو میں تلاش کر کے بھیجدوں۔ زیادہ کیا لکھوں
اردو فارسی کبھی کبھی کوئی غزل مجکو بھی بھیجدیا کیجیے کہ دیکھکر خوش ہوجایا کروں
اور خط لکھنے میں بہت دیر نہ فرمایا کیجیے کہ جی افسردہ ہوجاتا ہی اپنے یاران
انجمن کو میرا سلام اور شوق غائبانہ کہیئے محمد احمد تسلیم گذارہیں کمال تعجیل
میں یہ چند سطریں لکھدیں بے ربطی اور بدخطی کا عذر قبول ہو۔

راقم آثم امیر فقیر عفا عنہ

۱ جنوری ۱۸۹۸ء — نمبر ۱۴۳

گرامی گوہرا۔ سلام مسنون خلت مشحون۔ عنایت نامہ آیا غزل ساتھ
لایا۔ اس نے سرفراز کیا۔ اس نے دلنوازی کی دونوں کا شکر گزار ہوں
اور براہ دلسوزی جو کچھ آپ نے خط میں لکھا اسکا شکر ادا نہیں ہوسکتا میں
خود سمجھتا ہوں کہ میرے حق میں پاس وضع مضر ہو مگر کیا کیا جائے کہ پاس
آبروسے قطع نظر نہیں ہوسکتی۔ اسباب ایسے فراہم ہوگئے ہیں کہ نہ جائے
ماندن نہ پائے رفتن کا مصداق ہو رہا ہوں حرکات اضطراری ہوا کرتے
تھے۔ یہاں سکون و حرکت سب اضطراری ہیں موفق حقیقی توفیق نیک
عطا فرمائے۔ آپ بھی دعا فرمائیے۔ منشی طفیل احمد صاحب میرے ایسے لسوز

سچے دوست ہیں کہاں ان کی صفات پر فخر کرتا ہوں۔ اللہ ان کو دونوں
جہان میں اس کی جزا دے۔ غزل فارسی آپ کی دیکھی ماشاء اللہ
بے مشقی میں کیا کیا شعر فرمائے ہیں۔ اللّٰہم زد۔ گلدستہ دامن گلچیں کی
نسبت التفات آپ کا اس قدر کافی نہیں ہے کہ آپ خریداری فرمائیں بلکہ
آپ سے فرد تر احباب نے بھی تیس تیس درخواستیں بھجوائی ہیں آپ کو بھی
برعایت اپنی شان اور بپاس مشرب وضع و محبت کے سعی بلیغ فرما کر جلد
درخواستیں بکثرت بھیجنا چاہئیں۔ غزل فارسی آپ کی جب آپ منتخب فرما کر
بھیجا کریں گے رونق افزائے گلدستہ ہوا کرے گی۔ غزل فارسی اپنی
آپ کو کیا بھیجوں شرم آتی ہے میں تو نہ اردو کا شاعر نہ فارسی کا۔ سراپا آلام
و استقام ہوں۔ بناچاری کچھ موزوں کرتا ہوں تو کبھی بھیجوں گا۔ اب تو اللہ
اس گلدستے کی بیل منڈھے چڑھائے اور مشتہرین اشتہار نے جس غرض
سے میرا نام درج اشتہار کیا ہے اس کی لاج رہ جائے۔ نور چشم محمد احمد نے
بمجبوری اس مشقت کو گوارا کیا ہے آپ جب اس کا پاس کیجیے گا۔ زیادہ
کیا لکھوں۔ جواب ضرور لکھئے گا۔

امیر فقیر

نمبر ۱۴۲

لکھنؤ کنگرہ ابو تراب خاں۔ ۱۴ مئی ۱۸۹۵ء روز پنجشنبہ

مکرم و لطف فرما۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ نامہ نامی آیا ممنون یاد
آوری فرمایا۔ غزل بھی دیکھی اور ہر شعر پر وجد کیا۔ سبحان اللہ کیا کیا شعر کہے
ہیں میں بسرو چشم ان پھولوں سے دامن گلچیں کو آراستہ کرتا مگر دامن گلچیں

سے میرا خاص تعلق نگرانی کا ہو اور اس میں غیر بااتفاق رائے کمیٹی کا رد ہوتے
ہیں اور کمیٹی کی رائے غیر طرح کلام درج کرنے کی اب تک نہیں ہوئی اور طرح
کا کلام اس قدر آتا ہو کہ ورق بڑھتا جاتے ہیں اس لیے میں نے آپ کی
غزل کو باحتیاط رکھ لیا ہو اگر آئندہ کلام غیر طرح چھپنے لگے گا تو ضرور چھپے گی
بشرطیکہ اس سے پہلے شائع نہ ہو چکی ہو۔ مجھکو آپ اپنا مخلص دیرینہ تصور
فرمائیں۔ آخر میں پھر عذرخواہ ہوں کہ بمجبوری ابھی آپ کی غزل درج گلدستہ
نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر اردو زبان میں کچھ موزوں کرنے کا اتفاق ہوتا ہو
تو طرح دامن گلچیں میں طبع آزمائی ضرور فرمائی جائے کہ اس کی رونق
بڑھے اور ترتیب حروف تہجی میں آپ کے تخلص سے تاء مثلثہ کا گھر
آباد ہو کہ وہ ویران پڑا ہو فقط۔ امیر احمد عفا عنہ

بنام گنج قریب شوالہ جیوانا سنگھ مکان ڈپٹی وحید الزمان خاں صاحب مرحوم

[illegible] رجب ۱۳۱۵ھ [illegible]

یاد آوری مکرم گستر سلام نیاز۔ کارڈ آیا مضمون یاد آوری فرمایا فرصت
نہ دارد کو رات اطاقت وقت استقامت و آلام جمعیت تو ایک مفروضہ محض ہو
نہ کبھی تھی نہ اب ہو نہ آئندہ محتمل۔ البتہ اسباب اس کے فقدان کے مختلف
ہوتے ہیں ریاست میں اطاعت سے نا وقتی تھی اب دور مکارہ سے
معدوم ہو الغرض نفس لئیم شکایت سے کبھی خالی نہیں۔ بندہ نواز میں
ضعیف البنیان ہوں اور اکثر بیمار اور بیماروں کا پرستار رہتا ہوں حق تعالیٰ

نے ایک قافلہ صفا رد کیا اور کور و انات کا خود سنگزار کیا ہے اور زمانہ بھی جب
سے ناموافق ہے گوناگوں نقصان اٹھائے اور اٹھاتا ہوں۔ الغرض
اسباب پریشانی کا ہجوم احباب کی خدمت میں نامہ نگاری سے بھی محروم
رکھتا ہے میری کوتاہی معاف ہو۔ لکھنؤ میں جب آپ تشریف لائیں گے
تو بشرط حیات ملاقات سے مستفید و مسرور ہوں گا۔ منشی احمد بضرورت
دہلی گئے ہیں۔ زیادہ کیا لکھوں۔ امیر فقیر لکھنؤ

نمبر ۱۴۵

۱۲، رمضان سنہ ۱۳۱۳ھ

سلام نیاز۔ کارڈ آیا سرفراز فرمایا محمد احمد سلمہ اللہ الصمد اس بہی
کے شکر گزار ہیں اور دو ڈھائی برس سے طبیعت ان کی صحیح نہیں ہے
اب بھی بیمار ہیں۔ یونانی اور ڈاکٹری علاج ہو رہا ہے۔ میں ضعف پیری
اور دائم المرض ہونے سے عاطل محض ہو گیا ہوں۔ تمام روحانی صدمے
طرہ ہیں۔ انقلاب ریاست سے تردد ات ایسے پیش آئے ہیں کہ ان کو
لکھ نہیں سکتا۔ فراق دائمی نواب خلد آشیان کا صدمہ اور زیادہ روح
فرسا ہے کہ وہ میرے بچے تاز بردار اور عموماً اہل شہر کے قدردان تھے۔
الغرض عجب نازک حالت میں زندگی کے دن کاٹتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ
رحم فرمائے۔ آپ کے جشن کتخدائی کی عمدہ تاریخ کہنے کو بہت جی چاہتا
ہے مگر افسردہ دل سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ دعا فرمائیے کہ اسباب جمعیت
خاطر کے رونما ہوں۔ آپ کی دلیری کا نہایت ممنون ہوں فقط امیر فقیر

نمبر ۱۴۶

۱۱۔ مئی ۱۸۸۷ء رامپور مراد آباد

سلام مسنون اخلاص و سپاس مشحون۔ اس وقت ۸۔ مئی کا کارڈ آیا
چونکہ اس سے پہلے کوئی تحریر عنایت خمیر مجھکو نہیں پہنچی لہذا میں اس
فقرے کے معنی کہ "تاریخ تقریب سے معزز کیا جاؤں" بالکل نہ سمجھا امیدوار
ہوں کہ مفصل تحریر فرمایئے تاکہ قصد تعمیل حکم کیا جائے۔ اس زمانے میں
گوناگوں پریشانیوں میں مبتلا ہوں خصوصًا قلق فراق دائمی حضرت خلد
آشیاں نے سخت افسردہ دل کر دیا ہے مدت کی صحبت دکھائی بھی، افسوس
صد افسوس۔ اب رئیس حال کے حق میں دعا ہے کہ خداوند اقدس عمر دراز
کرے اور صحت کاملہ عطا فرمائے۔ جناب اعظم الدین خاں بہادر جنرل ریاست
اب مدار المہام باختیارات کامل ہیں وہ اک مرد متین و مہذب انگریزی
تعلیم یافتہ بڑے جفاکش ہیں بطور خود ربط و ضبط و نظم و نسق میں کوشش
کر رہے ہیں۔ میری حالت اب تک تو باعتبار تعلقات کے بدستور ہے آگے
کا حال معلوم نہیں فقط

امیر فقیر

نمبر ۱۴۷

۱۳۔ مارچ ۱۸۹۰ء

میرے دلنواز۔ مجھے آپ سے مطلق شکایت نہیں بلکہ بدستور آپکی
محبت قدردانہ پر بطور مسرت ہے۔ جناب ہی تو اپنے تساہل کی بدولت ہوا اور
شکایت ہے تو اپنی کم نصیبی سے ہے کہ احباب کی خدمتگزاری سے بھی محروم

رہتا ہوں۔ مکروہات کا ہجوم رہتا ہے۔ میرے سفر میں پھر چند روز کا توقف
معلوم ہوتا ہے اس وقت جو ڈاک آئی اس نے متوقف کر دیا ہے دوسری
تحریر کا انتظار کرنا پڑا جواب بھیجنے سے کم میں متصور نہیں۔ آپ اشعار
مشکوک ضرور لکھدیں تاکہ اشعار متصرفہ کی تکمیل تو ہو جائے۔ تتمہ بیاض
پھر کبھی دیکھونگا۔ فقط

آپکا منت پذیر امیر فقیر

مکرر یہ کہ اسوقت کی ڈاک سے رکنا پڑا ورنہ تہیہ سامان سب ہو چکا
تھا صبح کو کل قصد جانا تھا۔ عرفت ربی بفسخ العزائم۔

نمبر ۱۴۸

۱۴۔ مارچ ۱۸۹۹ء

مکرما زاد اللہ تکریم۔ اشعار مشکوک محتاج نظر ثانی کو علیحدہ تحریر فرما کر جب
تک لکھ بھیجئے تاکہ میں نظر ثانی کر کے بھیجدوں اس کے بعد آپ سے طلب
پیشتر اس مقدمے کے طے ہونے سے ملنے کا مزہ نہیں ہو فقط

غرق عرق تشویر امیر فقیر

نمبر ۱۴۹

۷۔ اگست ۱۸۹۹ء

روحی فداک۔ ایک پیچے کی مجھے ضرورت ہے ایک عرق کا نسخہ اسکے
بغیر کھنچ نہیں سکتا۔ اس نسخے میں آب گندنا آب کسیرو آب بیٹھا ہے۔ کاجر کی
اس موسم میں ممکن نہیں مگر کسیرو کی تلاش کامل ہو تو شاید ملجائے تو کامل
تلاش مجھ سے کیونکر ہو مجھے تو بیٹھا بھی نہیں ملتا جو ہوش ممکن ہو ملا سوال ہے

خیال آیا کہ آپ کو تکلیف دوں۔ سرکاری باغوں کا تعلق آپ سے ہو تو آپ
باغبانوں سے تاکید فرما دیں اور جلد بھجوا دیں۔ اور اگر آپ سے تعلق نہ ہو تو
جن سے تعلق ہو ان سے کہہ دیجیے یا ان کا نام مجھے لکھیے کہ میں انکو
لکھوں۔ بہر کیف کسیرو اور پیٹھا دونوں اگر نہیں تو سبحان اللہ اور کسیرو
نہ ملیں تو پیٹھا جلد منگوا دیجیے۔ سوا سیر پانی کسیرو کے عرق میں پڑے گا اور
سوا سیر پیٹھے کا۔

[illegible]

۱۴۔ اپریل ۱۹۱۵ء نمبر ۱۵۰

محبی و مکرمی۔ سلام مسنون دعا و اخلاص مشحون۔ میں نے سنا کہ کسی قدر
آپ کی ترقی ہوئی اگر صحیح ہو تو اس کی مبارکباد لیجیے اور مجھے پیٹھا کسیرو منگا
کرنے کا طریقہ اچھا ہو کہ جس جس قسم کے چاول وہاں اچھے ہوتے ہیں
وہ تھوڑے تھوڑے سے بھجوا دیجیے۔ قند و شکر یہاں بہت ملتی ہے وہ ملا
لیجائے گی اور سال بھر تک چاول کھائے جائیں گے۔ شیر برنج کا بھی احتمال
زیادہ ہے اس کے لئے خالص دودھ کی حاجت ہے اور بھینس میرے
یہاں ایک ہفتے سے نہیں رہی بازار کے دودھ سے نفرت ہے۔ ایک
عمدہ بھینس جو غریب و خالص قوم کی اچھی کم سے کم چھ سات سیر دودھ
دیتی ہو اور کمال صلاحیت و غربت سے گھر میں پل سکتی ہو وہ بھی اُدھر
تلاش کر دی جائے تو مزید احسان ہے قیمت چالیس پچاس تک دینا منظور
ہے بشرطیکہ مال زیادہ کا ہو آپ وہاں سمجھوں کو دکھا لیجیے گا کہ جملہ محاسن

اس میں ہوں۔ طاقی وغیرہ عیوب سے بھی پاک ہو۔ غریب ضرور ہو ورنہ ماما ئیں خدمتگزار کو وکر الگ ہورہیں گی۔ آپ کی خودداری سے بخاروں کے یہاں جو شوق سے پالتے میں ملجائے گی۔ یا بازاروں میں کم پہنچے گی یہاں نہیں ملتی۔ بلاسپور، سوارمیں تحصیلدار و پیشکار کو لکھا تھا اور روپیہ بھی بھیجا تھا دستیاب نہوئی اب دیکھنا چاہیے آپ کی کوشش کیا نتیجہ دیتی ہے۔ چار پانچ گھڑے سرکے کے بھی اچار کے واسطے درکار ہیں میں نے رس رکھوا دیا تھا کہ وقت پر سرکہ لے مگر ضائع ہوگیا۔ وہاں آسانی شاید ملجائے ورنہ شاہ آباد سے منگوانا پڑے گا۔ محمد احمد مع اخوان اور لیاقت حسین مع احباب بادجب رساں ہیں۔ روپیہ چاولوں کی قیمت کا اور بھینس کی قیمت کا یہاں فوراً ملے گا میں بھیجدیتا مگر دو جگہ بھیجا سوار کو اور بلاسپور کو اور دونوں جگہ سے پلٹ آیا تو خیال آیا کہ شاید روپیہ بھیجنا ہی منحوس ہو۔ لہٰذا صرف فرمائش پر اکتفا کی گئی۔

مجموعہ چاول ایک من پختہ سے کم نہوں اور ہر قسم کا نام اور نرخ معلوم ہوجائے تاکہ جو قسم پسند آئے وہ عند الضرورت پھر منگوا لیے جائیں۔ امیر [illegible]

[illegible] شعبان [illegible] مطابق ۱۷ اپریل [illegible] نمبر ۱۵۱

دعی فداک۔ سلام مسنون دعا و اخلاص مشحون۔ نامہ دلنواز آیا ممنون فرمایا۔ چاولوں کے نمونوں میں سے دلبا دل غیر مطلوب ہے یہاں بھی دستیاب بکثرت ملتے ہیں۔ چلکیا...... ایک من پختہ اور جھوری دس سیر کافی ہے بھیجئے

یہ دونون چاول اچھے ہیں البتہ پہلے سے گران پڑتے ہین - کئی باران اقسام
کے چاول آگے منگوائے اُس زمانے مین اس قیمت سے سستے تھے
ہرکیف اب جو قیمت ہے اس کے حساب سے ۱۲ روپے چاہئین میں بعدہٗ بھیجتا ہوں
مزدوری بار برداری کی جو قرار پائے اس سے آگاہ فرمائیے گا جنس جب
کہیں قرار پائے تو شرائط پر تمام نظر فرما لیجیے گا - ایسا نہو کہ بعض شرائط
کے فوت ہو جانے سے اس کی پرورش دشوار ہو جائے مجھے امید ہے کہ آپکی
توجہ ملتج بہ نتیجہ دلخواہ ہوگی - آخر میں ایک بات بنظر بے تکلفی کے لکھتا ہوں
کہ "بانگی" بمعنی نمونہ کو آپ نے دو جگہ اپنے خط میں "باندگی" باضافہ دال
مہملہ بعد نون لکھا ہے حالانکہ دال اس میں نہیں ہے - امید ہے کہ یہ اطلاع
طبع نازک پر گران نہ ہو - نورچشم محمد احمد کو کئی دن سے تپ ہے یا انجمن مین
کم فرصتی سے سل ہے بے وقت ہوئے طبیعت بگڑ گئی ہے سلام نیاز کہتے ہیں -
سب اطفال ماوجب گزار ہیں - امیر احمد عفی عنہ
سرکہ اگر عمدہ اور مقدار میں معتدبہ پہنچیگا تو مزید منت کا باعث ہوگا -

۱۹- اپریل ۱۸۹۹ء نمبر ۱۵۲

روحی فداک - چاول آئے ممنون کیا جن چاولوں کا نمونہ تھا وہی
ہیں پکوا کر دیکھنے کے بعد زیادہ کیفیت ان کی معلوم ہوگی ہیں اس عنایت
کا شکرگزار ہوں - لیاقت حسین کہیں تحقیقات کو گئے ہیں شوہر بند ہوالیا ہے
شاید آکر کچھ لکھیں - محمد احمد کو بفضلہ تعالیٰ تپ پرسوں سے نہیں ہے کل

مسہل تھا آج تبرید ہے۔ سلام نیاز اور شکر مزاج پرسی ادا کرتے ہیں فقط امیر فقیر

۲۱۔اپریل ۱۹۵۸ء نمبر ۱۸۳

مکرما روحی فداک سلام مسنون دعائے ترقیات روز افزوں۔ دو گھڑے سرکے کے پہنچے۔ اور بھی آئیں گے تو ایک ہی بار میں کھنچوا کر مقطر تیار کیا جائے گا۔ یہ دو سطریں محض بطور رسید و شکر کے لکھی ہیں کہ ولائتی شکر تھوڑی سی منگوا لیں مجھے یاد ہے۔ خدا کرے عمدہ بھینس بھی مل جائے محمد احمد مع اخوان سلام نیاز کہتے ہیں اور لیاقت حسین بھی۔ امیر فقیر

۲۹۔اپریل ۱۹۵۸ء نمبر ۱۸۴

روحی فداک سلام مسنون دعا مشحون بھینس اگر ذرا بھی خریدی گئی گھر میں نہ پل سکی یا دودھ دہوانے میں راگ لائی تو مجھے واپس کرنا بمجبوری ضرور پڑے گا اور اگر دودھ کے مقدار میں جتنی مشروط ہے پاؤ بھر آدھ سیر کی کمی ہوئی تو ہرگز واپس نہ ہوگی۔ اور یہ امر کہ وہ منت کرتی ہے یا نہیں اور وہ دودھ آسانی سے دہاتی ہے یا اچکتی کودتی ہے اور آدمیوں سے گھبراتی ہے اور سفید پوشوں سے بھاگتی ہے یا نہیں۔ دو تین دن وہاں اپنے سامنے امتحاناً باندھ لینے اور اپنے حضور میں دہلانے میں معلوم ہو سکتا ہے۔ زیادہ تفصیل کا آپ سے کرنا لقمان کو حکمت سکھانا ہے۔ آپ خود غور فرمائیں گے تو وہ عیوب جن پر صبر کرنا نہیں ہو سکتا اور وہ معائب جن پر صبر کرنا آسان ہے

ستماینہ ہو سکتے ہیں۔ سرکار کھاہی اور اگر سرکا بآسانی مل سکتا ہو تو کھنچوانے
میں انتظار کیا جائے ورنہ مقطر اسی کا کھنچوا لیا جائے۔ محمد احمد مع اخوان
واجب رسان ہیں۔ امیر فقیر

نمبر ۱۵۵

ملاذا بھیس کی زیادہ قدر رمضان میں ہی اگر جلد دو تین دن میں
ملجائے تو بہتر ہی ورنہ پھر زیادہ توجہ نہ کیجائے اس لئے کہ بعد رمضان برسات
میں استعمال دودھ کا کم کر دیا جاتا ہی اور آخر برشگال تک میری حلوکہ بھینس
بچہ دے گی نئی خریدنے کی ضرورت نہو گی مگر یہ کہ دہونے کو میرے یہاں
بھی گھوسی آتا ہی یہ گمان نہو کہ مامائیں دوہتی ہیں البتہ اور سب خدمتیں
شبانہ روز مامائیں کرتی ہیں گھوسی دوہ کر چلا جاتا ہی۔ فقط

۲۲ صفر ۱۳۰۰ھ نمبر ۱۵۶

گرامی گوہرا ب مجھے اس وقت آپ کے والد ماجد کی رحلت کی خبر معلوم
ہوئی اور کمال صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا اس داغ
کا کوئی مرہم نہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو سایہ رحمت میں جگہ دے اور اعقاب کو
صبر اور توفیق ایصال ثواب عطا کرے۔ اس سے پہلے ایک تحریر آپ کی
کوئی مکان پر چھوڑ گیا تھا میں نے اس کے پاتے ہی جواب لکھا مگر بھیجنے والا
آدمی نہ ملا ... لکھا تھا کہ آپ کو گمان جواب قلم انداز کر دینے کا ہو۔ میں

بیماریوں اور بیمارداریوں کی کاہشوں سے نجات نہیں پاتا۔ خدا رحم فرمائے
مشغلۂ شاعری کا بالکل چھوٹا ہوا ہے اسی سے آپ کا کلام بھی رکھا ہے لغت
میں بقدر امکان مصروف ہوں سب اہل دفتر آداب بجا لاتے ہیں فقط۔ امیر فقیر

۱۵- دسمبر ۱۸۹۹ء نمبر ۱۵۷

عنایت فرمائے من۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ کل ایک خط جس میں
آپ کی غزلیں تھیں روانہ کر چکا ہوں آج اپنی غزلیں اردو جو قلمی دیوان
میں درج ہیں اور چند شعر اس میں اب بڑھا دیے ہیں اور فارسی غزلیں
جو اس کم فرصتی میں محض آپ کی خاطر سے باوصف کم مشقی کے کہی ہیں
بھیجتا ہوں۔ فارسی زمین سست تو ہے ہی اور حافظ شیرازی کی غزلیں بھی
ان کے مرتبے سے گری ہوئی ہیں بہرکیف زمین کے پیمانے کے موافق
شعر ہو سکتے ہیں۔ اور شاعر کا کیا اختیار ہے مشاعرے کے بعد رنگ مشاعرہ
کہ کس کی غزل کیسی رہی کون بھولا پھلا کس کے ہاتھ میدان رہا ضرور مفصل
لکھیے گا۔ آپ کے اخوان کو ما وجب فقط۔ امیر فقیر

نمبر ۱۵۸

مجھ سے زیادہ مجھ پر مہربان میرے قدردان سلامت سلام محبت التیام
محبت نامہ آیا اس سے پہلے دو اخباروں کے حاشیے پر جو کچھ آپ نے
لکھا تھا ان کو دیکھکر بھی میں نے مزہ اٹھایا تھا اور چاہا تھا کہ جواب لکھوں

مگر یہی خیال تھا کہ گلدستہ چھپ کر آتا ہوگا اس کے بعد لکھوں گا معہذا
کچھ کم فرصتی کچھ موسم کی سردی کچھ بڑھاپے کی کاہلی کو بھی کوتہ قلمی میں
دخل ہے۔ امید ہے کہ آپ معاف کریں گے۔ غنچہ ارا انجمن بہر چہ مے شگفاند
میں کاف کا سکون بے تکلف جائز بلکہ فصیح ہے۔ البتہ مثال اس وقت
یاد نہیں، پھر بھیجونگا۔

امیر اللغات کا پہلا حصہ مارچ سنہ حال میں تیار ہوگا اگرچہ مطبع
فروری میں چھاپ چکنے کا وعدہ کرتے ہیں مگر مجھے امید نہیں ہے۔ تقریظ لکھنے
کے قصد نے شکر گزار کیا۔ مگر کتاب کے آٹھ حصے ہونگے تقریظیں تو آخر
میں ہوتی ہیں حصے چھپ چھپ کر جن کو پہنچیں گے سب کو کیا کہ ایک
یا دو مجلد کرے گا پھر بیچ کی تقریظیں کیا ہونگی غالباً نکل جائیں گی اور اگر
رہیں گی تو بے موقع رہیں گی۔ لہذا میری رائے ہے کہ حصے نکلنے کے بعد
ریویو کہ وہ درحقیقت تقریظ ہی ہے لکھے جائیں۔ بہت سے احباب خصوصاً
صاحبان اخبار ریویو لکھیں گے اور میں سب کو جمع کر کے دوسرے
حصے کے ابتدا میں لگا دوں گا۔ ریویو جب حصے کو دیکھ کر لکھا جائے گا
تو بہت ٹھیک ہوگا۔ میرے مکرم جناب قاضی ممتاز حسین صاحب کی
خدمت میں یہی پرچہ پیش کر دیا جائے۔ اطفال تسلیم گزار ہیں۔ مراد آباد
کب تک آنا ہوگا۔ خدا آپ کے ارادے کو جلد قوت سے فعل میں لائے
اور کارخانہ تجارت میں جس کا ارادہ ہے برکت دے۔ کھنڈسار ابھی ہوئی
نہیں اللہ منہ میٹھا ہونے کا شوق ابھی سے ہے گلدستہ چھپا تو کچھ حرج نہیں

غزلیں بغیر چھپے بھی مشہور ہونے والی مشہور ہو جائیں گی اور میری غزلیں
تو کچھ ہیں ہی نہیں ان کا تو نہ چھپنا ہی اچھا ہے۔ امیرؔ فقیر

نمبر ۹۵

۷۔ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

اعلیٰ اللہ شانکم۔ پوسٹ کارڈ کے جواب میں تاخیر اس وجہ سے
ہوئی کہ شگفا بسکون کاف فارسی کی سند تلاش کرنے کا خیال رہا مگر ہنوز
نہ ملی تھی کہ تحفۂ ہند آیا اور بدلا ہوا مصرع پایا۔ آپ نے بہت ہی خوب کیا
کہ مصرع بدل دیا۔ خدا جانے سند ملتی نہ ملتی۔ تتبع کامل کی فرصت نہیں ہے
میں نے دیکھا ضرور ہے مگر یاد نہیں کہاں دیکھا ہے خیر اب وہ قصہ ہی مٹا
احتیاط ہمیشہ اچھی ہوتی ہے۔ شبہے کی بات سے جہاں تک ممکن ہو بچنا ہی
چاہیے۔ شگوا بسکون نون کہاں ہے یہ تو میں نے کہیں نہیں دیکھا بحرکت
نون ہی چاہیے حضرت استاذی امیر مرحوم کا کلام بہت ہے مگر اب نہ
چھاپہ خانوں میں ہے نہ دکانوں پہ ہے۔ لکھنؤ میں بعض کتب فروش ایسے
ہیں کہ فرمائش کی جاتی ہے تو کہیں سے تلاش کر لاتے ہیں۔ اور قیمت زیادہ
لیتے ہیں۔ میرے پاس مطبوعہ کلام اکثر ہے مگر دفتر لغت میں کام دیتا ہے۔
مکرر کوئی نسخہ ہوتا تو میں تحفۃً بھیجدیتا۔ زیادہ سوا شکر اخلاق گرامی کے کیا
لکھوں۔ اطفال تسلیم رساں ہیں اور احباب بھی۔ مکرمی جناب قاضی صاحب
کی خدمت میں سلام نیاز۔ میں نے ایک خط جناب موصوف کو لکھا تھا
خدا جانے پہنچا یا نہیں فقط

امیرؔ منت پذیر

نمبر ۱۶۰

میری کوتاہ قلمی پر نظر نہ کیا کیجیے میں پیرانہ سالی پریشاں حالی کم فرصتی کاہلی سے بہت ہی نکما ہو گیا ہوں آپ کے خط آنے سے بہت ہی دلکو قوت ہوتی ہی شنو السکون نون اگر کلام میں ہو تو بدل دیجیے۔ مولویصاحب امیر اللغات کا پہلا حصہ نصف چھپ چکا ہی فروری میں تمامی کی امید ہی شاید مارچ میں نکلے گا۔ یہ تیار رکھیے کہ کتنے نسخے بکوا دیجیے گا زیر باری بہت ہوئی ہی احباب سے توجہ کامل کی امید ہی قاضی صاحب بھی مستعد ہوں اور آپ اپنے دوستوں کو بھی آمادہ کر رکھیں عنقریب اشتہار بھیجونگا۔ فہرست تالیفات حضرت استاد مغفور ملفوف ہی۔

مولوی سید محمد نوح صاحب رئیس مچھلی شہر ضلع جونپور کے نام

نمبر ۱۶۱

۵۔ اپریل — رام پور

دلنواز امیر فقیر محبی شہیر۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے تندرست رکھے، اور جمعیت و طمانیت بے تخولہ عطا فرمائے۔ آپ کی تحریر سعادت مدت کے بعد نظر افروز ہوئی جیسا میں اس کے پانے سے خوش ہوا ویسا ہی اس کا مضمون پڑھکر مغموم بھی ہوا۔ آپ کی پریشانیاں، آپ کی زیر باریاں، ریاست کے اندرونی جھگڑے اور اس پر نصیب اعدا آپکی طبیعت کی نادرستی، یہ سب باتیں اور خصوصاً آخر کا مضمون ایسا تھا کہ مجھے بہت ہی بیچین کر گیا میں تو قدیم سے آپ کا داعی خیر ہوں اسوا کے

دعائے صحت و عافیت کے کیا اختیار ہے۔ مجیب الدعوات سے امید ہے کہ قبول کرے اور آپ کو صحت کے ساتھ پوری طمانیت حاصل ہو۔ میں تو گویا دائم المرض ہو گیا ہوں، عسر بول کے دوروں کا سلسلہ چلا جاتا ہے اور پریشانیاں و قرضداریاں اس پر مستزاد ہیں بہرحال اللہ کا شکر ہے کہ آپ لوگوں کے حق میں دعا کرنے کے لیے زندہ ہوں۔ دفتر امیر اللغات بے سرمایگی سے ابتر ہو گیا۔ تیسرا حصہ مدت سے تیار ہے۔ طبع کا سامان بہم نہ پہنچنے سے بستے میں بندھا رکھا ہے۔ اس کا دوسرا حصہ اور ضمیمہ خاتمہ عشق کل آپ کے نام روانہ ہو گا۔ نور چشم محمد احمد بخیریت ہیں سلام عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر

نمبر ۱۶۲

محبی حضرت شہیر سلمہ اللہ القدیر۔ خدا آپ کو فائز المرام و شاد کام رکھے امراض متضادہ کے حملوں سے ایسا چور ہو گیا ہوں کہ لکھنے پڑھنے میں دقت ہوتی ہے۔ جواب آپ کے کارڈ کا اسی وجہ سے اب تک نہ لکھ سکا۔

پیرنا اور تیرنا میں آپ کی رائے صحیح ہے۔ میرے ایک شعر کا مصرع تھا۔ تیراک پانی چیر کے سن سے نکل گیا۔ میرے استاد مرحوم نے پیراک بنا دیا تھا۔ نمونہ امیر اللغات پہنچ گیا ہو گا۔ اپنی رائے زریں سے مفصل اطلاع بخشیے۔

فقیر امیر

دلنواز امیر [illegible]

نورچشم محمد احمد نے آپ کے خط کا جواب شاید کل بھیجا ہے۔ آج آپ کی دوسری تحریر نظر افروز ہوئی۔ مولوی محمد حسین صاحب آزاد کو امیر اللغات کی نسبت آپ نے ناحق تحریر فرمایا۔ خیر جو جواب آئے اس سے مجھے بھی اطلاع دیجئے گا۔ برخوردار بسمل کی تحریر سے لکھنؤ کے مشاعرے میں آپکی گہر افشانی و شرکت کا حال معلوم ہو کر خوش ہوا۔ آپ مؤید من اللہ ہیں۔ حسرت ہوئی کہ میں نے اپنے کانوں سے آپ کا کلام فصاحت التیام آپ کی زبانی نہ سنا۔ والدعا۔

امیر فقیر

نمبر ۱۶۴

محبی و شفیقی حضرت شہیر۔ خدا آپ کو تندرست و خوش رکھے۔ الحمد للہ کہ اس خط میں آپ نے اپنی صحت کا مژدہ لکھکر مجھے مطمئن و مسرور کیا۔ خفیف شکایتیں انشاء اللہ جلد جاتی رہیں گی۔

نورچشم لطیف احمد نے آپ کی تحریر مجھے دکھائی۔ دامن گلچین کی دولت آپ کے رنگین کلاموں کی بدولت ہے امید ہے کہ پہلے جس طرح ہر نمبر میں اکثر اوقات آپ اپنے گہر ہائے افکار سے اس کا دامن بھرتے تھے اب بھی محروم نہ رہنے دیگا۔

امیر فقیر

نمبر ۱۶۵

۱۹۔ اپریل ۱۸۹۶ء رام پور

ولفوا از امیر بحضرت شہیر سلمکم اللہ القدیر۔ سلام مسنون اخلاص

مشفقی من۔ شدائد مرض عسر بول چند سال سے اوقات میں سخت اختلال
ہے ضعف پیرانہ سالی کو خستہ حالی نے اور قوت دے رکھی ہے یہی سبب ہے
کہ احباب سے بھی رسم و راہ خط و کتابت ترک ہوگئی ہے آپ کی محبت
اور عنایت کا خیال تو اکثر رہتا ہے مگر خط لکھنے کا اتفاق مدت سے نہیں ہوا
آج محمد احمد سے آپ کی خیر و عافیت سنکر فی الجملہ تسکین ہوئی مگر جو حالات
اپنی پریشانی کے اجمالاً آپ نے لکھے انھوں نے میرے دل دردمند کو
بہت دکھایا۔ علی الخصوص سرمایۂ نتائج افکار کا جو ہو رہے گم ہوجانا سنکر
مجھے ایسا قلق ہوا کہ اس کے بیان کو الفاظ نہیں ملتے خدا سے کس بیدرد
نے یہ ظلم کیا۔ اتنے بڑے دیوان کا چوری جانا سمجھ میں نہیں آتا کچھ تفصیل
تو لکھیے یہ کیا غضب ہوا۔ آپ سے نامور شاعر کا کلام کسی دوسرے کے
کام کیونکر آسکتا ہے یہ بھی لکھیے کہ خدانخواستہ اس کلام کے ملنے سے یاس
ہوگئی یا احتمال باقی ہے اور درصورت نہ ملنے کے کچھ مسودات ایسے ہیں
جن سے پھر ترتیب و تبییض ہوسکے یا نہیں؟ خدا کرے وہی دیوان ملجائے
ورنہ آپ ہرگز ہمت نہ ہارئیے اور مسودات سے جس قدر ممکن ہو پھر جمع کیجیے
ایسے ریزہ ہائے جواہر کا تلف ہوجانا آپ کے احباب پر نہایت شاق ہے
میرا دل تو یہ خبر سنکر بسمل ہوگیا۔ زیادہ اسوقت کیا لکھوں یہ چند سطریں
طبیعت پر جبر کرکے لکھی ہیں میری کوتاہ قلمی پر نظر نہ فرمائیے کبھی کبھی مجھے
اپنی خیر و عافیت اور صحت و سلامت سے مسرور کیا کیجیے تو کمال احسان ہے
تکملۂ التماس یہ ہے کہ غدر میں میرا بھی کلام جس قدر اس زمانہ تک تھا

ہوا تھا اور میں نے اس کو خوشنویس سے لکھوا کر سطلا اور مذہب کرایا تھا سب تلف ہوگیا مگر کچھ اپنی یاد سے کام لیا کچھ سہر سوزوں کیا کہ مرآۃ الغیب کی صورت بندھی۔ اگرچہ ہزارہا شعر یاد نہ آئے۔ اس لکھنے سے غرض یہ ہے کہ آپ بھی بالکل اس دیوان سے قطع نظر فرمائیں اور کوشش کریں کہ کچھ یادگار باقی رہے۔

آپ کا منت پذیر حسرت خمیر و یاس تصویر امیر فقیر۔

۴ جنوری ۱۸۹۸ء رام پور — نمبر ۱۱۶

دلنواز قدردان فقیر امیر حضرت شہیر۔ سلام مسنون اخلاص مشحون صحیفۂ اشفاق نور چشم لطیف احمد اختر کے نام اور نامۂ اخلاق میرے نام آیا۔ حد سے زیادہ مسرت ہوئی۔ اس سے زیادہ کیا عنایت ہوسکتی ہے کہ باوصف رنجوری و معذوری آپ نے غزل کی فکر فرمائی۔

میں نے لطیف احمد سلمہ کے خط میں سری لال پیارے لال کے یہاں سے عرق منگوا کر استعمال کرنے کو لکھوا دیا تھا۔ آپ ضرور استعمال کریں ضلع اٹیہ میں ان کے یہاں اس عرق کی شیشیاں بکتی ہیں ترکیب استعمال اسی شیشی پر لکھی ہوتی ہے اکثر شہروں میں ملتی ہے اور کسی قسم کا ضرر نہیں کرتی۔ چار مہینے کے بچے سے لیکر بڈھوں تک کو میں نے استعمال کرایا ہے۔ بار بار تپ کا آجانا اچھا نہیں ہے، اس کے ازالہ کی فکر ضروری ہے۔ الحمد للہ یہ عرق میرے تجربے میں ہے کہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے والسلام۔ امیر فقیر

مولوی نورالحسن صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔
خلف اکبر حضرت استاذی محسن کاکوروی کے نام

دفتر امیر اللغات۔ ریاست رام پور۔ ۸۔ اگست ۱۸۹۱ء
منجانب امیر

سراپا رشد و سعادت مجسم علم و لیاقت عزیز از جان مولوی نورالحسن کو امیر فقیر کے جی سے بے اختیار نکلتی ہوئی دعائیں۔ آج اخبار آیا آشوب چشم کے سبب سے میں دیکھ تو نہ سکا مگر تمھارا ریویو امیر اللغات پر پڑھوا کر سنا۔ اس حیثیت سے کہ تم نے اپنی رائے ظاہر کی تمھارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس نظر سے کہ تم نے بہت ہی نازک خیالی کے ساتھ ریویو لکھا آفریں و مرحبا کہتا ہوں چشم بد دور۔ تم نے تو امیر اللغات کے بعض بعض وہ حسن ملک کو دکھا دیے جن کی نسبت میرا خیال یہ تھا کہ جو اس کام میں مصروف ہیں صرف انھیں کی نگاہ میں ہیں۔ خدا تمھیں بہت بڑی عمر دے۔ تمھارے علم و لیاقت کا ملک میں ڈنکا بجے اور بہت بڑا صاحب اقبال کرے۔ آمین۔ تمھارے سوالوں کا جواب حسب ذیل ہے:۔

آری، میرے نزدیک ہندی ہے اس لیے کہ عاری، زیج و تنگ و عاجز کے معنوں میں فارسی عربی میں کہیں نظر سے نہیں گزرا ہندی میں تو عین سے لکھنا خلاف اصول ہے۔ ہندی میں عین کہاں۔

سالا، معلوم ہوتا ہے کہ مصالح کا مخفف ہے جو عربی میں مصلحت کی جمع ہے اور فارسی والے ہر چیز کی تیاری کے لوازم اور ضروریات کے معنی میں

استعمال کرتے ہیں اور یہی محل استعمال ہندؤں کے یہاں بھی ہے جیسے
عمارت کے لیے چونا سرخی وغیرہ تالیف کے لئے وہ کتابیں وغیرہ جو
اس تالیف میں ممد ہیں کپڑوں کی رونق اور چپک دمک کے لئے گوٹا
ٹھپا، بنت، کناری، کھانے کے لئے لونگ، الائچی، دھنیا، مرچ، بال منڈنے کا
مسالا، محرم کا مسالا، مسالے تیل، ولی والے اصل کی طرف جاتے ہیں
مگر چونکہ زبانوں پر مصالح نہیں ہے یعنی یہ کوئی نہیں بولتا کہ گوشت کا مصالح
پیس لیا، گرم مصالح ہو گیا، کڑی میں مصالح کم پڑا۔ اب کے محرم کا مصالح
ہم کو نہیں دیا، اس لئے میری رائے ہے کہ اردو میں جو بولیں وہی لکھیں
جس طرح مسالا بولتے ہیں اسی طرح لکھا بھی جائے۔ اور یہی مشرب
متوسطین و متاخرین شعرائے لکھنؤ کا ہے، جیسا رشک نے اپنے لغت میں
لکھا ہے "مسالا" میم مفتوح سین مہملہ و لام با الف کشیدہ ضروریات ہر چیز
باشد کہ بدان ضروریات رونق و لذت آں چیز شود ظاہراً ایں لغت از
مصالح باشد" اور اسی کی تقلید جلال نے بھی اپنے لغت گلشن فیض
میں کی ہے منیر مرحوم نے بھی یہی مشرب اختیار کیا ہے ؎

نمک چھڑکنے کو مانگے جراحت دل پر — جو دیکھے آپ کے موباف کا مسالا سانپ

کالا سانپ اور بالا سانپ زمین ہے۔ اور جان صاحب کے ایک شعر
سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محلات لکھنؤ میں بھی یہی بول چال تھی ؎

اے جان اپنا چھاتی سے لپٹا بھینچ کر — انگیا کا میری سارا مسالا مسل گیا

منشی ولایت علی خانصاحب صفی پوری کے نام

ریاست رامپور ۔ ۵ ۔ رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۴ھ روز پنجشنبہ نمبر ۱۲۸

عزیز از جان اقبال نشان سخن آفرین و سخندان سلمکم اللہ المنان ۔
دعائے سرسبزی و شادابی و سرخ روئی دارین کے بعد مدعا نگار ہوں کہ
آج کتابوں کی ترتیب اور دفتر کی تہذیب میں تمہارے دو خط مسرت نمط
اور مجموعہ مثنویات نشہ جس کا نام "خمخانۂ ابدی" ہے ملا اور میں نہایت محجوب
ہوا کہ مہینوں کے بعد خطوط کا جواب اور کتاب کی رسید لکھنے کی نوبت
آئی ۔ بات یہ ہے کہ جن مکانوں میں سالہا سال سے میں اقامت گزین
تھا دفعتہً وہ مکانات مجھے چھوڑنا پڑے اور اسباب سب متفرق جا بجا
عزیزان و احباب کے مکانوں پر پہنچا دیا گیا اس لیے کہ مکان وسیع بسرعت
مل نہ سکا ۔ اب جو مسکن قرار پایا وہاں سب مقاموں سے اسباب منگوا کر
بے ترتیب و بے تہذیب رکھ دیا گیا ۔ بہت سے احباب کے خطوط اور
اصلاح طلب کلام جو ممالک نزدیک و دور سے بکثرت آتا ہے لکھا جاتا ہے
اور دفتر و کتب خانہ کی تہذیب ہو رہی ہے ۔ اشعار الاشعار کا ابتک پتہ نہیں
"خمخانۂ ابدی" کو میں نے بنظر سرسری دیکھا اور تمہاری طباعی کا مزا
اٹھایا ۔ کیا اچھا کلام ہے اور بیان مقاصد میں کیا حسن انجام ہے ۔ بارک اللہ
فی عمرکم ۔ تمہارا کلام دیکھ کر تمہارے دیدار فرحت آثار کی آرزو ایک
سے ہزار ہو گئی ۔ افسوس کہ مجھے بعض امراض لازمہ کی وجہ سے سفر کی

قدرت نہیں ایک عمر ہوگئی کہ وطن کو جانا نہیں ہوا ورنہ میں خود آکر تم سے
ملتا اور بالمشافہ تمھارے کلام کی داد دیتا۔ تم اگر چلتے پھرتے رہتے ہو تو کبھی
ادھر بھی آ نکلو تاکہ حسرت دیدار میرے دل میں نہ رہ جائے "اشعار الاشعار"
میں کیا ہے اور وہ بھی فارسی زبان میں ہے یا اردو؟ اگر فارسی ہو تو کچھ کلام
اردو بھی بھیجو اور جس قدر کلام تمھارا مطبوع نہوا ہو اس کو مرتب کر کے قالب
طبع میں جان ڈالدو "خمخانہ ابدی" کے دیکھنے سے ثابت ہو گیا کہ حسن تمھاری
طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ اہل سخن کو ان کا بھی شکر گزار ہونا چاہیے
جنھوں نے یہ تمھاری مثنویاں چھپوائیں۔ مجھے ان کا نام تو اس وقت یاد
نہیں آتا اور وہ مثنویاں اس وقت پیش نظر نہیں مگر خیال آتا ہے کہ اس مجموعے
کے دیباچے یا خاتمے میں ان کا ذکر ہے۔ عند الملاقات میری طرف سے
ان کو سپاس گزاری کے ساتھ سلام کہنا۔ لکھنؤ کی بربادی اور عمائد اور
شرفا کی پریشانیاں لاتعد و لاتحصیٰ ہیں منجملہ انھیں کے آپ کی شکستہ حالی
کا تصور بھی سوہان روح ہے۔ حق تعالیٰ جزائے صبر و توکل عطا فرمائے
اور پھر زمانہ جمعیت خاطر لائے۔ سعید سرمد محمد احمد کو ناواقفی نے آپ کی
ملاقات سے محروم رکھا، افسوس۔ وہ مع سب برادران کو جھک کے سلام
دینا کہتے ہیں۔ اس وقت انھیں چند سطروں پر خط کو تمام کرتا ہوں جواب
آنے کے بعد بہت کچھ لکھوں گا۔ اپنی تالیف مطبوعہ و غیر مطبوعہ کی
فہرست مفصل ضرور بھیجو۔ فقط

نمبر ۲۶۹

گرامی گوہر معنی پرور سلمکم اللہ الاکبر۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون
مختصر سا کلام جو آپ نے اپنے دواوین سے نقل کرکے بلا انتخاب بھیجا
رمضان کی وجہ سے میں ابھی اس کو پورا تو نہیں دیکھ سکا مگر جا بجا سے
دیکھا تو میری نظر میں سب منتخب قرار پایا۔ الحق آپ جوہر قابل ہیں اور ہر
رنگ میں مذاق آپ کا بہت اچھا ہے۔ کیسی کیسی مشکل زمینوں میں آپ نے
نعت کی غزلیں کہی ہیں کہ ان زمینوں میں شاعر سے عاشقانہ شعر بھی
مشکل سے نکل سکتے ہیں بارک اللہ فی عمرکم۔ فہرست آپ کی تالیفات کی
بھی معلوم ہوئی۔ خداوند تعالیٰ ایسا سامان کردے کہ یہ سب نتائج افکار
باحسن عنوان نظر افروز چشم مشتاقان ہوں۔

آپ کے چھوٹے بھائی محمد یعقوب علیخاں مرحوم کی جوان مرگی سے
جو صدمہ میرے دل نے اٹھایا اس کے بیان کو الفاظ نہیں ملتے آپ اپنا
ملال جس قدر لکھیں بجا ہے۔ حق تعالیٰ اس مغفور کو غریق دریائے رحمت
فرمائے اور آپ کو صبر اور جزائے صبر عطا کرے۔ ایسی حالت ضعف قلب
و ضعف بصر میں آپ نے میرے واسطے اس کلام کی اپنے دست قلم
سے لکھنے میں تکلیف اٹھائی اس تکلیف نے مجھے راحت تو پہنچائی مگر
شرمندہ بھی کیا۔ بوقت تصدیع دہندگی شرمسار بھی ہوں اور اس عنایت
بے نہایت کا شکر گزار بھی۔ کیفیت صحت زیادہ لکھنے نہیں دیتی۔ چند سطریں
بطور رسید لکھی ہیں۔ اشعار الاشعار دیکھنے کی نوبت ابھی نہیں آئی

انشاء اللہ دیکھونگا اور اس سے بھی لذت اٹھاؤنگا ۔ امیر فقیر

نمبر [illegible]

ریاست رامپور ۔ ۱۰ اگست [illegible]

سعید و رشید ازلی سلمکم اللہ الولی ۔ سلام مسنون اخلاص مشحون ۔ مدت سے
آپ کی خیریت کا انتظار تھا بحمد اللہ کہ نامہ مہربانی آیا اور وہ خیریت کے ساتھ
ایک تحفہ دلپسند لایا ۔ میں آپ کی سعادت و محبت کا شکر گزار اور آپ کے
حسن لیاقت سے نہایت خوش ہوں ۔ کتاب "نوردان" کو میں نے
سرسری نظر سے جابجا دیکھا ۔ آپ کی بلند خیالی اور حسن آفرینی کی شان
ہر جگہ سے نظر آتی ۔ انشاء اللہ بالاستیعاب دیکھونگا اور پورا لطف اٹھاؤنگا
میری طرف سے کوتاہ قلمی بوجہ رنجوری بیشتر ہوتی ہے مگر یہ یاد نہیں آتا کہ آپکی
کوئی تحریر آئی ہو اور اس کا جواب قلم انداز ہوا ہو ۔ آپ نے جن دو خطوں کا
جواب نہیں پایا وہ یقیناً مجھے نہیں پہنچے ۔ میں البتہ آپ کے اخلاق
سے امید رکھتا ہوں کہ اپنی خیریت و کیفیت سے جلد جلد مطلع و مسرور
کرتے رہیں گے سب اعزہ و احباب و اطفال کا وجب گزار ہیں ۔ قصیدہ
آپ کا "مشیر کا آمدکا" آیا تھا اس کی رسید میں سپاس نامہ مشتمل بر چار شعر
قصیدہ ہی میں نے اسی وقت روانہ کیا تھا معلوم نہیں وہ آپ کو پہنچا
یا نہیں ۔

امیر فقیر

فصیح الملک نواب مرزا خاں صاحب داغ دہلوی کے نام

۲۶ - جولائی ۱۹۰۲ء　　　　　　نمبر ۱۶۱

میرے پیارے یار پیارا تمغا مبارک، حضرت دل سلامت۔ خداوند تعالیٰ
روز افزوں آپ کے اعزاز کو بڑھائے اور اس ہنر کو چمکائے۔ ملک کو آپ کی
قدر ہو یا نہ ہو میری نظر میں تو جس قدر آپ کا دل بڑھ جاتا ہوگا آپ
حاسدان کوتہ اندیش کا کچھ خیال نہ کریں۔ ارباب کمال خصوصاً وہ جن سے
زمانہ کچھ موافقت کرتا ہی ہمیشہ محسود ہوا کرتے ہیں۔ محسود ہونا سرمایۂ ناز و فخر ہے
حاسد ہونے سے خدا محفوظ رکھے فقط　یاد آوری کا منت پذیر اکبر

نمبر ۱۶۲

روحی فداک　نوازش نامہ آیا ممنون فرمایا دونوں خبریں جو آپ نے
سنی ہیں وہ صحیح ہیں۔ خلعت والی تو پوری وہی ہے جیسی وہاں پہنچی ہے
استعفے والی ذرا تاویل طلب ہے جس کی تفصیل آپ کو میر اعلیٰ حسن صاحب
سے جو پرسوں ۵ نومبر کو دلی جانے والے ہیں معلوم ہوگی اور بہت سے اخبار
سے آپ سنیں گے جو سب آپ کی خوشی کے باعث ہوں گے۔ یہ باتیں
لکھوں تو خط دفتر ہو جائے اور ایک وقت میں لکھ بھی نہ سکوں پھر کو سلام
لکھوں گا اور ملامت بھی کروں گا اعتنا دلوان کا آپ کے ساتھ مدت سے بڑھا ہوا ہے

کیا کہونگا کوئی محشر میں جو پوچھے گا امیر کیوں نہ بگڑی ہوئی باتوں کو بنا آئے

امیر دلگیر حسرت خمیر یاس تصویر

نمبر ۱۶۳

از ریاست رامپور ۲۶ جولائی سنہ ۹۳ء

میرے پیارے بھائی حضرت داغ سلامت۔ سلام اخلاص و نیاز

انتظام۔ پہلا نوازش نامہ [illegible] ذی الحجہ کا لکھا ہوا اور دوسرا عنایت نامہ

۲۲ ذی الحجہ کا تحریر کیا ہوا دونوں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے آئے تخرجہ

والی تاریخ میں آپ نے جو صلے سے متعلق کیا کیا لطیفے لکھے جی خوش

ہوگیا میں ایسے تخرجے کی تاریخ نہ کہتا تو ایسے لطیفے کیونکر سنتا۔ دوسری تاریخ

اس واسطے چاہتی کہ پہلی تاریخ تخرجہ کی وجہ سے پسند نہ آئے۔

برخوردار ان کا سلام اور عزیز گرامی سعادت اطوار نے جو تاریخیں کہیں وہ

آپ کے پسند کرنے سے سرفراز و مسرور ہوئے۔

بندگان عالی کی آپ جیسے شاعر کی طرف متوجہ ہونے سے آپکی طرف

زیادہ التفات اور ترقیات [illegible] آپ کی امید کو قوت ہوئی خداوند تعالےٰ

پوتا پھلتا آپ کے اعزاز کو بڑھائے اور اس فن کو چمکائے۔ ملک کو قدر ہو

---

۱ یہ اشارہ اسی تاریخ کی طرف ہے جو حضرت منشی صاحب نے مہتاب داغ کے طبع میں فرمائی تھی۔ جس کا مصرع آخر یہ ہے "شاعر کامل ہوئے جناب داغ" سے تاریخ صرف لفظ جناب داغ میں ہے جس میں جو صلے کے عدد نکال کر تعمیہ خارجی کیا ہے اور ۱۳۱۰ نکالے ہیں

یا نہو میری نظر میں تو جسقدر ہی اس کو آپ کا دل بخوبی جانتا ہوگا - آپ حاسدان کوتہ اندیش کا کچھ خیال نہ کریں - ارباب کمال خصوصًا وہ جن سے زمانہ کچھ موافقت کرتا ہی ہمیشہ محسود ہوا کیے ہیں - محسود ہونا سرمایۂ فخر و ناز ہو حاسد ہونے سے خدا محفوظ رکھے - میرا یہی جی چاہتا ہو کہ آپ جسقدر اپنے کمال اور قدر کمال میں ترقی کریں اسی قدر انکسار و تواضع میں بھی ترقی کریں اسلیے کہ شجر میوہ دار کی شاخیں ہمیشہ جھکی رہتی ہیں ؎

تواضع ز گردن فرازاں نکوست   گدا گر تواضع کند خوے اوست

میں نے اپنی تحریر اولین میں ناصحانہ جو کچھ آپ کو لکھا وہ محض ہمدردی اور خیر اندیشی سے تھا آپ اس کا برا نہ مانیے گا - دلسوز دوست کا حق یہ سمجھتا ہو تو وہ دلسوزی کی راہ سے دوست کو اس راہ چلنے سے روکتا ہو جو اس کی بدنامی کا باعث ہو - یہ زمانہ بہت غنیمت ہو جہاں تک ہو سکے لوگوں کے ساتھ احسان کیجیے - اس سے میرا مقصود اپنے حق میں کسی اور احسان نہیں ہو - میں تو بغیر اس کے بھی آپ کا ممنون ہوں خانصاحب صاحب سے جو آپ نے میرے حق میں سفارش کی اس کا شکر گزار ہوا مگر میرے حق میں مساعی جمیلہ کا اثر اگر یہ ہو کہ امیر اللغات کے باب میں کافی مدد ملے تو البتہ مزید منت کا باعث ہو اس لیے کہ اب مجھ میں پیرانہ سالی اور عوارض و خستہ حالی نے وہ طاقت نہیں چھوڑی کہ میں وہاں پہنچ کر اور اعزاز حاصل کرنے کا حوصلہ کر و دن یہ حاشیہ اولوالعزمی آپ ہی پر ختم ہے حق تعالی چشم بد سے محفوظ رکھے آمین - اسلئے ادھر بڑھا گیا

ساون میں برسات شروع ہوئی۔ ردیف الف میں چند زمینیں جو آپنے
طلب کی ہیں متعاقب فکر کرکے بھیجونگا۔ مگر زمینیں تو آپ ایسی خوبصورت
نکالتے ہیں کہ کبھی کبھی مجھ سا افسردہ خاطر بھی ان میں کچھ کہہ اٹھتا ہے۔ میرے
اطفال اور عزیزان و احباب بہ کمال اخلاص و نیاز آداب گزارتے ہیں اور
ہمیشہ نظر لطف کے امیدوار۔

ریاض کو میں نے تعزیت نامہ لکھا تھا عجب نہیں کہ اس کا اثر کچھ
ظاہر ہو گلچیں نام گلدستہ جو ہم نے اس وقت علیحدہ ہو کر گورکھپور میں نکالا
ہے اور نہایت اصرار کرکے ریاض کو اس کی رونق دینے کی کوشش پہ
مجبور کیا ہے اس میں کبھی کبھی آپ بھی غزل بھیج دیا کیجئے مجھ سے بھی غزل
کے لئے اصرار ہے کیا عجب ہے کہ تقاضے سے مجبور ہو کر باوصف شاعری
کے متروک و تارک ہونے کے میں بھی کبھی کچھ کہوں اور یوں لگا کر خوشیاں
میں ہوں۔ سلسلۂ خط و کتابت آپ سے جاری رہے تو دل کی قوت
پہنچے۔ دوسرا حصہ امیر اللغات کا زیر طبع ہے اور تیسرا زیر تالیف ہے فقط
یادآوری کا منت پذیر امیر فقیر

۵۔ جون سنہ ۹۵ء

تسلیم

بندہ نواز۔ میری ناتوانی و اضمحلال اور افسردہ دلی پر آپ کو تاسف
ہوگا تو اور کس کو ہوگا۔ میں آپ کی ہمدردی کا شکرگزار ہوں اور ہمیشہ
دعائے حسن خاتمہ کا خواستگار رہوں۔ شاید اگلیاں ان کا دل کے ساتھ

توشہ راہ عقبیٰ لیکر عقبیٰ کی طرف جانا ہو تو دنیا کی ان الجھنوں کا جو پیرانہ سالی میں
درپیش ہیں کچھ ڈر نہیں۔ افسردہ خاطری کی تو یہ کیفیت ہے کہ موت کا تصور ہر وقت
سر پر سوار رہتا ہے شاعری سی محبوب چیز اس سے بھی گویا افسردہ کار رہا۔ آگے
تو ایسا ہوتا تھا کہ کبھی کچھ پیچھے سے کوئی موج آجاتی تھی اور کچھ کہہ اٹھتا تھا
اب وہ بھی نہ رہی۔ ستاروں کی طرح کی ہوئی زمین سے نگاہ ڈالی یا آدمی بیٹھ کے
بچے۔ گلچیں میں دیکھی اور بہت سے خدا گواہ کہ چاہتے تھا اس کے آپ کے
غزل دیکھئے مگر اس وقت تک ایک مصرع بھی نہ کہا اور نہ آئندہ امید ہے کہ کہہ سکوں
اصلاح کے واسطے تمام ملک نزدیک اور دور سے بہت کثرت سے کلام آتا ہے اور
مجبور ہو کر کبھی دو ایک کبھی دوسرے تیسرے دن کچھ دیکھ لیتا ہوں مگر جی
اچاٹ طبیعت سے یعنی افسردہ دلی سے میرے دوست عزیز تم ہی کہو کیوں
اس فن کی طرف توجہ نہیں پڑھ سکتے۔ آپ جانتے ہیں لکھا ہوا کہ اصلاح کی آج وجہ
سے فرصت نہیں ملتی جان عذاب میں ہے کچھ اس کا خیال نہیں کرتے اس لیے
کہ مجھ پر بھی کچھ گزر رہی ہو گلدستے والوں سے خدا کی پناہ ہے۔ گلدستے
برساتی کیڑوں کی طرح بے انتہا نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ کہاں تک آدمی
خاطر کرے ہاں ایک امیر اللغات کی تکمیل کا خیال کئی وجوں سے ہے
ایک تو یہ کہ جنرل صاحب مرحوم کے اصرار سے چھاپنا شروع کیا تھا ان کی ریاست
سے روپیہ قرض لیا اور وہ قرض بڑھتے بڑھتے بہت بڑھ گیا اب اگر اس کو
چھوڑ دوں تو اس کے ادا کی امید بھی ہاتھ سے جاتی رہے گی [illegible]
میں کیسی بدنامی ہو دوسرے ایک گنجینہ سرمایہ معلومات کا نشان رہ جائے گا

یہ جو خیال ہے کہ دین کی کتابیں بھی اُردو میں ترجمہ ہوتی چلی جاتی ہیں اُن میں بھی اُردو کا جامع لغت مدد دے گا۔ اگر ایسا ہوا تو مجھے ثواب بھی ملے گا۔ ترک کرنے میں یہ ثواب بھی ہاتھ سے جائے گا۔ الغرض ایسے ہی خیالات ہیں جو رؤسا سے التجا پر آمادہ کراتے ہیں۔ ریاست بھوپال سے قدردانی ہوئی اور میری حیثیت سے بڑھکر ہوئی مگر یہ کام اتنا بڑا ہے کہ اس کے واسطے وہ مدد کافی نہیں سب سے بڑی سرکار اللہ رکھے وہی سرکار آصفیہ ہے وہاں سے لاکھوں کے وارے نیارے بھی ہو سکنا ممکن ہے بشرطیکہ بن پڑے۔ بڑے دربار سے مدد بھی بڑی ہی ہونا چاہیئے۔ آپ اپنی فراخ حوصلگی سے کوئی عمدہ رائے فلاح نکالیے تو بات ہے زیادہ کیا لکھوں۔ امیر فقیر

یکم اگست ۱۸۹۲ء نمبر ۱۷۵

بندہ نواز سلام نیاز۔ ایک تحریر آپ کی تحریر کے جواب میں بھیج چکا ہوں امید ہے کہ اس کا جواب آتا ہوگا۔ آج حمید آپ کا ملازم قدیم میرے پاس آیا مجھے اس کے دیکھتے ہی وہ زمانہ یاد آگیا جب آپ یہاں تھے اور اس یاد کی لذت میں میں نے اُسے گلے لگایا اور اس کی آنکھوں کو جن سے وہ دس بارہ دن پیشتر آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھا کرتا تھا میں دیر تک حسرت کی نگاہ سے دیکھا کیا اور بار بار آپ کے حالات اور ضبط اوقات کے کیفیات پوچھا اور سُنا کیا اثنائے سخن میں معلوم ہوا کہ آپ کے داماد جن کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں ہے انھوں نے قضا کی۔ ان کی جوانمرگی اور اس نوعمر

دختر نیک اختر کی بیوگی کے صدمے نے میرے دل کو چور کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا اس داغ کا کوئی مرہم نہیں اسلیے کہ آج وہ نہیں کل ہم نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس بیوہ اور سب اعقاب کو صبر و جزائے صبر عنایت فرمائے اور اسوقت کیا لکھوں۔ بارگاہ ارحم الراحمین میں رحم کی التجا کرتا ہوں اپنے اور آپ کے اور سب عزیزوں دوستوں کے واسطے دعائیں مانگا کرتا ہوں اس کی رحمت سے امید ہو کہ بگڑے کام دین و دنیا کے سب بن جائیں۔ پیارے داغ افسوس کہ میں نے حمید سے کوئی ساعت آپ کی خدا کی طرف مشغولی کی نہ سنی۔ میں نے حدیث میں دیکھا ہو کہ قیامت کے دن ہر شخص کی عمر کی ساعتیں فی ساعت ایک خزانے کے طور پر اسکے سامنے پیش کیجائیں گی کسی ساعت کے خزانے کو تو وہ دیکھنے والا گوناگوں انوار سے لبریز دیکھے گا اور ایسا خوش ہوگا کہ اگر اسی خوشی کو دوزخیوں پر تقسیم کر دے تو دوزخی عذاب نار سے بے خبر ہو جائیں۔ پھر دوسرے خزانے کا دروازہ کھلے گا اس میں ایسی ظلمت اور عفونت ہوگی کہ اس کو اس سے سخت نفرت ہوگی اور ایسا مغموم ہوگا کہ اگر اس غم کو اہل جنت پر تقسیم کر دے تو جنتی لوگ دوزخیوں کی طرح پریشان ہو لگیں۔ پھر ایک تیسرا دروازہ تیسری ساعت عمر کا کھلے گا وہ بالکل خالی ہوگا نہ اس میں نور ہوگا نہ ظلمت نہ خوشبو ہوگی نہ عفونت اسکو دیکھکر اُسے نہایت حسرت ہوگی۔ الغرض اس حدیث سے ثابت ہو کہ انسان کی دولت عمر ہو اور عمر کی ہر ساعت اک خزانہ ساعت طاعت و عبادت وہ خزانہ ہو جس میں انوار نظر آئے اور ساعت معصیت

وہ خزانہ ہی جس میں ظلمت اور عفونت کا ذکر ہوا۔ اور جو ساعت عمر طاعت و معصیت دونوں سے خالی تھی اس کا خزانہ خالی دیکھا گیا جس کے رائگاں ہونے کی حسرت ہمیشہ رہے گی۔ اے میرے اللہ مجھ ناصح بے معنی کو جو خود فضیحت ہی اور داغ کو نصیحت کر رہا ہی محض اپنے فضل و کرم سے اپنے مرضیات میں کوشش کی توفیق دے اور میرے سب عزیزوں دوستوں کی عمروں کا خزانہ بھی اپنے انوار رحمت سے بھر دے۔ آمین۔ پیارے داغ میرے لکھنے کا برا نہ ماننا خوشامد کرنے والے سیکڑوں ہیں ملامت کرنے والوں میں ایک مجھی کو رہنے دو میرا خطاب بہ تمھاری طرف ہی مگر در حقیقت اپنے نفس کو ملامت کرتا ہوں۔ بڑھاپے میں مجھے منعم حقیقی کی نعمتوں کا شکر ضرور کرنا چاہیئے۔ خلق کے حق میں بھلائی کرنا بڑا عمدہ شکر ہی اس سے کبھی قلم زبان دل کبھی نہ رکے۔ فرزندان فقیر اور جملہ عزیزان و احباب تسلیم گزار ہیں فقط

امیر فقیر

از ریاست رامپور ۲۵۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء — نمبر ۱۶۷

حضرت داغ نازک دماغ۔ سلام لیجیے۔ محمد احمد نے جو خط کہ آپ کو لکھا وہ میں نے دیکھا تھا پر جو آپ برسے ہیں غالب ہی اس کا سبب یہ ہو کہ مرض سے صحت پانے کے بعد مزاج میں جھلاپن آجاتا ہی ورنہ مجھے اپنا کوئی قصور معلوم نہیں ہوتا سوا سے نہ بھیجنے کا عذر تو بےجا جب ہوتا کہ ریاض الاخبار میں آپ کے دلی آنے کی خبر نہ چھپی ہوتی۔ آپ خفا ہوں یا خوش ہوں ہم یہی دعا کریں گے کہ ہر حال میں آپ خوش رہیں دبدبہ سکندری میں آپ کا

سہرا میں نے اپنے سہرے بھیج چکنے کے بعد دیکھا یہ اخبار میرے یہاں تو آتا نہیں ایک دوست نے مجھے دکھایا یوں تو سب شعر آپ کے اچھے ہیں۔ مگر مجھکو بھی وہی شعر بہت پسند آیا جس کا مصرع یہ ہے۔*

کشتی چشم میں مژگاں کا لگا کر سہرا

محمد احمد کے سامنے بھی میں نے اسکی تعریف کی تھی شاید اس شعر کو محمد احمد نے لکھا ہوگا۔ معلوم نہیں میرے سہرے آپ کی نظر سے گزرے یا نہیں۔ حضور میں پیش ہوئے تو غالب ہے کہ آپ تک پہنچے ہوں مگر میں احتیاطاً نقل بھیجتا ہوں۔ تنا لسا ماں صاحب کا کوئی خط نہیں آیا ان سے کچھ خوشی کی کچھ کیفیت معلوم ہوئی کہ سرکار دولتمدار نے توجہ سے ان سہروں کو ملاحظہ فرمایا یا نہیں۔ قسمت کمی کر رہی ہے اس کی امید کہاں کہ آپ کے سہرے کے سامنے میرے سہروں کے شعر نظر کیمیا اثر میں نچے ہوں۔ آپ کو کچھ کیفیت معلوم ہو تو آگاہ فرمایئے۔ سرکار کے پسند آنے سے مقصود تو یہ ہے کہ اس پر کوئی حسب دلخواہ نتیجہ مرتب ہو عزیزان و احباب موجودہ کو ماجب فقط ایک خط درخواست تاریخ دیوان، نواب بنیا حسین خان بہادر جاہ میں کئی دن ہوئے بھیجا ہے اسکے جواب باصواب کا منتظر ہوں۔

سراپا تقصیر امیر فقیر

از رام پور ۲۱-نومبر ۱۸۹۹ء

نمبر ۱۷۲

معظم و محترم دام بالعنایۃ والکرم۔ سلام نیاز کے بعد مدعا نگار ہوں کہ

---

* پورا شعر یہ ہے
مردم دیدہ بھی بہ جا ہے ہیں ضیا کریں
کشتی چشم میں مژگاں کا لگا کر سہرا

نور چشم محمد احمد کے چھوٹے بھائی برخوردار لطیف احمد کی طبیعت شعر سے
بہت مناسب واقع ہوئی ہے۔ اس زمانے میں بسبب بے شغلی کے ان کو
خیال پیدا ہوا کہ دامن گلچیں کے قالب بے جان میں پھر نئے سر سے
سے روح پھونکی جائے، مجھ سے اصرار کیا گیا کہ اس گلدستے کی نگرانی بہ
مثل سابق پھر توجہ کی جائے اگرچہ میں اپنے آلام و اسقام کی وجہ سے نکما
ہو رہا ہوں مگر ان کی خاطر سے منظور کرنا پڑا۔ گلدستوں کی کثرت ایسی ہے کہ
اب یہ مشغلہ بھی ابتذال سے خالی نہیں اور زیادہ تر اسی ابتذال کی وجہ
سے طبیعت گریز کرتی ہے اور پرچے کو رونق بھی مشکل معلوم ہوتی ہے موجودہ
گلدستوں سے فروغ کی صورت اگر ہے تو یہی کہ محاسن معنوی میں کوشش
کیجائے اس کا مدار صرف اس بات پر ہے کہ معدودے چند عمدہ نامور شعرائے
خوش فکر و خوش مذاق کا کلام ہمیشہ اس میں چھپے۔ آپ کی ذات سراپا صفات
اس طبقۂ نامور کی افسر ہے اور نہایت مشتاق سے اب غزل کہدینا آپ کے
بائیں ہاتھ کا کھیل ہے لہذا خواستگار ہوں کہ اپنی طبع نازک پر جبر کر کے
بالالتزام غزل دینے کا وعدہ کیجیے۔ مگر یہ پہلے سے کہہ رکھتا ہوں کہ غزل
ایسی کہا کیجیے گا کہ ہم سے غریبوں کو بھی کہنے کی گنجائش رہے۔ یہ نہو کہ
پہلے ہی سے دنیا بھر کے قلم توڑ دیے جائیں۔ پرچہ ابتدائے جنوری میں نکلیگا
طرح سے آپ کو پہلے اطلاع دیجاتی ہے تا کہ عشرہ اولین دسمبر تک آپ کی
غزل آجائے انشاء اللہ تعالیٰ جب پرچہ عنقریب آپ کی خدمت میں پہنچے گا
خدا کرے یہ تحریر آپ کو حالت جمعیت و سرور خاطر میں پہنچے۔ آپ کی طبیعت

بھی صحیح ہو اور خاتونِ خانہ کو بھی افاقہ ہو ہر وقت تعلق خاطر ان کی شدت
علالت سے رہتا ہے۔ فقط

مصرع طرح بابت جنوری ۱۸۹۹ء

گیسوئے پیچاں کی ہیں گلیاں مری چھانی ہوئی - چھانی قافیہ

امیر احمد امیر مینائی

۲۳ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ نمبر ۱۷۸

دلنوازا میر فقیر سلمکم اللہ القدیر و حفظکم اللہ عن التغیر۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ نوازشنامہ مورخہ ۱۷ اگست اسوقت آیا۔ میں ہمہ تن انتظار تھا شکرگزار ہوں کہ جلد جواب پایا۔ آپ نے لکھا ہے کہ قیام میرے پاس لابد ہوگا اگرچہ مکان اس قابل نہیں مگر شاید باید زیستن۔ میرے پیارے داغ غربت میں میری راحت کے سہارے داغ اس سے زیادہ مجھے کیا خوشی ہوگی کہ غریب الوطن ہو کر ایسے مانوس الطبع ہمدرد کے پاس ٹھہروں مگر میرے حالات باعتبار عوارض کے ہرگز اس قابل نہیں تنگ مکان میں تھوڑی دیر بھی بسر کر سکوں۔ اشد ضرورت یہ ہے کہ ایک درجہ مکان جس کی راہ سکونت گاہ سے اندر ہی اندر ہو اور آدمیوں سے وہاں قریب بھی نہ ہو مجھے خاص اپنے واسطے چوکی لگانے کو چاہیے۔ مرض کی وجہ سے گھڑی گھڑی چوکی پر جانا ہوتا ہے تب زندہ رہ سکتا ہوں۔ ناشاد باید زیستن اگر ممکن ہوتا تو میں تمھاری یکجائی سے اسکو شاد و باید زیستن سمجھتا۔ میرے ساتھ

جو میرے فرزند ہیں وہ بھی بسبب عادات کے تکلیفات شاقہ تنگی مکان کے متحمل نہیں اور سب تکلیفیں چند روز گوارا ہو سکتی ہیں مگر جس طرح ممکن ہو کوئی وسیع مکان جس میں متعدد درجات ہوں میرے واسطے پہلے سے مرتب کر رکھیے کہ جب تک مہمان سرکاری ہونے کی صورت نہ نکلے وہاں رہوں اور زندہ رہوں اور کسی قسم کی تکلیف زائد از مکان تم کو دینا نہیں چاہتا۔ یار شاطر ہو کر رہنا چاہتا ہوں نہ بار خاطر خصوصاً ایسی حالت میں کہ آپ کا دل و دماغ عوارض و امراض اور کثرت فکر سخن سے ضعیف ہو رہا ہے۔ میرے ہمراہی یہ ہیں۔

لطیف احمد۔ مسعود احمد۔ لیاقت حسین برادر زادہ و داماد نبیرہ ثابت علی فرزند خواہر زادہ حقیقی۔ حافظ جلیل حسن جلیل۔ خان علی خاں برادر مہدی علیخاں۔ انکے علاوہ تین خدمتگار ہیں۔

آپ نے حضور میں میرے آنے کی خبر کر دی بہت اچھا کیا۔ میں ممنون ہوا اور مسرور۔ خداوند تعالیٰ آپ کو اس مرض تبخیر و ضعف دماغ و دوران سر سے نجات اور پرہیز کامل کی توفیق دے۔ آج میں نے پھر درخواست رخصت کی سرکار عالیہ کو بھیجی ہے۔ خدا کرے جلد منظوری رخصت ہو جائے۔ عزیزان و رفیقان ہمراہی ما وجب رساں ہیں۔

والسلام۔ امیر فقیر۔

محمد حبیب الرحمن خاں صاحب حسرت شروانی کے نام

۹ ۔ دسمبر ۹۸ء — نمبر ۱۷۹

سخنور گرامی گہر۔ سلام مسنون اخلاص و سپاس مشحون۔ مکرمت نامہ آیا ممنون التفات فرمایا۔ سب سے مقدم آپ کی تحریر جواب مسئولات میں آئی جس کو دیکھکر ہیچمدان نہایت مسرور ہوا اور واجب ہوا کہ تہ دل سے شکرگزاری کرے۔ اہل الرائے کی رائیں کمیٹی میں پیش ہوکر رد و قبول کا فیصلہ ہوگا۔ ابھی دفتر امیر اللغات میں سکرٹری ان کو جمع کرتا جائے گا کمیٹی جب فیصلہ کرلے گی تو امر منفصل مختار مولف ہوگا۔ میں آخر میں آپکی عمدہ توجہ کی سپاسگزاری کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ اپنی عمر اور عنوان معاشرت اور جملہ کیفیات سے مجکو آگاہ فرمائیں اس لیئے کہ ممنون اپنے محسن کے حالات سے بیخبر نہ ہے اور رنج کے حالات سے بھی واقف ہوجائیے۔ والسلام بالاکرام۔

سراپا تقصیر امیر فقیر۔

۱۹ ۔ دسمبر ۹۸ء — نمبر ۱۸۰

گرامی گوہرا۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ سواد تحریر سراپا تنویر سرمہ کش دیدۂ منتظر ہوئی۔ کم فرصتی سے جلد جواب نہ دے سکا۔ کیفیت آپ کی معلوم ہونے سے بہت مسرور ہوا کہ تھوڑی سی عمر میں چشم بد دور بہت کچھ آپ نے سیکھا ہے، اللہم زد۔ اگرچہ مجکو کثرت کار سے فرصت نہ تھی مگر

یہ غزل اور سہرا میں نے دیکھ دیا اور کچھ محو و اثبات کیا کہ پہلی بار آپ نے
بھیجا ہی اگر عذر کروں تو شاید خاطر نازک پر گراں گزرے۔ امید ہی کہ مجھ پیرانہ سال
خستہ حال کو آپ اپنی عمر اپنے اقبال اپنے کمال کا ترقی خواہ تصور کریں۔
اور کبھی کبھی یاد فرمایا کریں اور اپنے اب و عم زاد مجید ہما کی خدمت میں میرا
سلام کہیں والدعا۔ امیر فقیر مینائی

نمبر ۱۸۱

۱۹۔ اپریل سنہ ۹۹ء

میرے قدردان میرے مہربان۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون
لو۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا۔ پیاری نظم و نثر نے مسرور کیا۔ سر کے پاؤں
بری زمین تھی آپ نے غزل زور طبیعت سے بہت اچھی کہی۔ ایسی
زمین میں تکلف اور بناوٹ کے سوا کیا ہو سکتا ہی۔ اثر باقی، فرے کی
زمین تھی اس میں فرے کے شعر نکلے میں نے دونوں غزلوں کو فوراً
دیکھا اور بواپسی ڈاک بھیجتا ہوں۔ امید ہی کہ مجھکو ہمیشہ اپنا خیرخواہ سمجھکر کبھی
کبھی خط لکھا کیجیے اور اگر میرے جواب میں تاخیر ہو تو کم فرصتی کا عذر قبول
کر لیا کیجیے

لغت اردو کی نسبت بھی توجہ چلی جائے اس کی فکر کیجیے کہ یہ لغت
مجبوب ہو کر نکلے۔ اب تک جو لغات اردو میں ہیں انشاء اللہ ان سے
تو مفید تر ہونے کی امید قوی ہی مگر انکا رسالہ وغیرہ متوجہ رہیں کہ تجمیعت
بڑھے اور نفع عام تر ہو تو کیا عجب ہی کہ ایسی باتیں بڑھتی جائیں۔ آپ

گھڑی دو گھڑی روزا دھر بھی توجہ رکھیں تو آپ کی جواں فکر ضرور عمدہ باتیں پیدا کرے گی۔ اصول جو جو خیال میں آیا کریں ان کو ضبط کرتے جایئے اور مجھے لکھتے جایئے۔ وہ مثل لغت عربی ایک رسالہ لغت اردو کا ہو جائیگا کلیات اور اکثر یات مضبوط جمع ہو جائیں گے اپنے کتب خانہ کی فہرست بھیجئے تو شاید کوئی کتاب مفید مجھکو مستعار مطلوب ہو۔ منتخب اللغات خان آرزو کا کوئی صحیح نسخہ ہو تو ضرورت ہے۔ امیر فقیر

۲۰ اپریل ۱۸۹۵ء نمبر ۱۸۲

دلنواز از روحی فداک۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا۔ الفاظ انگریزی کی نسبت یہی رائے میری بھی ہے اور یہی مشرب میرے موجودہ مشیروں کا ہے۔ کمیٹی میں بھی یہی امر طے ہوا ہے۔ میں بہت خوش ہوا کہ آپ بھی ہمراہی ہیں کیلئے سلامت فہم آپ کی ہر بات سے پیدا ہے۔ اللہ عمر دراز کرے اور اقبال بڑھائے۔

چند اشتہار بھیجتا ہوں اگر آپ کے التفات سے اس نواح میں بہت سے خریدار پیدا ہوں تو احسان ہے۔

فہرست کتب دیکھی یہ سب کتابیں اس دفتر میں موجود ہیں اور ان سب سے زیادہ میرا ذخیرہ سی سالہ جو کہ وقتاً فوقتاً جمع ہوتا گیا ہے سب کی لیاقتوں سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے اب تو رمضان المبارک آئے زندگی باقی ہے تو عید میں دیکھا جائیگا۔ سفر کی فہرست مطلق نہیں ملتی اور آپ کا

سفر کرنا معلوم نہیں آسان ہے یا مشکل، دیکھا چاہیے حسرت ملاقات کیونکر بر آتی ہے غزل کے خیال سے خط بیرنگ بھیجتا ہوں رسید ضرور ملے۔ امیر فقیر

۱۲۔ جون سنہ ۹۹ء نمبر ۱۸۳

روحی فداک۔ سلام و دعا۔ عین انتظار میں محبت نامہ آیا۔ سہ

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

ضیق فرصت سے جان چھڑا کر غزلیں دیکھ لیں۔ یہ سب شعر اچھے ہیں۔ ایک آدھ جگہ دخل دیا، باقی ضرورت اصلاح کی نہ تھی۔ میں بھی آپ سے ملنے کا بہت آرزومند ہوں۔ دیکھا چاہیے کب یہ آرزو بر آتی ہے آپ اپنی مفصل کیفیات و مشاغل سے تو آگاہ کیجیے کہ سفر اور سفر میں چندے اقامت ممکن ہے یا غیر ممکن اور دشوار ہے یا آسان۔ امیر احمد بقلم محمد احمد

۱۲۔ محرم ۱۳۱۷ھ نمبر ۱۸۴

بارک اللہ فی عمرکم و علمکم و اقبالکم۔ محبت نامہ سعادت تصویر یعنی غزلوں کے ساتھ تحریر پر تنویر آئی اور مسرور کیا۔ بحمد اللہ کہ اس وقت تک زندہ ہوں۔ اب وہ ہوا کا وہی رنگ ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور اپنی محبت بڑھائے تو یہ تشویش جائے۔ آمین ثم آمین۔

غزلیں دیکھیں، دو تین جگہ تصرف کیا۔ پہنچتی ہیں، رسید ضرور لکھئے گا اور اپنے بزرگوں کو میرا سلام و نیاز تمام کہیے گا۔ گو ملاقات مجھ سے نہیں ہے مگر

ان کے صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ مشہور ہیں، اور اوصاف جود و ہمت و کرم سے نزدیک و دور کے لوگ سب مسرور ہیں۔ میں بھی ایسے حامیان اسلام عالی ہمان والا مقام کا داعی خیر رہتا ہوں مجیب الدعوات قبول فرمائے۔ اور عمر و اقبال بڑھائے۔ ارباب دفتر امیر اللغات خصوصاً آہ و وسیم کہ میرے عزیز بھی ہیں بحکم عوا جہ تاشی سلام شوق کہتے ہیں۔ امیر احمد عفی عنہ

۱۸ جنوری سنہ ۹۰ء نمبر ۱۸۵

مکرما۔ نہایت کم فرصت ہوں۔ سراسری غزل دیکھی۔ ضروری تصرف کیا۔ زیادہ حاجت بھی نہیں۔ امید ہے کہ مجھکو اپنا داعی خیر سمجھکر ہمیشہ خیریت سے مسرور کیا کیجیے۔ امیر فقیر

۱۱ دسمبر سنہ ۹۶ء رامپور۔ دفتر امیر اللغات نمبر ۱۸۶

یادآور مخلصاں۔ سلام مشحون اخلاص مشحون۔ محبت نامہ خلعت نما آیا، آنکھوں کا نور دل کا سرور بڑھایا۔ آپ سات برس کے بعد اپنے چوکنے پر اظہار ندامت فرماتے ہیں وائے برحال اس غفلت کی نیند سونے والے کے جس کی عمر قریب ستر برس کے ہوئی اور وہ ایسی غفلت کی نیند سو رہا ہے کہ کروٹ ہی نہیں لیتا، وہ غافل کون ہے، سراپا تقصیر فقیر امیر جس کی موت کا وقت قریب آیا اور وہ روز بروز اپنے مولا سے دور ہوتا جاتا ہے اس کو توبہ و انابت کا خیال آتا ہے تو اس طرح جیسے خواب میں کسی سرمست

خواب کو کوئی لہر سی آجائے اور آنکھ کھلتے ہی اسے یہ بھی یاد نہ آئے کہ کچھ دیکھا تھا ایسے سراپا تقصیر سے معذرت خواہ ہونا اور بھی اسکو منفعل کرتا ہی۔ میں اپنی کوتہ قلمی سے خجل ہوں آپ کی عذر خواہی اور بھی مجھے نادم کر رہی ہی۔ میری کوتہ قلمی کی علت شدائد امراض عسر الزوال ہیں۔ دورے ایسے جلد جلد پڑتے ہیں کہ سلامت افعال میں بہت فرق آگیا ہی، دل و دماغ سے فکر کا کام کوئی نہیں ہو سکتا۔ شاعری کا مشغلہ بہت دنوں سے ترک تھا، اب تلامذہ کے کلام کی اصلاح بھی متروک ہی الا ماشاءاللہ رعشہ اپنے ہاتھ سے لکھنے نہیں دیتا لہذا یہ خط دوسرے سے لکھوایا گیا

مہر۔ امیر احمد ۱۲۹۵ھ بخط طغرا

نمبر ۱۸۷

ریاست رام پور۔ ۲۰۔ دسمبر ۹۶ء

مکرم دوستان۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ نامہ عنایت آیا اور نامہ منظوم اپنے ساتھ لایا۔ آپ کے اصرار نے مجھے مجبور کیا کہ باوصف نادرستی طبیعت میں نے اسے دیکھا اور کہیں کہیں محو و اثبات کیا بعض بعض شعر تو بہت ہی اچھے کہے ہیں۔ بارک اللہ۔ امیر فقیر

نمبر ۱۸۸

بندہ نواز۔ غزل کی نقل اس لیے بھجوائی کہ آپ نے غزل اپنے خط کی پشت پر لکھی تھی اور وہ پیارا خط ہیں کیونکر بھیج دیتا۔ آئندہ جب کبھی

کچھ بھیجیے۔ رسید ضرور لطف ہو تاکہ اطمینان ہو۔ امیر احمد

منشی نعیم الحق صاحب آزاد شیخ پوری کے نام

۱۴۔ نومبر ۱۸۹۱ء نمبر ۱۸۹

مجی! غزلیں آئیں، بیماری اور بیماروں کی پرستاری کی حالت میں دیکھیں، ماشاء اللہ طبیعت آپ کی اچھی ہے، خدا عمر میں برکت دے رشک مرحوم نے کس کتاب میں تانیث وتذکیر حروف تہجی کا ذکر کیا ہے اس کتاب کا نام ونشان ضرور لکھیے اور اگر آپ کے پاس ہو تو چند روز کو مستعار مجھے دیجیے۔ میرے نزدیک "میم" ضرور مذکر ہے اور میں نے مذکر ہی کیا ہے "سن" بمعنی سال کہیں نہیں نکلتا، فارسی میں بہت تلاش کیا کوئی سند قابل اعتبار نہ ملی۔ ان معنی میں سنہ ہے، اردو میں بغیر ترکیب اگر سن بمعنی سال کوئی کہے تو تاویل ہو سکتی ہے محققین اس کی جگہ سال کہتے ہیں۔ "مردم دیدہ" مذکر ہے۔

ولایتی کاغذ پر امیر اللغات کے حصہ اول کی قیمت سات روپے اور دیسی کاغذ پر چھ روپے ہیں۔ امید کہ غزلوں اور خط کی رسید سے مطمئن کیجیے۔ داغ کی کیفیت کامیابی دکن مجھے بخوبی معلوم ہے۔ ان کے خطوط اکثر آتے رہتے ہیں۔ امیر فقیر

۹۔ دسمبر ۱۸۹۱ء نمبر ۱۹۰

مجی سلام مسنون۔ مہربانی نامہ مع دو غزل اصلاح طلب کے آیا،

ممنون و مسرور کیا۔ غزلیں دیکھکر بھیجی جاتی ہیں۔ یہ بات دریافت ہونے سے
بہت جی خوش ہوا کہ آپ تذکرۂ شعراء موسوم بہ چشمۂ خضر لکھ رہے ہیں۔
خداوند تعالیٰ اسکو حسن و خوبی کے ساتھ اختتام کو پہنچائے۔

اس ریاست میں ایک تاریخ لکھی جاتی ہو اس میں کسی قدر میرا حال
بھی قلمبند کیا گیا ہو، میں حسب فرمائش آپ کے اس سے نقل کراکے متعاقب
بھیجوں گا۔ فرصت ہوتی نہیں کہ چشمۂ خضر کی تاریخ کہوں، اگر موقع ملے گا اور
موانع مرتفع ہوں گے تو فکر کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔ امیر فقیر

۷۔ نومبر ۱۸۹۲ء نمبر ۱۹۱

دلنوازا امیر فقیر محمد نعیم الحق صاحب آزاد سلّمکم اللّٰہ القدیر۔ سلام مسنون
میں اس زمانے میں سخت علیل رہا اور اب تک ان عوارض صعبہ سے نجات
نہیں۔ آپ کی تحریریں آئیں ضرور مگر پریشانی خاطر سے نہیں معلوم کہ
کے قطعہ خط آئے اور ان میں کیا کیا کلام تھا۔ اہل دفتر نے اس زمانے
میں میرے نام کی تحریریں لیں بعد صحت جو کچھ مجھے ملیں گی ان کو بسر و چشم
دیکھوں گا۔ امید ہو کہ حالت ناسازی طبیعت میں آپ مجھے معاف
رکھیں طرح گلیں کی غزل البتہ مجھے سردست سن لینا ضرور ہی ہو اس کو
انشاء اللّٰہ جلد سنوں گا۔ خوبصورت نیا تخلص بغیر قید تاریخ کے بھی کم ملتا ہی
آپ اس میں اور قید تاریخ کی لگاتے ہیں۔
اس زمین میں میرے پاس بکثرت غزلیں آئیں اور یہاں بھی جو لوگ

مجھے کلام دکھاتے ہیں انھوں نے کہیں آپس میں شعر اور مصرع متوارد جو دیکھے گئے ان کو کبھی کسی کی غزل میں کاٹ دیا کبھی کسی غزل میں۔ وجوہ ترجیح پر بھی نظر کی گئی کہ بندش کس کے یہاں اچھی ہے۔ آپ کی غزل میں بھی جو شعر متوارد ہوں گے ان کو نکال ڈالیے گا اس لیے کہ جن لوگوں کی غزلیں جا چکیں ان کے کلام سے اب نکالنا ممکن نہیں۔ احتیاطاً یہ مضمون آپ کو لکھ دیا۔

امیر فقیر

۹ فروری ۱۹۲۳ء رامپور اسٹیٹ　　　　نمبر ۱۹۲

محبی۔ سلام مسنون اخلاص و دعائے مشحون۔ محبت نامہ مدت کے بعد آیا ممنون و مسرور یاد آوری کیا۔ آپ اپنا تخلص صفیر کی جگہ آزاد قرار دیتے ہیں، میں بھی پسند کرتا ہوں، واقعی صفیر بلگرامی ایک مشہور شخص تھے۔

چشمۂ خضر کا جزو بجنسہ بستے میں بندھا ہوا ہے اب تک ایک حرف دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ میں اپنے امراض و افکار میں ایسا گھرا رہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ چار شعر کی غزل دیکھنا بھی دشوار ہے، روزمرہ دو چار دس پانچ غزلیں ڈاک میں آتی ہیں یا تو معذرت کے ساتھ واپس جاتی ہیں یا بستے میں بندھ جاتی ہیں۔ میری حالت قابل عفو ہے۔ امید کہ اپنی خیریت سے کبھی کبھی مسرور فرماتے رہیے۔

امیر فقیر

نمبر ۱۹۳ — رامپور اسٹیٹ دفتر امیر اللغات۔ ۲۱ اپریل ۱۸۹۳ء

مجھی زاد لطفکم سلام مسنون "سیر غلوت" کے بھیجنے کی اجازت کیا دوں اور اس کے دیکھنے کا اقرار کیونکر کروں، جب افکار و آلام و امراض سے ایک غزل بھی دیکھ لینا دشوار ہوتا ہو مجھے مجبور اور معذور سمجھکر معاف فرمایئے آپ کی غزل اگر پہنچی ہوگی تو اصلاح کے بستے میں رکھی ہوگی مجھے ابتک اس کے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ جب گلچین کے چھپنے کا وقت آئے گا دیکھکر بھیجدی جائے گی۔

میں نے اب یہی مشرب اختیار کر لیا ہو کہ "آئی" اور "آئے" اور "گئی" اور "گئے" سب میں دُہری "ی" خیال کیجائے اور ۲۰ عدد لیے جائیں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ "آئے" میں ۱۰ عدد اور "آئی" میں ۲۰ عدد شمار کیے جائیں مگر اب بعض وجوہ سے یائے معروف دونوں کے ۲۰ قرار دیے ہیں۔ اگر آپ کو یہ مشرب پسند آئے تو آپ بھی اختیار کیجیے۔ اور جلال نے "آئی" میں ۱۰ عدد نہیں لئے ہیں بلکہ ۲۰ عدد لئے ہیں البتہ "ہوئی" میں "ی" نہیں لکھی ہے، واؤ کو اضافت دی ہے چنانچہ دیوان میں بھی بغیر "ی" کے چھپوایا ہو اور اقاد و تاریخ میں بھی اس سے بحث کی ہو مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا۔

امیر فقیر

نمبر ۱۹۴ — رامپور۔ ۳۱۔ دسمبر ۱۸۹۳ء

محب دلنواز من السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مدت کے بعد مہربانی

آیا، اور آپ کی خیریت سے مسرور ہوا۔ مثنوی آپ کی پہنچی جہاں صدہا احباب کا کلام بند رکھا پڑا ہے اسی بستے میں اس کو بھی جگہ دی گئی۔ میری معذوری و مجبوری کا حال آپ پر حالی ہے۔ لہذا سوا اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ جب کبھی اور احباب کا کلام دیکھنے کی نوبت آئے گی اسوقت یہ مثنوی بھی دیکھی جائے گی۔ میں آپ کے اخلاق کا جس قدر شکر گزار ہوں اس سے کہیں زیادہ اپنے قصور خدمت گزاری سے شرمسار ہوں۔ زیادہ دعا کے سوا کیا لکھوں۔ امیر فقیر

رامپور۔ ۲۸۔ فروری ۱۸۹۶ء نمبر ۱۹۵

دل کی افسردگی کے وقت امیر سیر خلوت ہے سیر کے قابل

عیسوی ہے یہ مصرع تاریخ سیر خلوت گرہ کشائے دل ۱۸۹۹

مجھی سلام مسنون اخلاص مشحون۔ اپنی مثنوی کی تاریخ لیجیے اور تاخیر کا عذر قبول کیجیے۔ علاوہ امراض مزمنہ کے بسبب ماہ مبارک رمضان کے کوئی کام مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا اس پر بھی کام سے کسی وقت فرصت نہیں ہوتی میرا دوسرا عاشقانہ دیوان زیر طبع ہے۔ آغاز شوال میں چھپ کر تیار ہو جائے گا۔ اس کا اشتہار بندہ زادہ کو چک کی طرف سے دیا گیا ہے۔ چند قطعے آپ کو بھی بھیجتا ہوں۔ امید کہ حتی الامکان اشاعت و شہرت و تشویق و ترغیب میں کوشش کرکے مجھے ممنون کیجیے اس سے زیادہ آپ سے دلسوز کو لکھنے کی حاجت نہیں۔ امیر فقیر

رامپور ۔ ۱۳ جنوری ۱۸۹۹ء — نمبر ۱۹۶

مجی ۔ کارڈ پہنچا ۔ مثنوی کا چھپوانا مبارک ہو ۔ سرسری فکر میں ایک تاریخ تالیف کی نکلی ہے بھیجتا ہوں ۔

محو حیرت ہیں امیر اہل نظر — کچھ عجب تاثیر حسن و عشق ہے
مثنوی کو دیکھکر نقاش فکر — بول اٹھا تصویر حسن و عشق ہے

امیر فقیر

منشی جمیل احمد صاحب شاداں فتحپوری کے نام

۱۷ ۔ نومبر ۱۸۹۲ء — نمبر ۱۹۷

مجی سلمکم اللہ تعالیٰ ۔ سلام مسنون و دعا مشحون ۔ فقیر ناتواں بیمار ہے کئی بیماروں کا پرستار ہے ۔ شاعری صحت و طاقت کی طرح پیرانہ سالی میں رخصت ہو گئی آپ کی غزل دیکھکر بھیجتا ہوں ۔ ماشاء اللہ آپکی طبیعت اچھی ہے ۔ بارک اللہ فی عمرکم ۔ رسید سے مطلع کیجیے گا ۔ امیر فقیر

۱۱ ۔ ربیع الآخرہ ۱۳۱۸ھ — نمبر ۱۹۸

مجی ۔ دعا و سلام ۔ میں آج کل مریض ہوں اور امراض ایسے ہیں کہ سخت بیچین ہوں ۔ چونکہ یہ غزل طرح گلچیں کی تھی اس لیے میں نے اس حالت میں بھی دیکھکر اصلاح دی ۔ ماشاء اللہ غزل اچھی کہی ہے صاد کی شعر صاف کر کے گلدستے میں بھیجے جائیں ۔ کاغذ آپ نے بہت بڑا

اور کھرا اختیار کیا ہے۔ آئندہ سے سفید اور چکنے کاغذ پر لکھا کیجیے۔ لفافہ آپ کا بیرنگ ہوگیا تھا۔ دوسری غزل وقت صحت دیکھی جائیگی۔ امیر فقیر

جناب قاضی عبدالجمیل صاحب مرحوم رئیس بریلی کے نام

نمبر ۱۹۸

۱۷ شوال ۱۳۱۵ھ

مکرم و محترم مجمع الطاف اتم دام بالمجد والکرم۔ تسلیم و نیاز پذیرا ہو نورچشم محمد احمد سلمہ ربہ کے بچے کی آنکھ میں مدت سے کچھ ایسی خرابی ہے کہ باوجود متواتر علاج کے صحت نہیں ہوتی۔ فی الحال یہاں کے ایک ہندوستانی ڈاکٹر نے تجویز کیا ہے کہ گوشہ چشم کے قریب کا ایک سوراخ بند ہوگیا ہے جس سے رطوبات دماغ کی طرف نکلتے ہیں اور وہ بغیر سلائی ڈالے ہوئے کھل نہیں سکتا۔ چونکہ ڈاکٹر موصوف کی تشخیص پر اطمینان کلی نہیں ہے لہٰذا ان کی رائے پر عمل کرنے کی مبادرت نہیں ہو سکتی بلکہ بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی اعلیٰ قسم کے ڈاکٹر کو دکھلا کر ان کی رائے لیجائے۔ لہٰذا مکلف خدمت عالی ہوں کہ اس امر سے مطلع فرمائیے کہ بریلی میں آنکھ کے علاج کرنے والے کوئی صاحب عمدہ لیاقت اور صداقت کے موجود ہیں یا نہیں اور آپ سے ان سے اسقدر رسم بھی ہے کہ میں ایک روز کے واسطے اس بچے کو بھیج دوں اور وہ تشخیص کر دیں۔ بعد تشخیص ہونے کے پھر ممکن ہے کہ تعمیل کیجائے۔

امیر احمد امیر مینائی

از ریاست رامپور روہیلکھنڈ۔ ۲۴ جولائی سنہ ۹۶ع نمبر ۱۹۹

مخدوم و مکرم معظم و محترم جناب قاضی صاحب زاد الطافکم۔

تسلیم و تکریم۔ مکرمت نامہ صادر ہوا اور سرموں کی پارسل بھی پہنچا۔ سپاس گزار ہوں اور ہمیشہ الطاف و اعطاف کا امیدوار۔

سرموں کا امتحان اپنی آنکھوں کے ساتھ کر رہا ہوں جو سرمہ آنکھ سے موافق ہوگا آپ کی خدمت میں اطلاع دونگا تین دن میں نے کحل الجواہر کا استعمال کیا اس سے تو کوئی نفع نہ معلوم ہوا آج سے آپ کے دوست کا دیا ہوا سرمہ لگانا شروع کیا ہی تین دن اسکو بھی لگا کر دیکھوں گا۔ آنکھوں میں نمی اور حرکت لطیف کہ فوراً پلکوں پر آکر خشک ہو جاتا ہی اور ضعف بصر اور حالت کمنیت جو ایک مرض خاص ہوا اور کتب طبیہ میں مذکور ہی ان سب کی شکایت مجھکو ایک برس سے ہی۔ دو چار مہینے سے خود بخود یہ کیفیات کم ہو گئی تھیں آغاز موسم برشگال سے پھر زیادتی ہی۔ اشتہار سرمے کا جو مرحمت ہوا اسکو باحتیاط رکھ لیا ہی۔ کئی اشتہاروں کے سرمے تو منگوا چکا ہوں اس کو بھی منگواؤں گا۔ زیادہ سوائے شکرگزاری کے کیا لکھوں۔ فرزند ارجمند کی خدمت میں سلام و دعا پہنچے اطفال تسلیم گزار ہیں۔ فقط۔

آپ کا منت پذیر۔ امیر فقیر عفی عنہ

رامپور اسٹیٹ۔ دفتر امیر اللغات۔ ۱۹ اگست سنہ ۹۶ع روز شنبہ نمبر ۲۰۰

مکرم و محترم جناب قاضی عبد الجمیل صاحب زاد اخلاقکم۔ سلام

مسنون اخلاص و نیاز مشحون۔ فقیر حقیر کی ایک لڑکی حیدر آباد سے
آنے والی ہو اس کے ساتھ اور بھی اس کے ہمراہی پانچ سات
عورتیں ہوں گی، ایک چھوٹا بچہ ہو منجملہ ان آدمیوں کے اس کی انا
بھی ہو۔ لطیف احمد بندہ زادہ اوسط سواریاں لینے گیا ہو۔ اسوجہ
سے کہ مراد آباد سے رام پور تک کی راہ میں دو دریا پڑتے ہیں جن پر
اس موسم میں پل نہیں ہو اور بریلی سے یہاں تک راہ ناموں ہو
میں نے لطیف احمد سے کہدیا ہو کہ بریلی کے اسٹیشن پر اُتریں اور
ایک منزل کی جگہ دو منزل خشکی کی گوارا کریں۔ اگر وہاں یہی صلاح
قرار پائی تو راہ سے مجھے تار آئے گا اور میں بذریعہ خط خواہ بذریعۂ تار
آپ کی خدمت میں اطلاع دونگا کہ آپ براہ نوازش قدیمانہ چند باتوں
کا بندوبست فرمادیں۔ ایک ہلکا اور مضبوط میانہ جس پر دو زنانی
سواریاں بآسایش بیٹھ سکیں اور ایک کافی وسعت کی ڈولی جسپر
بچے کی انا بچے کو لیکر بیٹھ سکے وقت معہود پر اسٹیشن پر مہیا فرمادیں
اور احتیاطاً ایک مکان مختصر خالی رکھیں کہ اگر یہ مسافران منزل
دور و دراز دو چار پہر آسایش لینے کے واسطے اُترنا چاہیں تو اسمیں
اُتر پڑیں اور جس قسم کی مدد یہاں آنے کے واسطے کہاروں وغیرہ
کی ان کو درکار ہو اس میں توجہ فرمانے کی بھی آپ سے امیدواثق
ہو۔ زیادہ تصدیع کی حاجت نہیں۔ صاحبزادہ بلند اقبال کو دعائیں
فرزندان فقیر تسلیم رساں ہیں۔ امید ہو کہ جواب سے جلد مطلع

فرمایا جاؤں۔ فقیر حقیر امیر احمد امیر

رام پور افغانان۔ ۱۵ ستمبر ۱۸۹۳ء نمبر ۲۰۱

مکرم و محترم جناب قاضی صاحب زادت مکارمکم۔ سلام مسنون اخلاص و نیاز مشحون۔ مکرمت نامہ میرے نامہ ہائے نیاز کے جواب میں صادر ہوا تھا۔ مجھے انتظار تھا کہ جن عزیزوں کے اتارنے کا بریلی میں بندوبست کرنا ہے ان کا تار تعین وقت کے ساتھ آجائے تو آپ کی خدمت میں اطلاع کروں۔ اس وقت راہ سے تار آیا کہ منگل کا دن گزر کر شب کی ریل میں بریلی پہنچیں گے۔ میں احتیاطاً میر ناصر علی اپنے ایک معتمد کو کہ مثل میرے عزیزوں کے ہیں یہ نامۂ نیاز دیکر آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ جس جس قسم کی ضرورت مرکبوں اور کہاروں اور مکان فرودگاہ کی درپیش ہو ان سب کا تکفل آپ کی توجہ سے ہونا چاہیے اور مستعدی سے اسٹیشن پر مع سواریوں کے حاضر باشی اور دو تین وقت تک ریل گاڑیوں کی نگرانی میاں ناصر علی کے ذمے ہے۔ مزید احتیاط کے واسطے ایک کارڈ ڈاک پر بھی آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔ آخر میں آپ کی مزاج پرسی اور آپ کی عنایتوں کی شکرگزاری کرتا ہوں۔ صاحبزادۂ بلند اقبال کو دعائیں۔ بندہ زادگان عقیدت نشان تسلیم رساں ہیں۔ امیر احمد عفی عنہ

رامپور اسٹیٹ - دفتر امیر اللغات - ۳۰ ستمبر ۹۳ء نمبر ۲۰۲

مجمع اخلاق و کرم جناب قاضی صاحب زاد عنایتکم سلام و اخلاص و سپاس انضمام کے بعد مدعا نگار ہوں کہ نور چشم لطیف احمد مع قافلہ آپ کے اشفاق کریمانہ کے شکر گزار آئے - الحق آپ کی ذات ستودہ صفات اخلاق محمدی و اشفاق اسلامی میں یادگار اسلاف کرام ہے حق تعالیٰ آپ کے انفاس میں برکات روز افزوں عطا فرمائے اور ہمیشہ مکروہات سے محفوظ اور مرغوبات سے محظوظ رکھے یہی سپاس نامہ آپ کے فرزند ارجمند کی نظر سعادت اثر سے بھی گزرے اور دعائے ترقی عمر و علم و اقبال پہنچے ؎

از دست فقیر بینوا ناید ہیچ   جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

آپ کا منت پذیر - امیر فقیر

ریاست رامپور - ۲۸ دسمبر ۹۹ء روز پنجشنبہ - نمبر ۲۰۳

جناب قاضی صاحب مجمع مکارم فراوان سراپا لطف و احسان دام بالمجد و الکرم - سلام نیاز انضمام کے بعد التماس ہے کہ بندہ زادہ کوچک محمد مسعود احمد انٹرنس میں امتحان دینے کی ضرورت سے کالج کے بورڈنگ ہوس میں ۱۳ دسمبر سے ۱۰ جنوری تک مقیم رہے گا - میری خوشی تو یہ تھی کہ آپ ہی کے مکان راحت نشان پر قیام ہوتا مگر اس کے مصالح متعلق امتحان اس کو بورڈنگ ہوس کے قیام پر

مجبور کر رہے ہیں اور وہ ضعیف البنیان اور اس زمانے میں محنت کی وجہ سے نہایت ناتوان ہو رہا ہے۔ کوئی عنوان اس کی راحت اکل و شرب کا اس سے بہتر نظر نہیں آتا کہ اگرچہ وہ بورڈنگ ہوس میں رہے مگر باعتبار ماکل و مشارب کے آپ ہی کا مہمان ہو۔ کسی طرح کا تکلف اس کے لئے نہ فرمایا جائے، صرف سالن اور روٹی اور تسم کے واسطے کھیر یا دودھ میں نان پاؤ ہو۔

نمبر ۲

ملاذا جس طرح میں نے بنظر اخلاص و نیازمندی بے تکلفانہ آپ کو اس امر کی تکلیف دی ہے امید کرتا ہوں کہ اسی طرح آپ بھی تکلف نہ فرمائیں اور اپنے ناتوان بچوں کے مثل تصور فرما کر پرہیزی کھانا اپنے آدمی کے ہاتھ اوقات معینہ پر کالج میں بھجوا دیا کریں محل اقامت سے وہ خود آپ کو آگاہ کرے گا۔ زیادہ سوائے منت پذیری کے کیا عرض کیا جائے۔ آپ کے فرزند ارجمند قاضی خلیل الدین صاحب کو سلام مسنون دعا مشحون۔ اطفال عقیدت خصال تسلیم گذارہیں۔

فقیر امیر احمد امیر مینائی

قاضی محمد خلیل صاحب حیران رئیس بریلی کے نام

نمبر ۲۰۵

سعید سرہلا خلیلی قاضی محمد خلیل صاحب سلمہ اللہ الجلیل بسلام شوق
کارڈ آیا ممنونِ یاد آوری کیا "آنچل" اور "دامن" کے جھگڑے میں
میری یہ رائے ہے کہ دوپٹے اور اوڑھنی وغیرہ اوڑھنے کی چیزوں میں
آنچل کہنا چاہیے۔ اور قبا، عبا وغیرہ پہننے کی چیزوں میں دامن کہنا
چاہیے مگر شعر مبحوث عنہ کی تصحیح یوں ہو سکتی ہے کہ شعرا نے گوشۂ دامن کو
بھی آنچل کہا ہے چنانچہ اس کو میں نے امیر اللغات میں کسی قدر تفصیل
سے لکھا ہے اور یہ دو شعر سند کے بھی آنچل کے لغت میں درج کیے ہیں۔

میر: آنچل اس دامن کا ہاتھ آتا نہیں ✻ میر دریا کا سا اس کا پھیر ہے
نسیم: دھیان دانتوں کا جو آیا تو یہ سوجھی تشبیہ ✻ صبح نے منہ پہ لیا دامنِ شب کا آنچل

ساعت اور گھڑی ساعت کے قافیے میں احتیاط تو مقتضی اسکی
ہے کہ ..... شاعر بلا ضرورت شدید وہم التباس سے بھی بچے مگر جواز
ثابت کرنے کے لیے بہت سے اشعار شعرائے فارسی و اردو کے
مل گئے جن میں انھوں نے جائز کر لیا ہے، جیسا کہ بحر نے یہ مطلع کہا ہے

بحر: درویشی طریقہ ہے رسول اللہ کا ✻ باندھیے تسمہ کمر میں بسم اللہ کا

جناب قاضی صاحب کی خدمت میں میری طرف سے تسلیم۔

امیر احمد عفی عنہ

رامپور - ۲۲ - محرم ۱۳۲۰ھ ہجری نمبر ۲۰۶

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ گرامی شان رشد و سعادت آئین قاضی
خلیل الدین صاحب سلمکم الواہب۔ دعائے صلاح و فلاح دارین۔
اس وقت سید جواد علی صاحب کے کارڈ سے وفات قاضی عبدالجمیل
صاحب معلوم ہوئی۔ اس خبر نے مجھکو دنیا سے بے خبر کردیا۔ ایسا قلق
ہوا کہ اس کی تعبیر کو الفاظ نہیں ملتے۔ جناب مرحوم سے کریم النفس
یادگار سلف، حامی اسلام، دلنواز عام کہاں پیدا ہوتے ہیں بایک
بڑی خوش نصیبی ان مرحوم کی یہ ہو کہ آپ سا سعید خلف الرشید دنیا میں
یادگار چھوڑا۔ اب آپ کی ذات کریم الصفات ان کی قائم مقام ہو
حق تعالیٰ ان مغفور کو غریق دریائے رحمت فرمائے اور آپ کی
عمر اقبال کے ساتھ بڑھائے، اس وقت افسردہ دلی اور کچھ
لکھنے نہیں دیتی۔ فقیر امیر احمد امیر

منشی امتیاز احمد خانصاحب راز کے نام

ریاست رامپور۔ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء نمبر ۲۰۷

پیارے۔ خدا کرے تمھاری طبیعت اچھی ہو اور تم حالت سرور
و عافیت میں ہو۔ یہ شکایت نامہ دیکھکر منتظروں پر ترس کھاؤ۔
شکایت مجھے اس کی ہو کہ کاربرآری درکنار، اچھے صاحب نے وہ
کوتہ قلمی اختیار کی جس کی مردان ذی مروت و ذی قوت سے امید

نہیں ہوسکتی۔ اگر میں جانتا کہ اظہار مطلب مجکو ایسا متبذل کردے گا
تو رجوع ہی نکرتا اس واسطے کہ رجوع کا محصل اپنا متبذل ہوجانا،
اللّٰھم احفظنا من ھذہ الذلۃ۔ اسی کے ساتھ تم سے بھی شکایت
ہے کہ کیسا ضروری خط بھیجا مگر جواب ندارد۔ میرے عجز کی حالت
اس بیپروائی کو مقتضی نہیں۔ جواب باصواب جلد بھیجو اور جس
پیرایہ میں مناسب ہو اچھے صاحب سے بھی دوستانہ شکایت کرو۔ امیر فقیر

ریاست رامپور۔ یکم جون سنہ ۶۶ء — نمبر ۲۰۸

پیارے راز، عمر دراز۔ نامہ سعادت شمامہ آیا۔ میں نے تمھاری
جگہ اس کو پیار کیا، آنکھوں سے لگایا۔ خداوند تعالیٰ تمھارے عمر و
اقبال میں برکت دے۔ اور صحت و عافیت دارین نصیب کرے۔
نصیب اعدا تمھاری علالت دریافت ہونے سے پریشانی ایک سے
ہزار ہوگئی۔ خط میں جو معمولی دیر ہوئی مجھے تردد تھا کہ علت کیا ہے۔
آخر علت نکلی جو حالت تشویش میں باعث مزید تشویش ہوئی۔ جس وقت
سے خط آیا ہے ہمہ تن مصروف دعائے صحت ہوں۔ شافی برحق سے
امید ہے کہ اب شفا حاصل ہو چکی ہوگی۔ امید کہ جسقدر جلد ممکن ہو
اپنی حالت اور مژدہ عافیت سے داعی خیر کو مطمئن کرو۔ جیسے صاحب
شکار سے آجائیں تو اب حالت میری اس کی مقتضی ہے کہ جس طرح
ممکن ہو ان سے کام نکالنے میں کوشش کرو۔ حاجت جس قدر ہے اول

جو حال ہی تم سے کچھ پوشیدہ نہیں ہی جیسا مناسب سمجھو اُن سے کہو۔ تمھاری ہی رائے پر اور تمھاری ہی کوشش پر میں نے اپنے کام کو حوالہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تمھاری سعی مشکور کرے۔

تعجب ہی کہ سرکار عالیہ نے گزارش کی عبارت بغور ملاحظہ فرمائی اور پھر کچھ نہ فرمایا۔ تہنیت عید اضحیٰ میں ایک قصیدہ جناب وزیر صاحب کے توسط سے میں نے پھر بھیجا ہی، اس کے پہنچنے اور پیش ہونے کا کچھ حال ابتک معلوم نہیں ہوا، تم اگر صحیح ہوتے تو کھوج نکالتے، اللہ کرے تمھاری طبیعت اب بالکل اچھی ہو۔

وسیع مکان میری گزر کے قابل باوجود کمال کوشش کہیں دستیاب نہوا۔ ورنہ اس زمانے میں جس کرایہ کو ملتا بنا جاری لیا جاتا بنا جاری ہیں اپنی ذات سے خانقاہ معصومی کا مجاور ہوا اور اہل و عیال کو حافظ عبدالحی والے مکان میں جو میاں صاحب کے مکان سے جانب جنوب متصل سڑک ہی بھر دیا۔ اسباب حتیٰ کہ کتابوں کی الماریاں بھی سب کھنڈ سار کی زمین پر کھلے میدان میں ہیں اور جہاں تک ممکن ہی کوشش کر رہا ہوں کہ اسی زمین کی تعمیرات کہنہ میں کسی عنوان سے صلاحیت برسات بسر کرنے کی نکلے مگر روپیہ بہم پہنچانے میں کچھ بس نہیں چلتا۔ حرکات مذبوحی اور تپش بسملانہ سے اب تک اسقدر ہوا ہی کہ اس احاطے کی چار دیواری خام بن گئی ہی۔ ہر روز تمھاری اور حبیب صاحب کی تحریر کا انتظار رہتا ہی۔ باسباب ظاہر سر دست

اور کہیں سے امید گرہ کشائی معلوم نہیں ہوتی فقط۔ امیر فقیر۔

نمبر ۲۰۹

پیارے راز۔ عمر دراز۔ اب تو تمھاری تحریر بھی شاہد مقصود کی طرح منھ چھپانے لگی، ایک تسکین کا سہارا تھا وہ بھی گیا۔ باوصف اس بات کے جاننے کے کہ میں تمھارے خط کا کس قدر مشتاق رہتا ہوں اور پھر خط نہ لکھنا تمھیں کہو ستم ہی کہ نہیں۔ خدا کرے مانع بخیر ہو اور اور تم خیر و عافیت سے ہو۔ جمیس صاحب نے تو کوئی تحریر مجھے نہ بھیجی نہ آئندہ بھیجنے کی امید نظر آتی ہی، خدا جانے اس کی علت کیا ہی۔ بے التفاتی ہی۔ یا عدم کارروائی کی خجالت۔ وزیر صاحب سے جواب خط ملنے کی تو پہلے ہی امید نہ تھی۔ آخر وہی ہوا۔ خیر، کوئی لکھے یا نہ لکھے تم تو تسکین افزائی میں کمی نکرو میں اسی حالت کے ساتھ زندہ ہوں اور تمھارے حق میں دعا کرتا ہوں۔ قیمت دیوان کے واسطے پھر متکلف ہوں کہ جس قدر فراہم ہو گئی ہو جلد بھیجدو۔ باقی خیریت۔ سب چھوٹے بڑے داجب رساں ہیں۔ پانی نہ برسنے سے یہاں کی خلقت تباہ ہو رہی ہے اللہ رحم کرے۔ تمھارا داعی خیر امیر فقیر

نمبر ۲۱۰

پیارے راز۔ سلام و دعا۔ عقل و شعور کا رجسٹری شدہ پمفلٹ مجھے ملا

اور تمھاری تحریر محبت خمیر بھی مجھے پہنچی۔ میں تمھاری سعادتمندی سے مسرور اور عقل و شعور کے پہنچنے سے حضرت برہم اور تمھارا دونوں کا ممنون ہوں۔ حافظ جلیل حسن وطن میں سخت بیمار ہوگئے ہیں۔ میرا دل ہر وقت دھڑکتا ہے۔ دعا کے سوا کیا چارہ ہے۔ بھائی تم بھی دعا کرو۔ سب دوست عزیز ما وجب گزار ہیں۔ حضرت برہم کو سلام اور سپاس گزاری فقط۔

امیر فقیر

حافظ غلام احمد صاحب فروغی کے نام

رامپور۔ ۶۔ نومبر ۱۸۹۳ء　　　　نمبر ۳۱۱

دلنواز۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ مہربانی نامہ آیا ممنون یاد آوری کیا۔ آپ اپنے مشاعرے کے لیے مجھ سے غزل طلب فرماتے ہیں۔ میں اس زمانہ میں بہت ہی رنجور اور معذور ہو رہا ہوں خود بیمار اور کئی بیماروں کا پرستار رہتا ہوں۔ جو وقت فرصت و اطمینان کا ملتا بھی ہے وہ امیر اللغات کی تالیف و تصنیف میں صرف ہوتا ہے۔ شعر و سخن کا مشغلہ مجھ سے بالکل چھوٹ گیا ہے۔ آپ کے حسن اخلاق سے امید ہے کہ عذر میرا قبول کر کے مجھکو معاف فرمائینگے

امیر فقیر۔

ریاست رامپور۔ ۲۰۔ نومبر ۱۸۹۳ء　　　　نمبر ۳۱۲

دلنواز دوستان زادت اخلاقکم سلام مسنون اخلاص و نیاز

مشحون۔ عنایت صحیفہ آیا اور اپنے ساتھ عمدہ ہدیہ لایا۔ نصاب کا
نسخہ جو تحفۃً آپ نے مرحمت کیا میں نے خوش ہو کر اس کو قبول کیا۔
میں نے دو چار ورق الٹ کر دیکھے۔ کتاب آپ نے بہت اچھی اور
مفید لکھی ہے۔ مرزا غالب مرحوم کا قادرنامہ بھی میری نظر سے گزرا ہے
آپ کے یہاں بہت سی باتیں بڑھی ہوئی ہیں۔ حسن وانسجام کے
علاوہ بڑی خوبی یہ ہے کہ الفاظ روابط بہت ہی کم آئے ہیں۔ ان شاء اللہ
یہ کتاب مقبول خاص وعام ہوگی۔

میری رنجوری و معذوری کی وہی حالت ہے جو لکھ چکا ہوں۔
مجھے ذرا بھی صحت و اطمینان ہوتا تو آپ کی فرمائش کی خوشی سے تعمیل
کرتا۔ آپ کے اصرار اور اپنی حالت سے نہایت محجوب ہوں۔ اخلاق
سامی سے امید ہے کہ میرا عذر قبول کرکے میری خجالت مرتفع فرمائیں
گے۔ فرزندان واحباب فقیر واجب گزار ہیں۔ منت پذیر امیر فقیر

حضرت طاہر فرخ آبادی کے نام

۲۰۔ ربیع الاول ۱۲۷۱ ہجری۔ ۸۔ جنوری ۱۸۵۵ء۔ لکھنؤ کٹرہ ابوتراب خاں [۲۱۲]
شفیق یاد آور مخلصاں سلامت۔ سلام مسنون۔ غدر میں اموال
بھی تلف ہو گئے جانیں بھی سیکڑوں ضائع گئیں۔ یہ تو ادنیٰ کیفیات
تھے۔ مگر تجربے سے معلوم ہوا کہ غارتگروں نے ہمتیں بھی لوٹ لیں
صفات قدیمہ بھی خیرباد کہکر سدھار گئے، محبت کا نشان بھی نہ باقی رہا

ہمدردی ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی، قوتیں سلب ہوگئیں، حافظے
کام کے نہیں باقی رہے۔ میرا بھی یہی حال ہوا، حافظے میں مطلق
قوت نہیں رہی۔ اسی زمانے سے ریاست رامپور کو چلا جانا ہوا وہاں
جاکر دنیا ہی نئی دیکھی اور رئیس کے التفات نے شب و روز میں کسی
ساعت کو خالی نہ چھوڑا۔ مع‌ہذا بسبب تاہل کے اپنے افکار نے بھی کچھ
حصہ وقت کا دبالیا۔ اس وجہ سے فرصت نہ ملی کہ یاران قدیم و مخلصان
صمیم کو یاد کرتا اور یہی باعث ہوا کہ آپ کو بھی کبھی کچھ نہ لکھ سکا۔ اب
مخدومی و محترمی جناب حکیم محتشم علی صاحب کے ذریعہ سے مدت دراز
کے بعد آئینہ رابطۂ قدیم کا زنگ چھوٹا اور نئی جلا دی گئی۔ یعنی آپ کا
عنایت نامہ جس میں کچھ فقیر کا ذکر ہی ملا، میں نے سوچکر آپ کی تصویر
خیالی ذہن میں کھینچی اور محبت دیرینہ کا مزا اٹھایا۔

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

رہنما اخبار بندہ زادہ کلاں نے بے شغلی سے تنگ آکر جاری
کرنے کا قصد کیا ہی، دو اشتہار اس کے بھی بھیجتا ہوں اور گلدستہ بعض
احباب نے شائع کرنے کا ارادہ کیا ہی، میں نے بھی تبقاضائے

خیال خاطر احباب چاہیئے ہردم   انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

ان کے پاس خاطر سے حتی الوسع اعانت کرنے کا وعدہ کرلیا ہی
فقیر زادہ یعنی منشی محمد احمد میرے حکم کے موافق اس کے انصرام کا کفیل
ہوا ہی۔ اس کے بھی چند قطعہ اشتہار بھیجتا ہوں۔ کسا دبازاران چیزونکی

قدر دانی کا بیشک آپ کی تحریر سے بھی زیادہ ہی مگر تاہم ؎

ہنوز آں ابر رحمت درفشان ست — خم و خمخانہ با مہر و نشان ست

تلاش و کوشش ہوگی تو بہت نہ سہی تھوڑے ہی سہی قدرشناس پیدا ہو جائیں گے۔ یہ تحریر فرمانا آپ کا کہ میرا کلام اساتذہ کے اشعار کے سامنے کیا وقعت پیدا کرے گا دلیل کمال ہی اس لیے کہ کمال آدمی کو ضرور ہی منکسر کردیتا ہی۔ امید ہی کہ اس گلدستے کو اپنا ذاتی گلدستہ تصور فرما کر ہمیشہ اس کی حسن افزائی ملحوظ رہے اور کلام تازہ انتخاب کے بعد عنایت ہوا کرے ثم التسلیم۔ محمد احمد تسلیم گزارا ہی۔

راقم امیر احمد عفی عنہ

مولوی محمد اعجاز حسن خانصاحب رئیس سولپور ضلع مظفر پور کے نام

نمبر ۲۱۴ دفتر امیر اللغات رامپور اسٹیٹ۔ ۱۵ جولائی ۱۸۹۳ء

عزیزی و سعیدی زاد عمرکم صلاح و فلاح دارین کی دعائیں۔

مدت کے بعد تمھارا نمیقۂ سعادت سرور نور افزائے دل و دیدہ ہوا ؎

عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است، اگر اپنا بوڑھا دعا گو سمجھکر کبھی کبھی پوچھتے رہو تو تمھاری محبت و سعادت ہی ورنہ کیا شکایت ہی۔ میرا استحقاق جو کچھ تھا وہ نایاب و شاداب کے ساتھ گیا میں صرف تم لوگوں کے تصور سے اپنے دل کو خوش کرلیا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ زندہ اور خوش

رکھے باقی دعا کے سوا کیا لکھوں۔ خداوند کریم کہ حافظ حقیقی ہی بخیر و
خوبی مسافروں کو واپس لائے آمین ثم آمین۔ نور چشم بابو ظفر حسن کو
دعائیں۔ اور باتوں کا جواب نور چشم ممتاز علی دیں گے کہ وہ ان سے
متعلق ہیں آپ اور بابو ظفر حسن خاں اب کیا پڑھتے لکھتے ہیں کہاں تک
تحصیل علم کی ہی مشغلہ کیا رہتا ہی براہ سعادت مفصل طور پر مطلع کیجیے گا

امیر فقیر

نمبر ۲۱۵

رامپور۔ ۱۵۔ ستمبر ۱۸۹۵ء

سعید سر بدر رشید اید سلمکم اللہ الصمد۔ سلام و دعا۔ آپکی طرف سے
کچھ ایسی مجھے خجالت ہی کہ بن نہیں پڑتا کیا لکھوں اور آجتک کچھ
نہ لکھنے کا کیا عذر کروں۔ آپ کے بہت سے سعادت صحائف آئے
اور میری خوشی و شکر گزاری کے باعث ہوئے ممکن تھا کہ میں جواب
لکھوا دیتا لیکن اجزائے دیوان نایاب مرحوم جو آج تک دیکھ نہ سکا
لہذا کچھ لکھ بھی نہ سکا اور اس کے نہ دیکھنے کی علت اپنی علالت کے
سوا اور کچھ نہیں ہی خصوصًا اس زمانے میں بہت ہی بغیر ضیح رہا حلیس لولیا
کے دورے کثرت سے اور شدت سے پڑے۔ رات جو دورہ پڑا ہی اسکی
ابتدا سے اس وقت تک بیقراری ہی۔ معہذا تپ وغیرہ کی بھی شکایت ہو
اللہ تعالی رحم فرمائے آگے ان اجزا کو دیکھنا شروع کیا تھا اسی سبب
سے رہ گیا اب پھر تھوڑا تھوڑا دیکھنا شروع کیا ہی آپ بھی دعا کیجیے
کہ میں صحیح رہوں اور اس سے جلد فراغت کر کے آپ کے پاس

بھیجدوں سب عزیزوں کو واجب گزارہیں۔ آپ کا داعی خیر امیر فقیر

نمبر ۲۱۶

۳۱۔ اکتوبر ۹۶ء

عزیز از جان اقبال نشان سلمکم اللہ المنان دعائے صلاح و فلاح دارین و سرخروئی و سرسبزی نشاتین کے بعد مدعا نگار ہوں کہ محبت نامہ سعادت شمامہ مشعر خبر رحلت جناب غفران مآب جد امجد سامی آیا اور میرے دل کلفت منزل کو جو نایاب و شاداب مغفورین کے غم سے پہلے ہی بسمل ہو رہا تھا اور بھی تڑپایا ایسی ذات با برکات کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ جانا باعث سخت صدمہ جانکاہ ہے اس داغ کا مرہم انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا کوئی نہیں حق تعالی ان کو غریق دریائے رحمت اور ان کے اعقاب کو کاسب اجر مصابرت فرمائے۔ تمام ہوا یہ مطلب اتمام نسخہ ہائے دیوان مطلوبہ گرامی روانہ کرنے کو دفتر میں کہدیا ہے برخوردار مسعود احمد صنیر آج ہی تعمیل حکم کریں گے امید ہے کہ آپ مجھکو بھی اپنا ایک دیرینہ بہی خواہ سمجھکر کبھی یاد کر لیا کریں۔ سب عزیزوں دوستوں کو نام بنام دعا و سلام فقط فقیر امیر

نمبر ۲۱۷

رامپور۔ ۲۸۔ مارچ ۱۸۹۸ء

عزیز از جان سعادت نشان دعا۔ تمہارا سعادت نامہ پہنچکر کاشف مدعا ہوا تھا۔ دیوان چھپ کر مطبع سے آگیا اب جس پتے سے کہو پانچ

جلدیں تمھارے لکھنے کے موافق تمھارے نام بھیجی جائیں باقی خیریت ہے
مگر یہ کہ کوشش کرکے خریدار بہت سے پیدا کرو ہزار جلدیں چھپوائی
گئی ہیں بغیر اس کے کہ تم سے دلسوز دل سے کوشش کریں۔ ان کا نکلنا
دشوار ہے۔

امیر فقیر

رامپور۔ ۲۴۔ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ — نمبر ۲۱۸

سعید کونین سلکم اللہ تعالیٰ فی الدارین۔ دعائے ترقیات روز افزوں
قصیدہ آپ کا مرسلہ آیا تھا۔ بسبب موسم سرما کے کہ میرے مرض کے
نہایت مخالف ہے اس کے دیکھنے کی اب تک نوبت نہیں آئی تھی آج
وہ قصیدہ نکلوا کر اور نظر اصلاح سے دیکھ کر بھیجتا ہوں تاخیر کی تقصیر
معاف کیجیے اور اس کی رسید اور اپنی خیریت سے مطمئن کیجیے۔
احتیاطاً قصیدے کا بیرنگ بھیجنا مناسب سمجھا گیا اعزہ سبحان
محمد ریاض حسن خاں و محمد ابوالحسن خاں کو دعائیں۔ امیر فقیر

۱۷۔ اپریل ۹۸ء۔ ریاست رامپور — نمبر ۲۱۹

گرامی شان اقبال نشان زاد عمرکم حسب وعدہ تاریخ بھیجتا ہوں
غالب ہے کہ پسند آئے۔ اس سے پہلے جو تاریخ تم نے بھیجی تھی وہ دیکھ کر
بھیج چکا ہوں اس کی رسید اب تک نہیں آئی۔ عظیم آبادی تاروں کے
نیچوں کے لیے لکھا تھا ان کا بھی انتظار ہے۔ اس قطعہ تاریخ کی رسید بھی

آنا چاہیے کہ نگرانی رفع ہو۔ مدت سے نورچشم سید ظفر حسن کا حال معلوم نہیں میری طرف سے بعد دعا کے کہو کہ کبھی کبھی خط لکھا کریں اور اپنے مشاغل و حالات سے مسرور کیا کریں۔ محبی بابو محبوب حسن خاں بھی کبھی یاد نہیں کرتے۔ ان سے بھی خصوصیت کے ساتھ شکایت ہے

کل ہوا اک گلشن شاداب میں میرا گزار ۔۔۔ کتنے دیکھے نرگستاں کتنے دیکھے لالہ زار
صفحۂ روئے پری دکھلا رہے تھے برگِ گل ۔۔۔ سطرِ زلفِ حور آتی تھی نظر ہر شاخسار
تھا جو بلبل بلبلِ شیراز کا تھا ہمزباں ۔۔۔ تھا جو طوطی طوطیٔ ہندوستاں کی یادگار
تھی بڑی حیرت مجھے یارب یہ کسکا ہے چمن ۔۔۔ دیکھکر حیران مجکو چہچہا اٹھی ہزار
گلفشانی ہے یہ طبعِ نازکِ نایاب کی ۔۔۔ رنگ لائی ہے یہ تازہ فکرِ رنگیں کی بہار
چھپ رہا ہے آگرے میں آجکل انکا کلام ۔۔۔ فخرِ یسالِ طبع میں ہیں شاعرانِ روزگار

سن کے یہ مژدہ کہی تاریخ میں نے بھی امیرؔ
ہے یہ دیوان شاعر شیوا زباں کی یادگار

امیر احمد امیر مینائیؒ

۱۳۱۵ھ

رامپور ۲۱۔ اپریل ۱۸۹۸ء ۔۔۔ نمبر ۲۳

گرامی نشان اقبال نشان زاد عمرکم و اقبالکم۔ دعائے ترقیات روز افزوں۔ سعادت نامہ مورخہ ۲۵۔ ذیقعدہ آیا۔ مضمون خلق و محبت کے دیکھنے سے بہت ہی مسرور ہوا۔ اللہ تعالیٰ تمھاری عمر و اقبال میں برکت دے اور مقاصد دارین پر فائز کرے۔ تاریخ طبع دیوان نایاب میں نے لکھ بھیجی تھی اب تم کو پہنچی ہوگی۔ اس کی رسید کا مجھے انتظار رہا

نیچوں کے بارے میں جو تم نے دریافت کیا ہو مجھے قفلی دار چند نیچے مطلوب ہیں اور ایک نیچہ پیچوان کا۔ باقی خیریت۔ اپنے بھائیوں کو میری طرف سے دعا پہنچاؤ۔
امیر فقیر

نمبر ۲۲۱

عزیز از جان گرامی نشان اقبال نشان زاد عمرکم۔ دعا کے بعد مدعا یہ ہے کہ تحریر سعادت خمیر مشعر صحت پہنچکر سرور افزائے خاطر فاتر ہوئی خداوند تعالےٰ ہمیشہ ہمدوش صحت و ہم آغوش راحت رکھے آمین نیچوں کا بکس کھلوایا گیا تینوں نیچے باعتبار کپڑے اور حسن بندش کے بہت اچھے ہیں کلا تبونی نیچوں کی کچھ حاجت نہیں البتہ ان نیچوں میں کوئی نیچہ صرف نے کا جسمیں قفلی نہیں ہوتی اور وہیں بنتے ہیں نہیں ہر چند نیچے ویسے مطلوب تھے۔
حافظ جلیل حسن صاحب کو جو تذکرہ لکھا ہو اس میں قید حیات شاعر نہیں ہو۔ جلوۂ خضر کا پہلا حصہ میرے پاس ہو دوسرا حصہ مطلوب ہو میں بہت ہی مسرور ہونگا اگر آپ اس کا دوسرا حصہ تلاش کر کے مجھے بھیجدیں گے سب عزیزوں کو ماد جب۔ امیر احمد امیر مینائی

نمبر ۲۲۲ رامپور دفتر امیر اللغات۔ ۲۸ ستمبر ۱۸۹۵ء

عزیز از جان اقبال نشان زاد عمرکم و اقبالکم۔ دعائے سرخروئی دارین و سرسبزی نشاتین مسرت نامہ سعادت شمامہ ورود سرور افزائے

دیدہ و دل ہوا۔ بلٹی بھی پہنچی بیجوں کا بکس بھی ریل سے وصول ہوا
ابھی کھولا نہیں یقیناً بیجے اچھے ہی ہوں گے۔ میں آپ کی محبت و عنایت
کا شکر گزار ہوں۔ نصیب اعدا طبیعت کیا ناچاق تھی مجھے نہایت تردد
رہے گا جب تک حسب دلخواہ صحت کی خبر نہ آئے گی۔ محض استدراک حال
کے واسطے یہ تحریر مختصر بیجے دیکھنے سے پیشتر روانہ کرتا ہوں خدا کرے
مژدہ صحت میرے دل افسردہ منزل کو جلد شگفتہ کرے اس کے بعد تحریر
مفصل بیجوں سے متعلق بھیجوں گا سب عزیزوں کو حسب مراتب سلام
و دعا۔ محب دلنواز گرامی شان بابو محبوب حسن خاں بیرسٹر ایٹ لا کا
خط بہت دنوں سے نہیں آیا ان کو بھی سلام مسنون اخلاص و دعا
مشحون اور دوستانہ شکایت کوتاہ قلمی پہنچے، برخوردار کامگار بابو ظفر حسن خان
کو ادعیہ کثیرہ کے بعد یہ پیام پہنچے کہ اپنی کیفیت خصوصاً تعلیمی حالات اپنے ہاتھ
سے لکھکر مسرور کریں فقط۔ فقیر امیر احمد مینائی بقلم یکے از اہل دفتر

۱۰۔ نومبر ۱۸۹۸ء نمبر ۲۲۳

عزیز از جان من منشی محمد اعجاز حسن صاحب زاد عمرکم و اقبالکم دعائے
سرسبزی نشائتین و سرخروئی دارین۔ محبت نامہ سعادت شمامہ نور و
سرور افزائے دیدہ و دل ہوا "مقاصد حسنہ" کا نسخہ میرا مملوک نہ تھا
ایک دوست سے مستعار منگوالیا تھا وہ اب یہاں نہیں ہیں میں نے
ان کو خط لکھا ہے کہ عبارت مطلوبہ کی نقل بھیجدیں اب تک ان کے جواب کا

انتظار رہا اس وقت بنظر رفع نگرانی یہ مختصر تحریر دست رعشہ دار سے لکھکر بھیجتا ہوں جس وقت وہ عبارت آجائیگی فوراً بھیجونگا جلوۂ خضر کے دو حصے اور ہونا اس حصہ دوم سے معلوم ہوا شاید ان کے چھپنے کی نوبت نہ آئی ہوگی اگر آپ کی کوشش سے قلمی دونوں حصے نقل کے واسطے مل سکیں تو بہت ہی جی خوش ہوا اور اگر صفیر مرحوم کے جانشین مستعار ندیں تو وہیں نقل لینے کا بندوبست کیا جائے اور ان کے کتب خانے کی فہرست بہم پہنچانے میں بھی سعی کرنا باعث منت ہوگا اعزہجان منشی محمد ریاض حسن خاں کو دعائیں فقط امیر فقیر مینائی

رامپور ۲۴۔ نومبر ۹۸ء نمبر ۲۲۴

عزیز از جان گرامی نشان اقبال نشان بابو محمد اعجاز حسن خانصاحب زاد عمرکم و اقبالکم۔ دعائے ترقیات دارین۔ سعادت نامہ اقبال ختامہ مورخہ ۳۔ رجب نور و سرور افزائے دیدہ و دل ہوا خدا کرے آپ کی سعی درباب بہم رسانی تالیفات صفیر مرحوم مشکور ہو یہ دوسرا حصہ جلوۂ خضر کا جو آپ نے مجھے بھیجا ہے ایسا غلط چھپا ہے کہ قرائن مقام سے بھی اکثر جگہ پڑھا نہیں جاتا جس مطبع مین چھپا ہے غالب ہے کہ اسکی اصل منقول عنہ وہاں ہو اگر وہ نسخہ مل جاتا تو اس کی تصحیح ہوجاتی یہ کتاب تو مسخ ہوجانے کی وجہ سے مفید نہ رہی کتاب مصنف مرحوم نے بہت اچھی لکھی ہے مگر افسوس کہ بہت ہی بری چھپی ہو اور اس

کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مابعد کے دو حصے اور بھی ہیں خدا کرے یہ تصنیفات ان کے ضائع نہ ہوئے ہوں اور آپ کی کوشش سے ملجائیں۔ افسوس کہ ان کے صاحبزادے بھی جو ہوشیار تھے قضا کر گئے چھوٹے چھوٹے دو بچے جو باقی ہیں ان سے کیا کام نکلے گا ہاں وہ شاگرد صفیر مرحوم کے جن کو آپ نے استدراک کیفیت کے واسطے لکھا ہے حسب دلخواہ کوشش کریں تو کام چلے بہرکیف آپ اس باب میں کماحقہ توجہ کیجیے اور مطبع سے اصل جلد ثانی جلوۂ خضر، اگر وہاں ہو تو بھیجے۔

"مقاصد حسنہ" کا نسخہ اب تک مجھے نہیں ملا تلاش میں ہوں عزیز از جان مولوی محمد ریاض حسن خاں اور محمد ابوالحسن خاں سلمہا اللہ تعالیٰ کو دعائیں۔ امیر فقیر

نمبر ۲۲۵ دار الریاست رامپور۔ ۲۷ جنوری ۹۹ء

جان سے پیارے میرے اعجاز تمھارا اقبال بلند اور عمر دراز۔ محبت نامہ سعادت شمامہ آیا آنکھیں پرنور ہوئیں اور دل مسرور۔ حق تعالیٰ اس حسن یادآوری کے ساتھ دیرگاہ تم کو اقبال مند رکھے اس سے قبل والی تحریر بھی شاید آئی ہو اس وقت کیفیت حضوری میں کچھ یاد نہیں تاخیر جواب کا عذر خواہ ہوں۔ افسوس صفیر مرحوم کے نتائج طبع سب برباد ہو گئے۔ میں آپ کی سعی جمیل کا شکر گذار

ہوں۔ کوشش چلی جائے شاید کبھی کوئی چیز ملجائے۔ مقاصد حسنہ کا نسخہ صحیح نہ ملنے سے میں اب تک عبارت مندرجہ امیر اللغات کی تصحیح نقل نہ کر سکا آپ کے سب عزیزان کو حسب مراتب ماوجب۔ امیر فقیر

رامپور ۱۵۔ مارچ سنہ ۹۹ء نمبر ۲۲۶

اعزبجان سعادت و اقبال نشان زاد عمرکم و اقبالکم سلام مسنون دعائے ترقیات مشحون۔ سعادت نامہ پہونچا اور دس نسخے دیوان نایاب کے آئے باعث سرور موفور ہوئے دیوان کی چھپائی اور خوش اسلوبی دیکھکر بہت جی خوش ہوا خداوند تعالیٰ تمھاری محنت و حسن کارگذاری ٹھکانے لگائے کہ یہ دیوان محبوب و مرغوب ہو کر قبول عام کا خلعت پائے۔ میری تاریخ جو تمھیں اس قدر پسند آئی اس کی وجہ زیادہ تر یہ ہو کہ تم کو میرے ساتھ ایک قلبی علاقہ ہو اور میں بھی تمھاری سعادت و لیاقت سے اس قدر خوش ہوں کہ اس کو بیان کر نہیں سکتا۔ ہمیشہ دعائے خیر سے یاد کیا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تم کو جمیع مقاصد پر فائز کرے۔ سب بندہ زادے دیوان پا کر سلام اور شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اپنے بھائیوں کو میری طرف سے بہت بہت دعا کہو فقط۔ امیر فقیر

رامپور یکم اپریل سنہ ۹۹ء نمبر ۲۲۷

گرامی شان اقبال نشان اعلی اللہ شانکم دعائے ترقیات روز افزوں

نامہ سعادت پہونچا اور ممنون کیا دیوان نایاب کا زیر طبع ہونا باعث
مسرور ہوا۔ تاریخ طبع اس سنہ کے موافق جو آپ نے مجھ سے طلب کی
ہے میں انشاء اللہ فکر کروں گا اور حسب دلخواہ تاریخ ہو گئی تو آپ کو بھیجدونگا۔
دہ تاریخ تو بہت اچھی تھی اگر ممکن ہو تاریخ ترتیب قرار دے کر چھپوائی
جائے ورنہ خیر۔ عزیزی محمد ابوالحسن خاں کی تاریخ دیکھکر بھیجتا ہوں پورا
قطعہ اچھا ہے میرا جی بہت خوش ہوا طبیعت ہونہار معلوم ہوتی ہے۔
بارک اللہ فی عمرہم و اقبالہم۔ صنمخانۂ عشق کے صفحات بوجوہ اب تک
طبع نہیں ہوئے جس وقت چھپیں گے آپ کو اطلاع دیجائے گی۔
تاروں سے بنے ہوئے تیچے جو خاص اسی ملک میں بنتے ہیں مجھے
درکار ہیں اگر آپ مہربانی کر کے بھیجدیں تو باعث منت پذیری ہے۔
عزیزان سعادت نشان محمد ابوالحسن خاں و محمد ریاض حسن کو
بہت بہت دعائیں۔ امیر فقیر

نمبر ۳۳۸

رامپور ۳۰ مئی ۱۸۹۹ء

گرامی شان اقبال نشان زاد عمرہم و اقبالہم دعائے ترقیات
روز افزوں۔ عرصہ سے کوئی تحریر مشعر خیریت نہیں آئی تعلق ہے
خدا کرے آپ بخیت اور بہر وجوہ مطمئن و مسرور ہوں۔ سخندان پارس کا ذکر
آگے آپ نے لکھا تھا چونکہ دفتر امیر اللغات میں اس کی حاجت ہے
اس لیے چاہتا ہوں کہ جس مطبع سے اس کا ملنا ممکن ہو مجھے آگاہ کیجیے

کہ میں طلب کر لوں جواب مفصل دیجئے باقی خیریت۔ سب عزیزوں کو دعا۔ امیر فقیر

نمبر ۲۲۹

ریاست رامپور۔ ۲۶۔ جون سنہ ۹۹ء

گرامی شان سعادت و اقبال نشان زاد عمرکم و اقبالکم دعائے ترقیات روز افزوں۔ نامہ سعادت شمامہ آیا پارسل موصول ہوئی چار نیچے ڈیڑھ جمے اور ایک فتح پیچ پہونچا میں نے خوش ہو کر آپ کو دعائیں دیں اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور اس دلنوازی کا اجر دے دیوان نایاب کے نسخوں میں اس شعر کی تصحیح کر دی گئی باقی خیریت۔ ان سطروں کو پارسل کی رسید اور شکریہ سمجھئے۔ امیر فقیر

نمبر ۲۳۰

۱۰۔ جنوری

اعز بجان من۔ سلام لو دعا لو اور اپنے محبت نامہ مورخہ ۱۸ جنوری کا جواب لو دیوان نایاب کا پمفلٹ مجھے پہونچگیا اور اسکے ساتھ جو خط تم نے لکھا تھا وہ بھی پہونچا تمھاری تحریر پر نظر پڑا آنکھوں میں گھر کرتی ہے آنکھوں کا نور بڑھاتی ہے بارک اللہ و جزاک اللہ میں دیوان کو دیکھوں گا۔ دیکھیئے کب سے دیکھنا شروع ہوتا ہے ابھی کچھ بھی نہیں دیکھا ہے مجھے دل سے فکر ہے اور خیال ہے اللہ تعالیٰ میرے خیال کو پورا کرے بیماروں کی خدمت سے فراغت نہیں

ہوتی احباب کی خدمت سے نہایت قاصر ہوں اور نہایت نادم
ہوں ان اجزا سے فارغ ہو کر اور اجزا تم سے طلب کرونگا زیادہ
عذر تقصیر کے سوا اور کیا لکھوں وہاں سب کو میری طرف سے
ماوجب کہو خوش رہو۔ تمھارا دعا گو امیر فقیر۔

مولوی محمد ریاض حسن خاں صاحب المتخلص بہ خیال

در ریختہ و دانش در پارسی رئیس رسولپور ضلع مظفرپور کے نام

راMپور ۷ ۔ نومبر ۹۳ء نمبر ۲۳۱

اعزبجان سعادت و اقبال نشان زادت مرانتکم۔ سلام و دعا
آپ کا محبت نامہ مع کلام اصلاح طلب آیا تھا افسوس کہ میں اپنی
معذوریوں کی وجہ سے جواب بھی نہیں دے سکا حبس بول کا
دورہ پڑ جانے سے طبیعت بہت بے کیف ہے سعہذا اکثر اعزہ کی
بیماری سے نہایت تشویش اور پریشانی رہتی ہے۔ آپ کا کلام میں نے
بحفاظت رکھوا دیا ہے ذرا طبیعت کو سکون اور اطمینان ہولے تو اسے
نکلوا کر دیکھوں امید کہ آپ اس تاخیر کو بے التفاتی پر محمول نہ کریں
اور کبھی کبھی اپنی اور سب کی خیریت سے مسرور کرتے رہیں عزیزی
محمد ابوالحسن خاں کو دعائیں محمد اعجاز حسن خاں کو ماوجب۔ امیر فقیر

۱۶- اکتوبر ۱۸۹۸ء نمبر ۲۳۳

عزیز از جان اقبال نشان زاد عمرکم دعائے ترقیات دارین تحریر سعادت خمیر نور و سرور افزائے دیدۂ دل ہوئی - دوسرا حصہ جلوۂ خضر کا بھی پہونچا. اس محبت و سعادت کا شکر گذار ہوں حق تعالیٰ تمھاری عمر دراز اور تم کو اقران و اماثل میں ممتاز رکھے. افسوس کہ یہ کتاب بہت ہی بُری چھپی - بہرکیف مجھے جو اس کی نسبت فکر تھی وہ تمھاری عنایت سے رفع ہوگئی. صفیر مرحوم کے پاس شاعری سے متعلق کتابیں خصوصًا کلیات و دواوین شعرائے سلف بہت تھے معلوم نہیں ان کے اعقاب میں کوئی ان سے منتفع ہوتا ہے یا نہیں اور مجھ سا مشتاق ان کتابوں میں سے کوئی کتاب مستعار پا سکتا ہے یا نہیں. خیر- اگر ممکن ہو تو ان کے کتب خانے کی فہرست منگوا کر ایک نقل اس کی مجھے بھیج دیجئے - اور بعد مطالعہ فہرست جن کتابوں کا میں طالب ہوں اپنی ذمہ داری سے ان کو مستعار دلوانے میں کوشش کیجیے- دفتر امیر اللغات میں کمیاب و نایاب دواوین سے شعرائے گذشتہ کی بہت حاجت رہتی ہے آپ لوگوں کی سعی تحصیل باعث شکر گذاری ہوگی. اعز بجان مولوی محمد اعجاز حسن خاں اور اقبال نشان منشی محمد محبوب حسن خان اعلی اللہ شانہما کو دعا و سلام بوحدت مضمون فقط

امیر فقیر

مولوی محمد مہدی حسن خانصاحب بہادر رئیس رسول پور کے نام

۳- جنوری ۸۴ء نمبر ۲۳۳

میرے قدر افزا و لنوازی ہیں یکتا سلامت۔ سلام نیاز۔ مکرمت نامۂ
عالی کے جواب میں عریضہ ۱۹ دسمبر ۸۳ء کو رسول پور بھیجا تھا پہنچا
تو ہوگا مگر رسید نہ آنے سے ذرا تردد ہی کئی دن ہوئے ایک نمونہ
امیر اللغات کا روانہ خدمت عالی کیا ہی امید ہی کہ غور سے ملاحظہ
ہوکر پوری مہری اس کی قبول فرما کر سند قبول لطف ہو اور عمدہ
رائے دی جائے۔ محمد احمد نے صحت پاکر پنجاب کا سفر کیا ہی ایک مہینے
میں واپس آنے کا ارادہ ہی اس سفر کا نتیجہ اگر اس لغت کے حق میں
اچھا ہوا تو دوسرا سفر اور کسی لین پر کریں گے میری رائے نہ تھی کہ
ابھی سفر کیا جائے مگر جناب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی
کی رائے یہی ہوئی کہ جب تک کوئی لائق آدمی ملک میں پھر کر اشاعت
نہ کرے گا تب تک ملک متوجہ نہ ہوگا اور صحیح انتخاب ممبران کمیٹی انتظامی
و مشیر کا نہ ہوگا۔ یہ جو اسما درج نمونہ ہوئے ہیں ان میں سے اکثر چھٹ
جائیں گے بعض لائق آدمی بڑھ جائیں گے۔ سفر سے مقصود طلب زر
نہیں ہی بلکہ لائق آدمیوں کا انتخاب کرنا ہی۔ روپیہ تو اس کام
کے واسطے بہت درکار ہی جس کو میں اور میرے احباب نہیں لگا سکتے
اس کے ذمہ دار تو لائل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ہیں البتہ مجھکو
اہتمام لغت کے واسطے دو تین ہزار روپیہ درکار ہی جس کو میں اپنی
ذات سے صرف کروں خواہ اپنے فراخ حوصلہ احباب سے لوں اور مصارف
سے قطع نظر اس پورے میں بہت مصارف پڑینگے اور بڑے

ہیں خیر کچھ ہو ہی رہے گا اطفال تسلیم گذار ہیں۔ امیر فقیر عفی عنہ

مکتوب ۲۳۴

۱۹۔ ربیع الآخر سنہ ۱۳۰۷ھ روز جمعہ

قدردان امیر فقیر سلامت۔ تسلیم و تکریم۔ مکرمت تحفہ آپ کا سرفراز فرمایا۔ بند انتظار سے چھڑایا۔ امیر اللغات کے نمونے کی رسید بھی آگئی۔ اس کو سراسری مطالعہ فرما کر جس قدر داد دی گئی اس نے بہت دل بڑھایا۔ جب آپ سے بالغ نظر سرآمد اہل ہنر اس کو پسند فرماتے ہیں تو امید واثق ہے کہ منصفت طبع اس کی قدر کریں گے۔ ابھی یہ نمونہ پورا پورا نمونہ اس لغت کا نہیں ہے اس لئے کہ میں گوناگوں مکروہات میں گرفتار رہا۔ وقت تعمق و استقرا کا باطمینان ہاتھ نہ آیا۔ معہذا تنہا تھا محمد احمد بھی بیمار تھے۔ جب وقت علمی کمیٹی لایق ممبروں کی جمع ہو کہ جی لگائے گی اور کام منتظم ہو جائے گا تو امید ہے کہ امیر اللغات اس سے بمدارج حسن تالیف اور محاسن تصنیف میں سوا ہوگا۔ ریویو ابھی اخبار میں کیونکر ملاحظہ ہوتے سوا آپ کے چند احباب کے کسی کو بھیجا ہی نہیں۔ سر الفرڈ لائل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی ان کی فرمایش سے یہ نمونہ درست کیا ہے وہ ابھی اس کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتے۔ محمد احمد نے ان کی رائے کے موافق سفر عمدہ مقامات ہندوستان کا ارادہ کیا ہے چنانچہ علیگڈھ میں آنریبل سید احمد خاں سے مل کر دہلی سہارنپور انبالہ پٹیالہ

امرتسر لاہور وغیرہ کی سیر کی اور ان مقامات کے لایق یورپین اور
ہندوستانیوں سے ملکر رائیں لیں اور جن کو لایق سمجھے ان سے
ممبری کی درخواست کی اور جن کو اہل اور متوجہ نہ پایا ان سے ہاتھ
اٹھایا فہرست مشیر اور انتظامی کمیٹی کی جو اس میں ہے وہ قابل اعتبار
نہیں بہت لوگ گھٹ جائیں گے اور بعض بڑھ جائیں گے کسب
زر اس گردش سے مقصود نہیں۔ اس کی صورت جو کچھ صاحب
فرمایش کو منظور ہوگی وہ کریں گے۔ مقصود اس سیر و سیاحت سے
لایق ممبروں کی تجویز اور ملک کو متوجہ کرنا ہے البتہ اس سفر میں جو
مصارف پڑتے ہیں وہ میری زیرباری کا باعث ہونگے۔ اور مجھ پر
کئی برس سے ایسے پیچ پڑے ہیں کہ متحمل ایسے مصارف کا ہونا
دشواری سے خالی نہیں۔ دیکھیے کیا انجام ہوتا ہے۔ مجوزا حباب کی ترتیب
جو اُٹھیں گے تو غالبًا آپ ہی کی طرف کا سفر کریں تاکہ آپ سے
ملیں بھی اور علاوہ حسرت زیارت بر لانے کے اس کی پوری حقیقت
مع ادلہ الی آخرہ عرض کر کے رائے لیں اور بہر عنوان استمداد
کریں مگر وہ استمداد ہرگز کسی یگانہ و بیگانہ سے مقصود نہیں جو بار خاطر
ہو۔ امید ہے کہ آپ پورے نمونے کو مطالعہ فرمائیں اور جس جگہ جو
خدشہ ہو وہ لکھدیں میری نظر میں خود جا بجا خدشہ ہے جسکی اصلاح
وقت تالیف لغت کی جائے گی۔ واسن کلھیں سے ہیں سے مدت
ہوئی کنارہ کیا۔ ایک سال پورا کر دیا تھا تاکہ زرد احب خریداروں کا

اپنے ذمے نہ رہے۔ جب پارسال میں لکھنؤ سے رامپور چلنے لگا تو اپنے
ایک عزیز شاگرد واحد علی بسمل کو سپرد کیا کہ وہ اپنے شوق سے بقدر
امکان اس کو سنبھالتے ہیں مگر سنبھل نہیں سکتا اس لیے کہ مجھے
یہاں مطلق فرصت نہیں جو کچھ کہوں یا شاگردوں کا کلام بنا سکوں
اور محنت کے بغیر کوئی کام ہو نہیں سکتا۔ میرے سب اطفال بکمال
ادب تسلیم گذار ہیں کم فرصتی ہیں یہ چند سطریں لکھیں اور مکرمت نامہ
عالی محمد احمد کو دیدیا غالباً وہ کچھ لکھیں گے امید ہے کہ سلسلہ رسل و رسائل
جاری رہے اور تغافل نہ فرمایا جائے فقط امیر فقیر عفی عنہ

نمبر ۲۲۵

مخدوم مخلص نواز سلامت۔ تسلیم و تکریم ایک مدت سے آپ نے
مخلص نوازی کے خلاف یہ شیوۂ تغافل شعاری اختیار کیا ہے کہ جبتک
آرزومندان اخلاص منش اچھی طرح تڑپ نہ لیں تب تک ان کی
طرف التفات ہوتا ہی نہیں ہر نامۂ نیاز کا بصیغۂ رجسٹری روانہ کرنا
تکلف سے خالی نہیں اور بغیر اس کے جواب لطف نہیں ہوتا۔
برائے خدا یہ رنگ اب بدل دیجئے اور بوضع قدیم مہربانی فرمایا کیجئے
کچھ تحائف جرائد و کتب مطلوبہ کے قسم سے بھیجنے کو آپ نے لکھا تھا
اُن کا بھی انتظار رہا میں نے یہاں کی چند مخصوص اشیا کی نسبت
مرضی دریافت کی تھی اس کا جواب بھی قلم انداز ہوا یہ یوں حقوق

چلمون سے میں نے بالکل قطع نظر کی ان کا آپ اب ذرا خیال
نفرمائیں جب کاریگر اس قدر کاہل ہیں تو آپ بھی مطلق التفات
نہ کریں پھر میں نے اس واسطے عرض کیا کہ مبادا آپکو نصیب دشمنان
یہ حجاب خط لکھنے سے روکتا ہو تو اس کو بالکل الگ کیجیے اوروں
کے افعال کے ذمہ دار آپ کیونکر ہو سکتے ہیں اور یہ خفیف سا جزئی
امر کیوں باعث حجاب ہو میں کبھی آپ کی کم توجہی پر اس کو حمل
نہیں کرسکتا۔ حاشا ثم حاشا وکالت کی نسبت لکھنؤ میں آپ نے کچھ
مجکو تحریر فرمایا تھا جس کی تفصیل میں بھول گیا لہذا امیدوار ہوں کہ
پھر مفصل ارشاد ہو کہ کتنے زمانہ میں اس ملک میں ذہین آدمی جو
ناواقف انگریزی ہو اور عربی فارسی اردو سے آگاہ ہو وکالت
کی لیاقت حاصل کرسکتا ہے اور کیا کیا مدد اس کو آپ کے سرکار سے
مل سکتی ہے۔ محمد احمد کو اس ریاست میں پچاس روپیے ماہواری تک
کی نوکری مل سکتی ہے مگر ترقی معتدبہ کی امید نہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ
بیں فراخور حوصلہ فلاح حاصل کروں اور میں بھی اس کو بخیال حاجات
آئندہ پسند کرتا ہوں اس لیے کہ میرا ہر نفس نفس واپسیں ہے اور اعقاب
کا قافلہ بڑا جائداد کوئی پیدا نہیں ہوئی پھر اس قافلے کی خدمتگذاری
بغیر عمدہ وجہ معاش کے کیونکر ہوسکے گی میں نے تو وقت اچھا پایا ہاں
سے بُری تو بیس سے اچھی گذر گئی۔ اب صرف ہندوستانی لیاقت کو
کوئی پوچھتا ہی نہیں دور سلطنت انگلشیہ ہر ریاست کے قیام سے وہ

حاصل نہیں ہوئی۔ اب قصد کیا جاتا ہے تو محمد احمد کا مقتضائے عمر نہیں
با این ہمہ وہ ارادہ کرتے ہیں کہ میں تین برس متصل کوشش کروں۔
اس بارے میں ارباب فہم سے رائیں لی جاتی ہیں۔ چونکہ آپ سرتاج
اہل آرائے سلیم اور اس کے مربی اور میرے مہربان و قدردان قدیم
ہیں لہذا آپ سے استفادہ و استمداد و استشارہ واجب ہے شرح و بسط
سے اس کا جواب باصواب کہ اس کو کیا کرنا مناسب ہے جو جلد موصل
الی المقصود ہو مرحمت ہو یہ بھی ضرور ارشاد ہو کہ محمد احمد اگر اس ملک
میں رہ کر قانون وکالت یاد کرنے میں یا اور جس ذریعے سے آپ
تجویز فرمائیں فلاح حاصل کرنے میں برس دو برس تین برس کوشش
کریں تو مجھے کس قدر ماہوار کفالت ان کی آسائش رہنی کے واسطے
ضرور ہوگی نسبت زماں اطمینان کی جو تین برس اس طرف تھا میں ہنوز
پریشان ہوں مگر ان تین برس میں جو پریشانیاں رہیں بحمد اللہ کہ ان
اعتبار سے میرا حال اب اچھا ہے اور خداوند تعالیٰ آقائے ولی نعمت
کو سلامت اور صحیح رکھے تو امید ہے کہ تلافی مافات ہو جائے اگر محمد احمد
کے لیے وہاں آپ کی اعانت اور آپ کی ہدایت آپ کی دستگیری
آپ کی سفارش آپ کی عنایت سے کوئی اچھی صورت رونما ہوئی
تو عجب نہیں کہ میری زندگی نے اگر چند سے وفائی نہ کی تو کبھی میں بھی
ادھر آنکلوں اور زیر سایۂ خدام کرام کبھی کسی زمانے میں چندے
راحت اٹھاؤں یہ ایک سماے خیالی ہے جس کا حاصل کرنا اس وقت

مناسب نہیں چونکہ آپ سے کمال خصوصیت معنوی حاصل ہی۔
لہذا سب کچھ لکھ جاتا ہوں۔ جواب جلد لطف ہو۔ امیر فقیر عفی عنہ

۲۷ شوال سنہ ۱۳۰۳ھ ۱۹ جولائی سنہ ۱۸۸۶ء رام پور متصل مراد آباد۔ نمبر ۲۳۶

چہ می پرسی ز احوال دل غمدیدہ ام چوں شد
دلم شد خون و خوں شد آب و آب از دیدہ بیروں شد

قدر دانا دلنوازا دوست مکرم۔ سلام سنۃ الاسلام۔ مدت دراز کے بعد
محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا۔ اچھا الزام آپ نے دیا سبحان اللہ
رحلت نواب خلد آشیاں کے بعد میں نے کئی خط روانہ کیے اور بخت جگر
محمد احمد کا بیان ہے کہ تین خط میں نے بھیجے ایک رجسٹرڈ اور دو بیرنگ
کسی کا جواب نہ پایا۔ مجموع پانچ خط ہوئے اور آپ کا ایک عنایت نامہ
آج پہونچا ایک پیشتر آیا تھا اس کا جواب جا چکا اس کا جواب یہ ہے میرا
حال آپ نے پوچھا اس کا شکر گذار ہوں مگر دکھا ہوا دل زیادہ دکھا،
بالاجمال تو عنوان کے شعر میں حال موجود ہے تفصیل یہ ہے کہ آقا اور محسن
شفیق اور عزیز دوست اور قدر افزا شاگرد و ہنر شناس دنیا سے اٹھ گیا
ایک تو اس کی مفارقت دائمی کا غم اس پر طرہ افکار و تشویش کی زیادتی
اس سے قیاس کر لیجئے میرے ساتھ خاص جو ان کا برتاؤ تھا وہ سوا
میرے اوروں کے کسی کو معلوم تھا ماہوار (دو سو سولہ) ماہوار تنخواہ
دیا کرتے تھے اور ہر سال ختم سال پر چار پانچ ہزار روپیہ دیتے تھے

تھے اور اس طرح دیتے تھے کہ وہ جانتے تھے اور میں اور خدا بس
اور کسی کو خبر نہ ہوتی تھی یوں پانچ چھ سو روپیہ ماہوار مجھے ملتے تھے
جس میں میں بسر کرتا تھا اگر کسی وجہ سے کچھ مقروض ہوجاتا تھا تو میری
ناواقفی میں وہ ان کو ادا کرکے دستاویز پھیر لیتے تھے پھر مجھے معلوم آتا تھا
جلوت کی ملاقات میں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم نوکر اور یہ آقا ہیں مگر
خلوت میں وہ برتاؤ تھا کہ جیسے بے تکلف سچے احباب میں ہوتا ہے
خصوصیات روز افزوں تھے اب ان امور کا پتہ کہاں رام پور ہی اور
مڈل پاس مدار المہام بہادر ایک بڑے جفاکش اور مدبر و منتظم
آدمی ہیں اصول انتظامی کو انگریزی رنگ پر لاتے جاتے ہیں
بے خدمت بنظر استحقاق یا خصوصیت و پرورش کسی کو رکھنا یا تنخواہ
دینا اصول انتظامی انگلشیہ کے مخالف ہے میری تنخواہ میں بھی بایں سبب
۔۔۔ (ایک سو سولہ) کی کمی ہو گئی۔ سرکار گردوں وقار نے اختیارات
سپید و سیاہ مدار المہام بہادر کو دے رکھے ہیں ایشیائی باغ جو انھوں نے
دنیا بھر سے گل بوٹے چن کر لگایا تھا خزاں کے ہاتھوں اجڑ رہا ہے میں
بھی اس باغ کا ایک کھلایا ہوا شجر ہوں جس کے بہت سے پھول اور
بہت سی شاخیں پہلی ہوئی تھیں۔ اب جب اصل شجر میں
نقصان ہو تو پھول پنکھڑیوں کی طراوت معلوم۔ مڈل پاس آکر طاری
ہو رہے ہیں اور انتظامی گروہ میں جگہ پا رہے ہیں حکیم عبدالعلی صاحب
پار (دو سو) کے ملازم ہوئے تھے اور نار (دسو) کی ترقی کرکے مہابر (ڈیڑھ سو)

تک انھوں نے جگہ پالی تھی اب یہاں کا رنگ دیکھکر وہ ہجرت کر گئے
طبیب خاندانی ہیں آدمی معقول ہیں زیادہ حذاقت کا مجھے تجربہ
نہیں ہوا میں نے سنا ہی کہ ما (سو) یا ماصہ (ڈیڑھ سو) ماہوار کے
قریب وہ آزادی سے اپنے وطن لکھنؤ میں پیدا کر لیتے ہیں۔ دیکھا چاہیے
کہیں اور جائیں یا نہ جائیں۔ آدمی متین اور مستقل مزاج اور متمول ہیں
مضطرب الحال نہیں۔ نواب مرزا خاں صاحب داغ سے کارخانہ
اصطبل پہلے نکل گیا تھا فراشخانہ کی موجودات وہ خود سمجھا کر مستعفی ہو گئے
استعفا نامنظور اور رخصت دو ماہ کی منظور ہوئی کئی روز ہوئے کہ وہ بھی
چلے گئے احتمال آنے کا ضعیف ہی میں بھی نہایت دل برداشتہ ہوں
معمولی وقت پر حسب حکم سرکار تسلیم گاہ میں جا کر تسلیم بجا لاتا ہوں دگر ہیچ
.... اگر میں نہایت ہی شکستہ خاطر و
افسردہ دل ہوں مگر آپ اپنے بھائی کا دیوان ضرور بسر و چشم
اسے دیکھونگا۔ والسلام خیر ختام

حضرت صفیر بلگرامی کے نام

۹۔ دسمبر ۱۸۸۸ء — نمبر ۳۲۷

بلبل شیراز و طوطی ہند کے صفیر سلامت۔ سلام مسنون اخلاص
و سپاس مشحون سفر سے پلٹ کر بیماریوں اور بیماروں کی پرستاریوں
نے مجھے بھی پھر کے ان آسائشوں کا عوض لیا تو میں نے ملاقات

احباب سے سفر میں پائی تھیں، وہ سرگذشت لکھوں تو خط مرثیہ ہو جائے
کتنے ہی عزیز چل بسے۔ خدا مغفرت فرمائے۔ اس اجمالی اطلاع سے مقصود
یہ ہے کہ آپ اپنے فقیر نام کے امیر کو یہ نہ سمجھیں کہ وطن پہونچکر آپ کی
مہربانیوں اور قدردانیوں کی لذت بھول گیا، نہیں نہیں، اسے یاد
ہیں۔ امیر اللغات کے اصول سے متعلق ایک کاپی بھیجکر آپ کے دل و
دماغ سے جواب باصواب کی آرزو ہے زیادہ حاجت تصدیع نہیں۔ امیر احمد

حضرت بشیر ملیح آبادی کے نام

ریاست رام پور۔ ۲۶ جون ۱۸۹۳ء نمبر ۲۳۸

سعید رشید سرمد سلمہ اللہ الصمد۔ سلام مسنون۔ اخلاص و دعا مشحون۔
محبت نامہ آیا مسرور کیا۔ آپ کے والد ماجد کے طبع ہمایوں کی ناسازی
سے ملال اور صحت سے خوشی ہوئی۔ میری طرف سے بھی بعد سلام
مزاج پرسی کرکے مبارکباد صحت دیجیے۔ غزل دیکھی زمین کے سست
ہونے سے اکثر شعر سست ہیں، جو شعر میرے نزدیک رکھ لینے کے
ہیں اُن پر صاد ہیں۔ برس مذکر ہے

آموں کی فصل آگئی اور آپ کی مستعدی ہدیہ کرنے کی نسبت
اس تحریر سے معلوم بھی ہوئی۔ میں ہدیہ بھیجنے سے پیشتر شکر گذاری
کرتا ہوں مگر بنظر بے تکلفی آپ کی غزل دیکھتے دیکھتے یہ شعر
زبان پر آگیا ہے ؎

آم وہ بھیجیے کہ ہوں کمیاب — ورنہ امسال ادھر بھی کثرت ہے

مجھے خیال آتا ہے کہ پارسال آم اچھے نہیں پہونچے یہ تو کیونکر
کہوں کہ وہ قسمیں اچھی نہ ہوں گی۔ یہی شبہہ ہوتا ہے کہ احتیاط واہتمام کی
کمی سے راہ میں بگڑ گئے ہوں گے۔ چنانچہ میں نے آپ کو آم بھیجنے کے
بعد مفصل لکھا بھی تھا۔ اب کی بار اگر تکلیف کیجیے تو بہت ہی عمدہ قسم
کے آم جن پر چٹھیاں ایسی چپکی ہوں کہ چھوٹ نہ جائیں بھیجیے اور بھیجنے
میں ایسی احتیاط ضرور کی جائے کہ بے مزہ ہو کر نہ پہونچیں اور اگر یہ
جانیے کہ یہ سب اہتمام دشوار ہیں تو بھیجیے ہی نہیں۔ اس لیے کہ مفت
میں آپ کو تکلیف اور صرف کا نقصان ہو اس سے کیا حاصل۔
چونکہ تکلف کا قدم درمیان نہیں ہے اس لیے یہ امور لکھے گئے۔ طبع
نازک پر گراں نہ گذرے۔ میری طبیعت کا حال ویسے ہی ہے۔ نسبت
جاڑوں کے گرمیوں میں کسی قدر لازمی امراض میں افاقہ ضرور ہو جاتا
ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکر ہے۔ امیر احمد عفی عنہ

نمبر ۲۳۹

۲۸۔ فروری ۱۸۹۴ء رام پور

پیارے بشیر۔ ایک نظر تمھارے دیدار فرحت آثار نے ایسا تکلف
برطرف کر دیا کہ رسمی تکلفات کے القاب لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ اسلیے
پیارے بشیر لکھنے پر قناعت کی۔ تمھاری سعادت مندی سے امید ہے
کہ اس یگانگی کے الفاظ کو ناپسند نہ کرو گے۔ اللہ ہمیشہ تم کو خوش رکھے

اور اقبال بڑھائے اور تمھاری دلی مرادیں بر لائے اور ایسا سامان
کردے کہ میں جی بھر کے تم کو دیکھوں اور یہ داغ جدائی جو میرے
دل پر تازہ ہو گیا ہے اس کو مٹاؤں۔
غزل میں نے فی الفور دیکھی بنانے کی حاجت ہی نہیں، سرا سری
نظر سے دیکھکر انتخاب کر دی۔ تمھارا حسن طبیعت آرائش اصلاح کا
محتاج نہیں۔ خال خال کہیں کہیں کچھ بنا دینا کافی ہے۔ میری طبیعت
بہ سبب ازدیاد مرض کے اور زیادہ بے لطف ہے۔ خداوند تعالی رحم
فرمائے اور اس تکلیف سے نجات دے۔
مالک سراج سخن نے مجھ سے بھی غزل کے واسطے بہت ہی اصرار
کیا اور میرے اور احباب شاہجہانپوری نے بھی بار بار مجھ سے سفارش
کی اور میرا کوئی عذر قبول نہ کیا گیا تو بمجبوری میں نے بھی گذشتہ
گلدستے کے واسطے چند شعر موزوں کر کے بھیجے۔ پرچہ چھپ کر جو آیا تو اسکو
دیکھکر جی خوش نہ ہوا۔ کاغذ برا چھپائی ناقص۔ خط بھی اچھا نہیں۔
معہذا تصحیح میں بھی نقصان۔ میری غزل بھی غلط چھپی اطلاعاً لکھا گیا
اس سے یہ مقصود نہیں کہ آپ غزل گلدستے کو نہ دیں۔ بلکہ حقیقت
واقعی بیان کی گئی۔ آپ کے جتنے عزیز ساتھ آئے تھے سب کو
میری طرف سے محبت و اخلاص کے ساتھ سلام و دعا کہیئے۔ اور
اپنے برادر مکرم اور والد ماجد اور سب اعزہ اور احباب کو ما وجب
پہونچائیے۔ قرۃ العین مسعود دعا قبت محمود اور عزیز از جان منشی

ممتاز علی دوست اور منشی جلیل حسن صاحب جلیل سب بکمال شوق سلام نیاز کہتے ہیں۔ فقط
امیر فقیر

نمبر ۲۴۰
ریاست رام پور۔ ۴ جون ۱۸۹۴ء

سرمایۂ محبت و اخلاص سلمکم اللہ تعالیٰ۔ سلام و دعا۔ بہت دنوں سے آپ کی تحریر سعادت خمیر دیکھنے میں نہیں آئی آنکھیں مشتاق ہیں اور دل خلوص منزل ادراک خیریت کے لیے بےچین ہے۔ فقیر نے دو رسالے بامید ذریعہ نجات و باقیات صالحات ہونے کے تالیف کیے ہیں اور چھپوائے ہیں۔ اُن کا ایک ایک نسخہ بھیجتا ہوں اس امید پر کہ آپ شوق کی نگاہوں سے دیکھیں اور کوئی بات آپ کے حق میں مفید ثابت ہو تو مؤلف کے لیے حسبۃً اللہ دعا کریں۔ امید ہے کہ مژدہ خیریت کے ساتھ ان کتابوں کی رسید سے آپ جلد مطلع کریں گے۔ اپنے اُن عزیزوں اور دوستوں کو میری طرف سے ما وجب کہیے جو اپنی دیدار فرحت آثار سے مجھے مسرور کر چکے ہیں۔ آپ کے والد ماجد کی خدمت سراپا برکت میں سلام و نیاز قبول ہو۔ امیر فقیر

نمبر ۲۴۱
رام پور ۱۹ جون ۱۸۹۴ء

والا نوازا۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ محبت سے بھرا ہوا خط آیا۔ آنکھوں کا نور دل کا سرور بڑھایا۔ آپ جس قدر ملاقات کا

اشتیاق رکھتے ہیں اور محبت ظاہر کرتے ہیں۔ اُس سے کئی حصہ زیادہ
میری طرف سے تصور کیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ خلق عطا کیا ہی
کہ آپ کی باتیں سُنکر روح تازہ ہوتی ہی۔ دیدار کی لذت کا کیا کہنا
خداوند کریم اس سعادت اور محبت میں برکت دے اور جمیع مقاصد
پورے کرے۔ آم کی قلت سنکر مجھے بھی افسوس ہوا خیال تھا کہ
شاید ہمارے ہی یہاں اب کی اس کا قحط ہی اب معلوم ہوا کہ ہر جگہ
یہی حال ہی۔ غزل آپ کی میں نے دیکھ لی۔ ۲۲ شعروں پر انتخابی صاد
کر دیا ہی۔ یہی چھپنے کو دیئے جائیں۔ تو بہتر۔ باقی اور شعر بھی صحیح ہیں مگر
وہ اس مرتبے کے نہیں ہیں۔ میرا خود جی چاہا کرتا ہی کہ آپ کو بالتخصیص
اپنے ہاتھ سے خط لکھا کروں مگر رعشے نے مجبور کر دیا ہی چار سطر بھی لکھنا دشوار
ہو جاتا ہی۔ اب آپ نے بنظر قدردانی فرمایش کی ہی تو انشاء اللہ کسی دن
قصد کروں گا اور ممکن ہوا تو چند سطریں ضرور لکھوں گا۔ خط لکھوا ہی رہا
تھا کہ آپ کا دوسرا عنایت نامہ مع غزل آیا کتابوں کی رسید معلوم ہوئی
اطمینان ہوا۔ نورچشم ممتاز اور جلیل تسلیم رساں ہیں اور میاں مسعود احمد
سلمہم اللہ الصمد بھی۔ داجب گذار ہیں۔
امیر فقیر

رامپور ۱۴۔ اگست ۱۸۹۴ء نمبر ۳۴۲

یادآور امیر فقیر سلمکم اللہ القدیر۔ پوسٹ کارڈ آیا ممنون یادآوری
فرمایا۔ وبا کی کثرت اُس نواح میں دریافت ہونے میں سخت تشویش

ہوئی۔ ارحم الراحمین بحرمت رحمۃ اللعالمین رحم فرمائے حتی الامکان بارگاہ کبریا میں التجا و دعا کا التزام رہے کہ بندے کا یہی کام ہے اس ملک میں ڈیڑھ مہینے سے تمام شہر مبتلائے تپ و لرزہ میں مبتلا ہے میرے گھر میں بھی اس وقت ۲۵ آدمی اسی مرض میں مبتلا ہیں۔ دل کسی وقت مطمئن نہیں ہوتا۔ امید ہے کہ تا حصول اطمینان کامل آپ اپنے و اپنے اعزہ کی خیریت سے جلد جلد مطمئن کرتے رہیں۔ اپنے والد ماجد اور سب بزرگوں کی خدمت میں میری طرف سے حسب مراتب سلام و نیاز پہونچا دیجئے گا۔ ممتاز اور جلیل اور میرے سب اطفال عقیدت خصال ما وجب رساں ہیں۔ فقیر امیر احمد امیر۔

نمبر ۲۴۳

۱۱۔ مارچ ۱۸۹۵ء ریاست رامپور

محبی و شفیقی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ آپ کا کارڈ آیا۔ بہت محجوب کیا۔ غزل آپ نے بھیجی تھی کہ ۱۰۔ فروری تک دیکھکر واپس کردی جائے۔ یہاں ۱۱۔ مارچ کو آپ کے حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔ ایک مہینے سے بھی ایک دن بڑھ گیا۔

دلنوازیہ تاخیر بڑی ہی مجبوری سے ہوئی مجھے متواتر حبس بول کے دورے پڑے۔ یہ بھی خبر نہین کہ ڈاک کب آئی اور اس میں کیا آیا۔ مہینوں کے بعد آج جواب طلب خطوط نکالے گئے ہین سب سے پہلے آپ ہی کا مہربانی نامہ نظر افروز ہوا۔ غزل دیکھی۔ کیا کیا شعر

آپ نے اس زمین میں نکالے ہیں۔
....
.... بارک اللہ فی عمرکم و اقبالکم۔ پوری غزل اچھی ہے جو شعر بہت اچھے تھے اُن پر میں نے صاد کر دیا ہے۔ باقی سب شعر رکھنے کے نہیں۔
مجھے بیمارداریوں سے بھی ابتک نجات نہیں ہے۔ تمام شہر میں امن ہے مگر میرا گھر مریض خانہ بدستور ہے۔ معہذا اور بعض کاہشیں جدید لاحق ہو گئی ہیں جو سوہان روح ہیں میرے ساتھ میرے احباب بھی بدحواس رہتے ہیں۔ ورنہ میری رنجوری و مہجوری کی اطلاع آپ کو کوئی ضرور دیتا۔ امید ہے کہ آپ اپنی سعادت و محبت سے اس تقصیر تاخیر کو معاف کریں "سراج سخن" کی شکایت جو آپ نے کی اُس کی نسبت مجھے ذرا بھی خیال نہیں ہوا اور نہ ہے اور نہ کبھی ہوگا۔ آپ میرے شفیق ہیں۔ مہربان ہیں۔ سعید ہیں۔ رشید ہیں۔ دلسوز ہیں۔ ہمدرد ہیں۔ مجھے بشرط خیریت و امکان آپ کی خدمت گذاری اور آپ کی خوشی سے کام ہے۔ اس سے کچھ غرض نہیں کہ آپ شاگرد کس کے کہے جائیں آپ بھی اس کا مطلق خیال نہ کیجیے۔ اور مجھے تحریر سعادت نامجات سے اپنا شکر گذار بناتے رہیے۔ میاں جلیل بہت بہت تسلیم عرض کرتے ہیں اور سید بندے زادے بھی ما وجب رساں ہیں۔ اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں میرا اسلام و نیاز عرض کیجیے اور سب حضار انجمن سے ماوجب کہیے۔ میں ہوں آپ کا قدیمی دعاگو امیر فقیر

ریاست رامپور ۲۔ جولائی ۱۸۹۵ء نمبر ۲۴۴

سعید سرمدمجی بشیر احمد خاں صاحب سلمکم اللہ تواہب۔ سلام مسنون اخلاص ودعا مشحون سپاس مقرون کے بعد مدعا نگار ہوں۔ کہ محبت نامہ خلعت شمامہ کئی دن ہوئے آیا تھا۔ جس میں آموں کی بلٹی بھی ملفوف تھی اور آپ نے نصیب دشمناں اپنے درد کی کھٹک سے بھی اطلاع دی تھی مگر میں نہ مزاج پرسی کر سکا نہ آموں کی رسید دے سکا اس وجہ سے کہ میری ران میں ایک دنبل نکل آیا ہی۔ جس نے مجھے نہایت رنجور و معذور کر دیا ہی۔ آج صبح سے فی الجملہ اس میں افاقہ شروع ہوا ہی تو پوری ڈاک جو پندرہ بیس روز سے جمع ہوئی ہی اسمیں سب سے مقدم آپ کے محبت نامے کا جواب لکھتا ہوں۔ آم مجھے پہونچے میں ممنون ہوں اور دل سے شکر ادا کرتا ہوں مگر افسوس ہی کہ یہ آم بالکل خام آگئے اور اس زمانے میں کوئی خوش سلیقہ آدمی جس کو پال رکھنے اور اٹھانے میں مہارت ہو میرے پاس نہیں۔ اس وجہ سے ایسے ایسے تحفہ آم بالکل خراب ہوئے اوّل تو آیندہ آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہی ندامت مجھ کو کیا کم ہی کہ آپ کا اتحاف یہاں بے سامانی سے ضائع ہوا اور اگر آپ اپنے غلبہ محبت سے پھر تصدی کریں تو مختلف اقسام۔ انڈا۔ مالدہ وغیرہ وغیرہ ہرگز نہ بھیجیں۔ صرف سپیدا اور سرخا ایسی پختگی پر پہونچا ہوا کہ یہاں پہونچتے ہی کھانے کے قابل ہو جائے پال رکھنے کی ضرورت نہ پڑے

عنایت کریں۔ بعض قسمیں ان آموں میں اس حالت پر پہونچیں کہ اطراف اُن کے پک گئے اور بیچ میں بالکل خام رہے اور بعض بالعکس الغرض کوئی قسم روپ پر نہ آئی۔ جس قدر لذت ملی سپیدے ہی سے ملی۔ اگر پال رکھنے کا سامان عمدہ طور سے یہاں ہوتا تو سپیدا بہت اچھا رہتا۔ یہ تفصیل میں نے اس واسطے گذارش کی تاکہ آیندہ آپ کا نقصان بیجا نہ ہو۔ مختلف اقسام میں ایک دشواری یہ بھی ہی کہ سب عزیزان خانہ کو ایک قسم جس کے چند افراد ہوں دینا نہیں ہو سکتا اور شکایت رہ جاتی ہی۔ اس لئے کہ ماشاء اللہ کنبہ بڑا ہی۔ دوستوں سے قطع نظر عزیزوں کو بھی جو چیز بکثرت ہو وہ پہونچ سکتی ہی۔ اور تنہا کسب لذت اس شخص سے نہیں ہو سکتا جو ایک قافلے کا خدمتگذار ہو۔ خدا کرے آپ کے بے درد درد کی کھٹک جاتی رہی ہو اور کمال صحت و تندرستی کی حالت پر یہ نامہ اخلاص پہونچے اور مژدۂ صحت جلد لائے۔ اطفال نقیر عقیدت ضمیر تسلیم رساں ہیں۔

مکرر یہ کہ کیا آپ کے باغ میں بنارس کے لنگڑے کی قلمیں نہیں لگائی گئیں یہ آم تو بہت خوش ذائقہ اور قابل تعریف ہوتا ہی۔ زیادہ بجز سپاس و دعائے بقیاس کیا لکھوں۔

آپ کا داعی خیر امیر فقیر عفی عنہ

۲۰ جولائی ۱۸۹۵ء رام پور اسٹیٹ دفتر امیر اللغات نمبر ۲۴۵

دلنواز امیر فقیر سلمکم القدیر۔ محبت نامہ آیا۔ بے درد درد کے دورے نے اُدھر آپ کو اُدھر اس کی خبر نے مجھ کو تڑپایا۔ شافی مطلق آپ کو ہمیشہ اس بے درد کی ایذا سے محفوظ رکھے۔ غریب امیر کے اختیار میں دل دردمند و خاطر شکستہ سے دعا کرنے کے سوا اور کیا ہے۔ مجیب الدعوات مقبول فرمائے۔ میں بھی حبس بول کے مرض میں دن رات تڑپا کرتا ہوں۔ اس زمانہ میں اور امراض نے بھی گھیرا۔ کل سے کسی قدر آثار صحت ہیں دمل قریب الاندمال ہے اور تپ و لرزہ سے بھی خدا خدا کرکے جان چھوٹی۔ اس وقت اس مختصر کار ڈ پر اکتفا ہے۔ اپنے بزرگوں کی خدمت میں سلام کہیے۔ اور عزیزان و احباب سے ما وجب حافظ جلیل حسن بعد سلام مزاج پرسی کرتے ہیں۔ فقط امیر فقیر

رام پور ۲۲ دسمبر ۱۸۹۵ء نمبر ۲۴۶

مجی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ محبت نامہ آیا اور ممنون و مسرور و یاد آوری کیا۔ خداوند تعالیٰ آپ کو اسی دلنوازی اور محبت طرازی کے ساتھ خوش رکھے اور مقاصد دینی اور دنیوی پر فائز کرے۔ میری طبیعت کی ناچاقی بدستور ہے۔ اسی ہفتہ میں ایک دورہ شدہ حبس بول کا پڑ چکا۔ جس میں قاثاطیر کی نوبت آئی تھی۔ امید کہ چند روز سے حالت بدستور ہے۔ اللہ کا ہر حال میں شکر ہے۔ دوسرے

دیوان موسوم بہ صنمخانۂ عشق کو میں نے نظر ثانی سے ہنڈی مرتب کرلیا۔ کچھ ہی کسر باقی ہی۔ ڈیڑھ دو ہفتہ میں فراغ تمام ہوجائے گا۔ بعض احباب کا سخت اصرار ہی کہ یہ دیوان چھپے لہذا میرا بھی ارادہ مصمم چھپوانے کا ہوچکا ہی۔ خداوند تعالیٰ اس ارادے کو پورا کرے۔ قیمت کی نسبت یہ قرار پایا ہی کہ عام لوگوں سے ۶ر فی نسخہ لیے جائیں۔ اس سے کم کر نہیں ہوسکتا۔ اور جو خاص احباب (تلامذہ) ہیں ان سے خاص قیمت لی جائے یعنی وہ اپنی وسعت و حیثیت و توفیق قدر دانی کے موافق اس کی قدر کریں۔ اس تجویز کوشن کر احباب کے خطوط دربار اظہار قدر دانی ابھی سے آرہے ہیں۔ بہت ضروری جان کر میں نے آپ کو بھی اطلاع کردی ہا یہ دیوان دیوان اول سے بدرجہا اولیٰ ہی۔ باعتبار بلاغت اور باعتبار زبان ولذت کے بھی ہر صورت میں اس کو ترجیح ہی۔ جلیل تسلیم عرض کرتے ہیں۔ امید کہ جواب ضرور لطف ہو۔ داعی خیر امیر فقیر

نمبر ۲۴۷

یکم ستمبر ۱۸۹۶ء رامپور

محبی و سعیدی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ سلام مسنون و اخلاص مشحون مدت کے بعد نامۂ سعادت آیا ممنون و مشکور کیا۔ غزل دیکھکر بھیجتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ کی خیریت سے جلد اطمینان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔ آپ نے اپنی رونق افروزی کا قصد ظاہر کرکے

بہت خوش کیا۔ خداوند تعالیٰ ایسا ہی کرے کہ آپ کے دیدار سعادت آثار سے میری آنکھیں پُر نور اور دل مسرور ہو۔ میں آجکل زیادہ مریض رہا۔ اب بھی ہوں دو دن میں چار دورے حبس بول کے پڑے اور وہ دورہ روح فرسا۔ بحمد اللہ کہ اب اُن شدائد میں تخفیف ہے۔ امیر تقیر

نمبر ۲۴۸

رام پور ۸۔ مارچ ۱۸۹۷ء

محبّی۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ نامۂ سعادت نے پہونچکر ممنون و مسرور کیا۔ خداوند تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت دلخواہ کے ساتھ رکھے اور جملہ مکروہات سے مرتفع فرمائے۔

کسر بفتحتین اُردو ہے اور اسی طرح مستعمل ہے جس طرح داغ نے کہا ہے۔ ایک آنچ کی کسّر رہ گئی۔ تھوڑی سی کسّر باقی ہے۔ بے تکلف زبان ہے۔ اور کسر بفتح اول و سکون ثانی عربی ہے۔ جو بمعنی شکستن ہے جیسے کسر شان۔ کسر نفس۔ وہ اس جگہ مستعمل نہیں ہے جس جگہ سے بحث کی گئی ہے۔ اور نہ اس کے معنی یہاں چسپاں ہوتے ہیں۔

بہر کیف کسر اپنے مقام پر صحیح اور بول چال میں داخل ہے۔

اس زمانے میں میرا ارادہ براہ لکھنؤ و کانپور سفر کا ہے اگر خداوند تعالیٰ نے ارادہ پورا کیا۔ تو چاہتا ہوں کہ ملیح آباد کے اسٹیشن پر یا لکھنؤ میں آپ کی دیدار فرحت آثار سے بھی مسرور ہوں۔ تاریخ

روانگی متعین ہو جانے پر آپکو مطلع کرونگا۔ جلیل تسلیم گذار ہیں۔ امیر فقیر

نمبر ۳۴۹

۱۲۔ جون ۱۸۹۷ء لکھنؤ

مجمع اخلاق بے حد شفیق و محبی منشی بشیر احمد صاحب سلمکم اللہ الوہاب
سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ مجھے آخر اپریل میں سفر کا اتفاق
ہوا۔ مگر اپنے عوارض کی وجہ سے بنظر راحت و اختصار ڈاک گاڑی
اختیار کرنا پڑی اور معاودت میں بھی بہ سبب بعض خصوصیات ذاتی
کے پسنجر اختیار کرنا نہیں ہو سکتا۔ اور حسرت لقائے گرامی دل میں
رہی جاتی ہو۔ لکھنؤ میں اقامت غالباً تین دن سے زیادہ نہ ہو۔ اور
چونکہ میں اپنے وطن میں بسبب مدت سے مہاجرت کے مسافر ہوں
لہذا آپ کو تکلیف نہیں دے سکتا۔ ایسی عجلت اور بے سامانی میں
کیا تدبیر کی جائے جو حسرت دیدار دیرینہ بر آئے۔ بو اپسی ڈاک کارڈ کا
جواب مشعر خیر و عافیت اس نشان سے لطف ہو۔ لکھنؤ متصل
لال اسکول مکان خواجہ کاظم صاحب وکیل۔ امیر فقیر

نمبر ۲۵۰

رامپور ۲۹۔ ۱۸۹۷ء

دلنواز از امیر فقیر سلمکم اللہ القدیر۔ سلام و دعا۔ محبت نامہ آیا۔
ممنون و مسرور یاد آوری کیا۔ غزل دیکھکر بھیجتا ہوں۔ کیا اچھے اچھے
شعر آپ نے لکھے ہیں۔ بارک اللہ فی عمرکم و اقبالکم۔ جو شعر بہت اچھے

اچھے اور انتخاب تھے ان پر صاد کر دیئے ہیں۔ باقی ایک صاد کے شعر بھی اچھے ہیں۔ خط آپ ہمیشہ غزل کی پشت پر لکھا کرتے ہیں جس سے مجھے بمجبوری واپس کرنا پڑتا ہے۔ اس کی میں شکایت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ علیحدہ محبت نامہ تحریر ہوا کرے کہ میرے پاس رہے۔ دیوان چھپ کر مطبع سے آگیا ہے۔ آج اتوار کی وجہ سے ڈاک میں روانہ نہیں ہو سکا کل انشاء اللہ آپ کے نام ایک نسخہ بھیجا جائے گا۔ میں آپ کے حصول مقاصد کے لئے ہمہ تن مصروف دعا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپکو حسب دلخواہ کامیاب فرمائے۔ امیر فقیر

رامپور ۲۲۔جون ۱۸۹۸ء نمبر ۳۵۱

محبی دلنواز سعید و رشید ابد محمد بشیر احمد خاں صاحب زاد عمر کم و اقبالکم۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ دو مہربانی نامے موصول ہوئے بلٹی آئی تین سو آم سفید سے کے پہونچے آپ کی دلنوازیوں کا کہاں تک شکریہ ادا کروں ؎

از دست فقیر بینوا ناید ہیچ جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

پہلے خط سے نصیب اعدا صاحبزادہ بلند اقبال کے عود مرض کا حال معلوم ہوا اور اس نے داعی خیر کو بے چین کر دیا مگر دوسرے سے افاقہ معلوم ہو کر کسی قدر تسکین ہوئی اللہ تعالےٰ اس افاقے کو پوری صحت کی حد تک پہونچا دے اور آپ کو حسب دلخواہ

مطلع فرمائیے۔ میرا تعلق خاطر ابھی بدستور ہے اور برابر دعائے صحت

میں مصروف ہوں۔ آپ کی سعادت سے امید ہے کہ تا حصول

اطمینان کامل کیفیت و خیریت قرۃ العین طاہرہ سے جلد جلد مجھے

مطلع کرکے رفع نگرانی کرتے رہیے۔ زیادہ کیا لکھوں میرے حالات

بدستور ہیں۔ اطفال فقیر اور حافظ جلیل حسن کمال خضوع کے ساتھ

تسلیم گزار ہیں۔

امیر مینائی

نمبر ۲۵۲

۲۳ جون ۱۸۹۹ء رامپور

محب دلنواز۔ سلام شوق و دعا شوق۔ مدت کے بعد

محبت خمیر تحریر آئی۔ آنکھیں پر نور اور دل مسرور ہوا۔ خداوند تعالیٰ

آپ کو تمام مکروہات سے محفوظ و مامون اور صحت و عافیت سے

مکفون رکھے۔ میں آپ کی خوشی سنکر مسرور اور آپ کی تشویش

سے بے چین ہو جاتا ہوں اور ہمیشہ دعائے خیر سے یاد کیا کرتا ہوں

آلام و اسقام میرے کبھی زیادہ ہو جاتے ہیں کبھی کچھ کم مگر ساتھ

نہیں چھوڑتے۔ بہرحال میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں۔ یار جس

حال رکھے وہی حال اچھا ہے۔

آپ کے اخلاق سے مجھے شکایت ہے ہمیشہ خبر خیریت کم دیا

کرتے ہیں۔ اب خدا کے لیے ایسا نہ کیجیے گا۔ دامن ... آپ کے

کلام سے خالی رہا جاتا ہے۔ کبھی کبھی تو گلفشانی ہوتی چاہیے۔ اقرار

جلیل بعد شوق تسلیم رساں ہیں۔ امیر فقیر۔

ریاست رامپور ۲۲ جنوری سنہ۱۹۱۶ء نمبر ۲۵۳

محب دلنواز۔ سلام مسنون۔ اخلاص و دعا مشحون۔ مدت کے بعد یاد آوری نے ممنون کیا۔ میں آغاز موسم سرما سے علیل رہا مرض عسر بول وحبس بول کے دورے بہت پڑے اور اب تک وہی حالت ہے۔ اور ایک دُنبل نکل آئی تھی وہ بھی بہت مکلف تھی۔ اسی حالت بیقراری میں بحالت اضطراری تھوڑا سا سفر کرنا پڑا ملیح آباد کی طرف سے آمد و رفت ہوئی اور ارادہ ہوا کہ تار دے کر آپ کو مطلع کروں مگر کچھ معلوم نہ تھا کہ آپ ملیح آباد میں ہیں یا کہیں اور منجملہ اس زمانے کے مصائب کے ایک حادثہ یہ پیش آیا کہ میرے گھر میں دفعتاً آگ لگ گئی ہوا بند تھی آناً فاناً ایسی بڑھی کہ سامان راحت و اسباب معاشرت۔ مطبوعہ اور قلمی صدہا کتابیں خاک سیاہ ہوگئیں۔ میرے نتائج افکار منظوم و منثور غیر مطبوعہ بھی اکثر جل گئے۔ جن کی تلافی اب ممکن ہی نہیں۔ ایسی حالت میں میری کوتاہ قلمی قابل عفو ہے۔

بحمد اللہ کہ آپ نے اپنی حالت اطمینانی لکھ کر مجھے مطمئن کیا۔ خداوند تعالیٰ ہر گاہ مکروہات سے محفوظ اور مرغوبات سے محظوظ رکھے امید ہے کہ میری پیرانہ سالی اور خستہ حالی پر نظر کر کے میری کوتاہ قلمی

کا خیال نہ کیا کیجیے وبحکم رشد و سعادت و خلت و محبت ہمیشہ اپنے حالات خیریت سے مسرور کیا کیجیے۔ جلیل رخصت لے کر وطن گئے ہوئے ہیں۔ اختر بوجہ قحط سالی اور ادا نہ ہو سکنے زر مالگذاری سخت سراسیمہ ہیں۔ اسی وجہ سے دامن گلچیں کی مہینے سے نہیں نکلا۔ بکمال شوق سلام نیاز کہتے ہیں۔ اپنے سب عزیزان و احباب کو میری طرف سے حسب مراتب سلام و دعا کہیے۔ سب اطفال عقیدت خصال ما وجب گذار ہیں۔

امیر فقیر

نمبر ۲۵۴

مجھی سلام مسنون و دعا مشحون۔ دو عنایت نامے اور دو غزلیں آئیں مشاعرے کی غزل دیکھ کر بھیجتا ہوں دوسری غزل بسبب علالت نہیں دیکھ سکا۔ میری طبیعت بالکل اچھی نہیں ہے۔ چوتھا روز ہے کہ حبس بول کا سخت دورہ پڑا تھا۔ حتی کہ قاثاطیر کی نوبت آئی۔ اسوقت بے چینی بڑھی ہوئی تھی۔ ذرا تکلیف گھٹے اور طبیعت سنبھلے تو دوسری غزل بھی دیکھ کر بھیجوں۔ امید کہ اس کی رسید سے مطلع فرمائیے۔

امیر فقیر

نمبر ۲۵۵

دلنواز امیر فقیر مجھی بشیر احمد خاں صاحب بشیر سلمہم اللہ تعالے۔

سلام شوق. دو اشتیاق. محبت نامہ آیا آموں کی ہنڈی لایا۔ آموں نے مذاقِ جان کو شیریں کیا۔ احسان کا شکر گذار ہوں اور آپ کی صحت وسلامتی کا خداسے خواستگار۔ میری اس ناچاقی طبیعت اور بعض اعزّہ کی عدم صحت سے سراسیمہ رہتا ہوں۔ یہی سبب ہو کہ احباب کو نامہ نگاری کا اتفاق بھی کم ہوتا ہو۔ سب عزیزان و احباب خصوصاً حافظ جلیل حسن ما وجب گذار ہیں۔ امیر فقیر

نمبر ۳۵۶

جیسی لیچی۔ ادھر اسال آم بہت کم ہیں اور مجھے حسب مراسم قدیم بعض عالی مرتبہ رؤسا کو ہدیتہً بھیجنا ہوتا ہو۔ چنانچہ ان آموں کو بہت مغتنم سمجھ کر ایک جگہ روانہ کر دیا۔ اب آپ سے یہ بات دریافت کرنا ہو کہ علاوہ انتیٹا آپ کے باغوں میں سے کچھ مل سکتا ہو یا نہیں یا اور باغوں میں بقیمت کس نرخ سے خرید ہو سکتا ہو۔ اپنے کھانے کو اور ہدیہ کرنے کو مطلوب ہو۔ خدا کرے یہ خط آپ کو خوشی دلی اور اطمینان کی حالت میں ملے اور جواب باصواب مفصل جلد آئے۔ امیر فقیر

خان بہادر سید علی محمد شاد عظیم آبادی کے نام

نمبر ۳۵۷ ۱۳ نومبر ۹۹ء

معظم و مخدوم دام مجدہ الکرم۔ سلام سپاس التیام نواز شنامے

مفصل نے ورود فرما ہوکر آپ کے کمالات کا دفتر کھول دیا میں نے
دوبار اول سے آخر تک دیکھا اور گوناگوں لطف اٹھایا۔ اللہ تعالے
آپ کی بافیض ذات کو دیر گاہ قائم رکھے۔ چشمۂ فیض ہی کہ جاری ہی
کتاب کا بلندہ آج پہونچا۔ قطعہ اور نسب نامہ بھی موصول ہوا۔ اس
کتاب کو میں بالاستیعاب دیکھوں گا۔ اور تشویق و ترغیب میں امکان
بھر کوشش اٹھا نہ رکھوں گا بلکہ میرا خیال ہی کہ ریاست کے ڈائرکٹر
مدارس سے ملاقات ہو تو اُن سے بھی زور دے کر کہوں خدا کرے
آپ کی سب کتابیں جو مفید عام ہیں چھپ کر کام میں آئیں۔ افسوس کہ
ان جواہر کا قدر دان کوئی نظر نہیں آتا۔ اور جو اس کی قدر جانتے ہیں
وہ کچھ کر نہیں سکتے۔ قطعہ کا کیا کہنا آپ کے دل و دماغ سے جو بات
نکلتی ہی وہ دل و دماغ ہی میں رکھنے کی ہوتی ہی۔ ابھی میں نے پورا
نہیں دیکھا اب دیکھوں گا۔ جواب عرض کرنے میں دیر اس وجہ سے
ہوئی کہ کتاب کا انتظار رہتا۔ بلندہ پر رام پور کے ساتھ راجپوتانہ لکھ گیا
تھا۔ وہ راجپوتانہ کی سیر کرتا ہوا آج سولھویں دن مجھ تک پہونچا۔ یہ ملک
نورو ہیلکھنڈ کہلاتا ہی اور ممالک مغربی و شمالی میں داخل ہی۔ ڈاک
گاڑی لکھنؤ سے سات گھنٹے میں رام پور پہونچتی ہی۔ مراد آباد جانے کی
زحمت اب نہیں ہی مظفر اسے چلی ہوئی گاڑی سیدھی رام پور
ہوتی ہوئی سہارنپور کو جاتی ہی

تحریر گرامی سے تصانیف کا ذخیرہ ملنت ہوتا اور قرآن مجید کا حال

(جس کی نظیر دنیا میں نہیں) معلوم کر کے سخت قلق ہوا اور حقیقت یہ ہی کہ اس پر جس قدر افسوس کیا جائے بجا ہی۔ زیادہ بجز سپاس گذاری کیا عرض کروں۔ آپ کی عنایات کا شکر تو محال ہی۔ شکریہ کا اظہار بھی پورا پورا مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ موسم سرد میرے مرض کے مخالف ہی حبس بول کے دورے کا زور ہی اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ امیر فقیر

خان بہادر احمد حسین خاں صاحب سابق تعلقہ دار و آنریری مجسٹریٹ پرمانواں ضلع پرتاب گڑھ کے نام

۱۵ دسمبر ۱۹۴۹ء ۲۵۸

کریم الاخلاق پیارے مذاق اعلی اللہ شانکم سلام مسنون۔ دعا مشحون۔ بحمد اللہ میاں خیریت ہی اور آپ کی عافیت مطلوب۔ قبل اس کے آپ نے لکھا تھا کہ خان بہادر سید اکبر حسین صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد مفصل خط لکھوں گا۔ حسب تحریر تحریر مفصل کا انتظار رہا۔ چونکہ طبیعت آپ کی طبع گرامی کی طرف مصروف تھی اس لئے مکلف ہوں کہ خیرو صحت مزاج سے مسرور اور مطمئن کیجیے۔ میری حالت بدستور ہی اور پریشانیاں موفور۔ دعائے عافیات و ترقیات میں مشغول ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور عمر و اقبال میں برکت دے۔ والسلام امیر فقیر

شاعر نازک خیال حضرت جلال لکھنوی کے نام

۸۔ دسمبر ۱۸۹۹ء رامپور نمبر ۲۵۹

شفیق حال من شکستہ بال سلمکم اللہ تعالیٰ۔ سلام اخلاص انضمام کے بعد عذر خواہ ہوں کہ محبت نامہ کے جواب میں تاخیر ہوئی۔ علاوہ امراض قدیمہ کے بالائے ناف ایک پھوڑا نکل آنے سے جواب تک تکلیف ہو۔ آپ کا محبت نامہ دیکھکر طبیعت کو نہایت اثر جار ہوا۔ افسوس یہ پیرانہ سالی اور اس پر یہ خستہ حالی. الحق۔ اب میں ہوں یا آپ ایسے مریضان ناطاقت سفر کے قابل نہیں رہے۔ یہ مجھے ابتک معلوم نہ تھا کہ نانگرول سے تعلق ترک ہوگیا۔ جس ریاست میں آپ نے تحریک کے واسطے لکھا ہو وہاں کی حالت متواتر قحط پڑنے سے بہت خراب ہو۔ نواب عالمگیر محمد خاں میرے شاگرد نہیں۔ کئی برس سے رسم مراسلت تھی۔ جب بھوپال جانے کا اتفاق ہوا تو دو ایک ملاقاتیں ہوئیں۔ واپسی کے بعد سے رسم قدیمہ مراسلت میں بھی فرق آیا۔ اب جو خط جاتا ہو جواب نہیں آتا۔ میں نے اس سرزمین پر پہونچکر کسی متنفس کو کام کا آدمی نہیں پایا۔ وہ صاحب جنکو مجھی امتیاز احمد خاں راز نے قصیدہ بھجوانے کی آپ کو رائے دی میرے قدیم شاگرد اور بڑے چالاک جنگ آشنا آدمی ہیں مگر آزادی اتنی بڑھی ہوئی ہو کہ پاس وضع کی قید بھی ان سے نہیں اٹھتی۔

آپ کے قصیدے کے ساتھ جو معاملہ ہوا وہ دعوے کی کافی
دلیل ہے۔ میں تصدیق تو نہیں کرتا کہ اُنھوں نے آپ کے قصیدے
کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو آپ نے سنا۔ مگر اُن کی بے پروائی اور
لاابالی پن سے کچھ بعید نہیں۔ میرے چار قصیدے جو میں نے نواب
عالمگیر محمد خاں کے ذریعہ سے پیش کرنے کے لیے بھیجے تھے آخر بڑی تحقیق
سے معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک سرکار عالیہ تک پہونچا اور تین کا
پتا نہیں کہ کیا ہوئے۔ سوا خون جگر کھانے اور صبر کرنے کے کیا چارہ
میری کامیابی نواب عالمگیر محمد خاں کے ذریعہ سے جو آپ نے سُنی
صحیح نہیں ہے۔ اگر نواب ممدوح میں کچھ بھی اس کی صلاحیت پاتا
تو آپ کی حالت سے جیسا میرا دل دُکھا ہے اس کا مقتضیٰ ضرور یہ تھا کہ
میں ہرگز کوشش میں دریغ نہ کرتا۔ واللہ علیٰ ما نقول شہید۔ وہاں
پہونچنے پر بھی اگر مجھے کامیابی کی امید ہوتی تو ضرور رائے دیتا کہ آپ
حرکت اضطراری کیجیے۔ اس سرکار میں جب تک کوئی اندرونی ذریعہ
نہ ہو کارروائی کی امید نہیں۔ اور اندرونی ذریعہ اس پر موقوف ہے
کہ آدمی برسوں وہاں پڑا رہے اور گوناگوں کوششیں کرتا رہے۔ جو
شرح کشاف جو میں نے پڑھی اس کی سچائی میں بال برابر فرق
نہیں۔ با ایں ہمہ میرے دل پر آپ کی پریشانی کا اثر ایسا پڑا ہے کہ
میں ہرگز تدبیر سے غافل نہ ہوں گا۔ زیادہ کیا لکھوں صاحبزادوں
کو دعائیں۔ اطفال محبت خصال [illegible] گذارش۔ امیر فقیر

مولوی مظہر الاسلام صاحب کے نام

نمبر ۳۶

۲۔ فروری سنہ ۱۱ء

گرامی نشان اقبال نشان محبی مولوی مظہر الاسلام صاحب سلمکم اللہ الواہب۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ رشد و سعادت خمیر تحریریں آپ کی کئی آئیں اور میری طرف سے جواب میں تاخیر ہوئی وجہ تقصیر زیادہ تر یہ ہے کہ رسالہ عروض و قافیہ کی اصلاح بسبب کم فرصتی و ناطاقتی و رنجوری و معذوری کے نہ ہو سکی آپ کی محنت پر نظر کرکے یہ جی نہیں چاہتا کہ بے اصلاح بھیجدوں۔ اسلیئے کہ ایسا جامع مسائل رسالہ بغیر تہذیب و اصلاح کے پیشکش دربار آصفیہ ہونا مناسب نہیں۔ اسی وجہ سے اب بھی یہی ارادہ ہے کہ یک نظر دیکھ جاؤں تو بھیجوں اور دو قصیدے جو آپ نے بھیجے تھے اُن پر سراسری نظر میں نے کی تھی وہ بہت اصلاح کے محتاج ہیں۔ میرے پیشی کے منشی حافظ جلیل حسن جلیل سکرٹری دفتر امیر اللغات رخصت لے کر وطن گئے ہیں۔ وہ قصیدے اُن کے پاس ہوں گے اُن کی غیبت میں مل نہیں سکتے وہ آئیں تو نکلوا دیکھوں۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ اگر اس دربار میں پیش کرنا ہو تو بہت [illegible] اچھا کر شگفتہ قافیوں میں کوئی قصیدہ کہئے اور بہت سے شعر کہکر تماشا دیکھیے۔ یہ [illegible] سے جو آپ نے بھیجے ہیں بہت ہی رہ گئے ہیں۔ خدمت [illegible]

بالکل نہیں۔ اعلیٰ حضرت نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہٗ خود سخن شناس و سخن فہم و سخن گو اور سخن آفریں ہیں ان کے دربار کے لئے مختصر ہی کلام سہی مگر بہت اچھا ہونا چاہیئے۔ فصیح الملک داغ سا شاعر شیریں زبان وہاں موجود ہی ایسے ویسے کلام پر وہاں امید قبولیت نہیں۔ یہ بات میں نے فرط محبت سے دوستانہ لکھی ہی بُرا نہ مانیئے گا۔ دیوان ناظم کی تاریخ بینسک میں نے جلال کی فرمایش سے کہی اور کہتے وقت مجھے بالکل یاد نہ آیا کہ اسی دیوان کے واسطے آپ نے فرمایش کی تھی ورنہ آپ ہی کو بھیجتا۔ تقریظ جو آپ نے اُن کے دیوان کی لکھی ہی وہ میری اصلاح سے مستغنی ہی مجھے نثر میں مزاولت نہیں اور تاریخ جو آپ نے کہی ہی اس میں لفظ بلند مکان محض بضرورت تاریخ ہی۔ دیوان کی تاریخ میں شاعر کی صفت بلند خیال چاہیے نہ بلند مکان۔ اور باینہمہ تکلف بھی باعتبار اعداد تاریخ پوری نہیں کہ سر انتسال سے ایک عدد کا تعمیہ کیا گیا۔ تقریظ ہو یا تاریخ غرض تو اس سے بھی یہی ہوتی ہی کہ اہل سخن پسند کریں اور اگر بھرتی ہوئی تو اس ہونے سے نہ ہونا اچھا۔ میرے تلامذہ سب اپنے اپنے حال میں پریشان ہیں مجھے امید نہیں کہ تاریخیں کہکر بھیجیں حقیقت حال سے میں نے آپ کو اطلاع دیدی آپ کا خالص دوست و بہی خواہ ہوں۔ ہمیشہ مجھ کو اپنا داعی خیر تصور کیجیے۔ آپکی زیر باری و ناداری سے سخت دل دکھتا ہی مگر سوا دعا کے چارہ کیا ہی۔ خداوند تعالیٰ آپ کے حال پر بھی بار رحم فرمائے۔ میں بھی کثرت آلام

روحانی اور اسقام جسمانی سے نہایت سراسیمہ ہو رہا ہوں۔ جن کی تفاصیل لکھ نہیں سکتا۔ دامن گلچیں آپ کے نام بھی روانہ ہوا تھا معلوم نہیں کہاں تلف ہو گیا۔ کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ کے پاس نہ بھیجا جاتا۔ اختر تسلیم گذار ہیں۔ اس زمانے میں ایسے قوی موانع پیش آئے کہ دامن گلچیں بند ہو گیا۔ اس کے مہتمم کمال منفعل و عذر خواہ ہیں۔ اور سب اطفال و احباب با وجب گذار ہیں۔

فقیر امیر احمد امیر مینائی

تبصرہ

از شمس العلما حضرت خواجہ الطاف حسین صاحب حالی

مکتوبات امیر

کتاب مشار بہ عنوان کا مسودہ جو میرے لائق دوست خواجہ محمد احسن شرخاں
نائب مدیر رسالہ مرحوم "قند پارسی" نے مرتب کیا ہے میری نظر سے گذرا۔ خواجہ
صاحب موصوف جناب منشی امیر احمد صاحب مغفور سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں
ان کا شاگردانہ خلوص اس بات کا مقتضی تھا کہ اپنے واجب التعظیم استاد کا حق
شاگردی کسی مناسب پیرایہ میں ادا کریں۔ اول انھوں نے انکی سوانح عمری
لکھنے کا ارادہ کیا مگر بعض اسباب سے جن کا ذکر انھوں نے دیباچہ میں کیا ہے
میٹریل بہت کم میسر آیا۔ پھر ان کے مکتوبات جمع کرنے کی طرف توجہ کی لیکن
باوجودیکہ ایک عالم سے جناب ممدوح کی خط کتابت تھی خطوط بھی بقدر
توقع بہم نہ پہونچے۔ با ایں ہمہ ایک معتد بہ مقدار مکاتیب کی جمع ہو گئی۔

اگرچہ ایک ایسے نامور بزرگ کے حالات لکھنے کے لیے یہ مختصر ذخیرہ
کافی نہ تھا لیکن اس خیال سے کہ شاید آئندہ کوئی صاحب اس عمارت کے
پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوں اور یہ تالیف اس عمارت کے لیے ایک بنیاد
کا کام دے سکے خواجہ صاحب موصوف نے میٹریل کی کمی سے ہمت

نہیں ہاری اور اپنی خوش سلیقگی سے اسی مختصر ذخیرہ کو ترتیب دیکر ایک دلکش پیرایے میں ظاہر کیا ہو۔

انھوں نے اس کتاب میں اول جناب ممدوح کی مختصر لائف قلمبند کی ہو پھر ان کے کلام پر نہایت آزادی کے ساتھ ریویو کیا ہو اور ان کے دونوں دیوانوں کا مقابلہ فصیح الملک مرحوم کے دیوانوں سے کرکے دونوں اُستادوں کے کلام میں جو فرق دیکھا ہو وہ بغیر کسی قسم کے حیف و میل کے پبلک پر ظاہر کیا ہو اور پست و بلند دونوں قسم کے اشعار کے نمونے دونوں صاحبوں کے کلام سے التقاط کرکے ناظرین کو دکھائے ہیں۔

اگرچہ بدقسمتی سے ہمارے ملک کے اہل قلم میں ابھی تک نکتہ چینی کا تحمل اور اس کی برداشت پیدا نہیں ہوئی لیکن اگر ان کو رفتہ رفتہ اس کا عادی نہ کیا جائے تو امید نہیں کہ ہماری تصنیف و تالیف کے عیب و صواب کبھی پبلک پر ظاہر ہو سکیں۔

اس کے بعد انھوں نے اس مقصد کی طرف توجہ کی ہو جس پر کتاب کا نام مندرجہ عنوان دلالت کرتا ہو یعنی جناب بخشی صاحب مرحوم کے خطوط جس قدر بہم پہونچے ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب کیا ہو انسان کے اخلاق اور جذبات کا انکشاف جیسا اس کی بے تکلفانہ خط کتابت سے ہو سکتا ہو ایسا کسی اور چیز سے نہیں ہوتا۔ اسی واسطے مکتوبات کو نصف ملاقات قرار دیا گیا ہو بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب اس کا وجود عنصری خاک میں پنہاں ہو گیا اور اس سے ملنے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا اب

اس کی ملاقات محض اس کی خط کتابت پر منحصر ہو اور بس۔ پس کسی
مصنف کی وفات کے بعد اس کے مکتوبات کا فراہم کرنا درحقیقت
اسکی سوانح عمری کا ایک عظیم الشان حصہ قلمبند کر دینا ہو۔

مجھے امید ہو کہ مکتوبات امیر کی اشاعت خاص کر ان لوگوں کے لیے
جو حضرت امیر احمد مینائی سے عقیدت رکھتے ہیں۔ اور جن کی تعداد
ہندوستان میں کچھ کم نہیں ہو ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگی۔

الطاف حسین حالی

(پانی پت)

نوشتہ شمس العلما حضرت مولانا شبلی نعمانی۔

اُردو شاعری کے اخیر تاجدار دو شخص تسلیم کئے گئے ہیں، امیر و داغ
امیر یعنی منشی امیر احمد صاحب مرحوم شاعری کے علاوہ بہت سے
کمالات کے جامع تھے، یعنی اگر وہ شاعر نہ ہوتے تب بھی ایک نامور
شخص ہوتے، اس بنا پر اور نیز ان کے کمال شاعری کے لحاظ سے،
ضرور ہو کہ ان کی مفصل اور جامع سوانح عمری لکھی جائے۔ افسوس ہو
کہ اب تک کسی نے اس ضروری کام کی طرف توجہ نہیں کی یہ افسوس
اس لحاظ سے اور زیادہ بڑھ جاتا ہو کہ منشی صاحب موصوف کا سلسلۂ
تلامذہ نہایت وسیع ہو جس میں متعدد ایسے حضرات موجود ہیں کہ جو

اس فرض کو خوبی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں۔

ہم اپنے معزز دوست مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب کے ممنون ہیں کہ انھوں نے گو سوانح عمری لکھنے کی تکلیف نہیں اٹھائی لیکن اس کے لیے ایک بہت ضروری مصالحہ بہم پہنچا دیا۔

سوانح کا بڑا ضروری اور دلچسپ حصہ اس شخص کے روزمرہ کے حالات و مقالات و خیالات ہوتے ہیں۔ انسان کے خیالات اور انداز طبیعت کا پتا زیادہ تر اس کی خط کتابت اور مراسلت سے لگتا ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے جناب منشی صاحب کے خطوط جا بجا سے بہم پہنچا کر ایک خاص طریقے سے مرتب کیے ہیں جن سے اگر کوئی چاہے تو سوانح عمری کا بہت کچھ سامان حاصل کر سکتا ہے۔

کسی مصنف کے سوانح کا دوسرا ضروری حصہ اس کے کلام کی تقریظ و تنقید ہے۔

مولوی صاحب موصوف نے ان خطوط کے دیباچے میں مختصر حالات کے ساتھ کلام پر ناقدانہ ریویو کیا ہے اور اس فرض کو ایسے بے لاگ طریقے سے ادا کیا ہے کہ استادی کے حقوق بھی نظر انداز کر دیے ہیں۔

میری رائے جناب منشی صاحب مرحوم کے کلام کے متعلق ممکن ہے کہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو۔ لیکن میں اگر ان کا شاگرد ہوتا تو ایسی بے لاگ، بے دردانہ تنقید نہ کر سکتا۔

منشی صاحب مرحوم کی لپیٹ میں مرزا داغ بھی آ گئے ہیں اور جب

ہمارے دوست کو اُستادی کا حق اظہار حق سے مانع نہ ہوا تو داغ کا کیوں پاس کرتے، اس بنا پر داغ کی کمزوریاں اور غلطیاں دکھلائی ہیں اور اس میں اس بات سے بیدلی ہو کر داغ کا علمی سرمایہ کچھ نہ تھا۔

لیکن اہل عرب کا یہ خیال ہو کہ شاعر جس قدر علوم رسمیہ سے بے بہرہ ہوگا اُسی قدر بڑا شاعر ہوگا، یہی بات ہو کہ شعرائے جاہلیت کی برابری شعرائے اسلام نہیں کر سکتے۔

فارسی میں دیکھیے تو ہر شخص جانتا ہو کہ فردوسی، انوری اور نظامی کے مقابلے میں جاہل تھا، تاہم انوری کو اُس کی عبودیت کا اقرار ہے، اور نظامی کہتے ہیں ؎ کہ آراست زلف سخن چوں عروس۔ جامی علم و فضل میں نظامی سے بڑھکر ہیں۔ غرض شاعری کا تعلق جذبات سے ہے، معلومات سے نہیں۔

بہرحال جو خدمت ہمارے دوست نے اُردو علم ادب کی کی ہے، اہل زبان اس کے ہمیشہ مشکور رہیں گے، اور اگر میں اہل زبان ہوتا تو یقیناً میں بھی مشکور ہوتا ؎ احب الشاعرین ولست منہم۔

شبلی

۱۹۔ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء

نگاشتۂ خان بہادر جناب سید علی محمد صاحب شاد،

رئیس پٹنہ عظیم آباد

بسم اللہ خیر الاسماء۔ مکتوبات امیر کا مسودہ میرے واجب التعظیم بہت بڑے قابل، و باکمال دوست جناب مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب نے مجھے دیکھنے اور اس پر رائے دینے کے لیے مرحمت فرمایا، جس کا شکریہ میں تہِ دل سے ادا کرتا ہوں۔

جن بزرگوں کی نظر سے رسالہائے قند پارسی گذرتے رہے ہیں وہ حضرت ثاقب کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت اور زورِ قلم کے ہر زہ قائل ہونگے۔ میں نے اس مسودہ کو پڑھا اور ان کی محنت و قدرشناسی و قابلیت و آزادہ روشی پر بے اختیار عش عش کیا۔

ابتدا میں انھوں نے میرے باکمال و واجب الاحترام دوست منشی امیر احمد صاحب مرحوم کے جو حالات تحریر فرمائے ہیں افسوس ہی کہ وہ بہت کم اور ناکافی ہیں لیکن تاہم بہت کچھ غنیمت ہیں ان کے مکتوبات سے ان کے خصائل حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ اور معلومات فن پر روشنی پڑتی ہی،

امید ہی کہ یہ مکاتیب رہروانِ جادۂ تکمیل کے لیے چراغ ہدایت ہوں گے۔

حضرت ثاقب نے بیشک شفیق صاحب کے کلام پر بھی آزادانہ ریویو فرمایا ہے، اور پھر جناب داغ کے کلام سے موازنہ کرکے جا بجا فرق دکھایا ہے۔ اس آزادانہ روش کی میں حضرت ثاقب کو مبارکباد دیتا ہوں، مگر دبی زبان سے اتنا عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت امیر کا پہلا دیوان جسقدر ان کی پختہ کلامی و استادی و باکمالی پر روشنی ڈالتا ہے، اسقدر جدید روش کا دیوان روشنی نہیں ڈالتا۔

بہرکیف موازنے کو میں ہرطرح پسند کرتا ہوں، اور اس کو دیکھ کر ایک گونہ تسکین ہوتی ہے کہ اب نقادان سخن لفظ و معانی اور اصلیت مضمون اور واقعیت بیان، و ماحصل شاعری کو اپنی دوربین نگاہوں سے بہت کچھ ملاحظہ فرمانے لگے ہیں۔

میں بسبب پیرانہ سالی و مشغولی بعض اشغال نہایت عدیم الفرصت ہوں اس لیے اس سے زیادہ اس بیان میں طوالت نہیں دے سکتا۔

آخر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ مکتوبات امیر ہرطرح پسندیدہ اور رہنمائے سخن سنجوں کے لئے ایک گلدستۂ روح افزا ہے۔

خداوند عالم اس کے باکمال مؤلف کی عمر و جمعیت خاطر میں ترقی عطا کرے آمین۔ وقد کتبہ بیمناہ۔

علی محمد شاد

از پٹنہ

رقمزدۂ جناب مولوی سید علی حیدر صاحب نظم طباطبائی لکھنوی پروفیسر نظام کالج حیدرآباد دکن

مکتوبات امیر مینائی مرحوم کو جمع کر کے حضرت ثاقب نے زبان اُردو کی بڑی خدمت کی ہی، جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

ان مکتوبات کا مقدمہ بھی نہایت دلچسپ لکھا ہی کہ میں نے جب تک سب پڑھ نہ لیا ہاتھ سے نہ رکھا۔

داغ و امیر کے موازنے میں استدلال و توجیہات کی جا بجا ضرورت تھی اسے ترک کیا ہی۔

یہ فقرہ بھی میرے تکدر خاطر کا موجب ہوا کہ "امیر کا تلمذ اور اہل لکھنؤ کی صحبت مانع ترقی و کامیابی ہوئی اگر دلی میں پیدا ہوتے اور اساتذہ دہلی کا کلام سامنے رہتا تو وہ اُستاد ارجمند ہوتے۔"

اور یہ قول بھی صحیح نہیں کہ "اب شاعری مرچکی" ابھی شعر کے کتنے ہی میدان ہیں کہ اُردو گویوں نے ادھر قدم نہیں اٹھایا ہی جو شخص فارسی میں وسعت نظر رکھتا ہو اُسکے قلم سے اس فقرے کا نکلنا تعجب ہی۔

نیازمند

علی حیدر طباطبائی

از جناب منشی امیر احمد صاحب علوی بی اے نبیرۂ حضرت محسن کاکوروی طاب ثراہ

دانایانِ فرنگ کا قول ہے کہ شاعری بنی نوع انسان کا ایک فطرتی جذبہ ہے اور اس کا تعلق تہذیب و تمدن سے اسقدر مضبوط ہے کہ جس قوم میں کوئی روشن خیال اور باریک بیں شاعر نہ ہو وہ متمدن نہیں کہی جا سکتی اور جب گروہ نے ایک شاعر بھی ایسا بلند مرتبہ پیدا کیا ہو جس کی بلند نظری کے سامنے سخن فہموں کو سر تسلیم خم کرنا پڑے اس کی نسبت سمجھنا چاہیے کہ وہ ضرور تہذیب کی ایک اعلیٰ منزل تک پہونچ چکی ہے۔

یہ بھی فطرت کا ایک قانون ہے کہ اس عالم ایجاد میں جب تک فنا عالم اجرام و اجسام سے نجات نہ دے ہر ایک ذی روح کو طفلی شباب اور پیری کی ناہموار منزلیں طے کرنا ہوتی ہیں اور ایک مستقل حالت پر قیام نصیب نہیں ہوتا۔

قوم افراد انسانی کے اجتماع کا نام ہے، اور اسلیے یہ بھی فطرت کے اس سخت قانون کی مجبوراً پابند ہے اور اس تبدیل حالت کو زمانہ حال میں عروج و ترقی تنزل و فنا کے ناموں سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔

ہر ایک قوم کی ترقی و تنزل کی سچی حالت اس کے اخلاق و عادات حرکات و سکنات سے معلوم ہوتی ہے اور اس فرق مراتب کو اظہار جذبات

کے معمولی ذرائع یعنی شاعری، مصوری، نقاشی اور موسیقی آئینہ کی طرح
روشن کر دیتے ہیں۔

چونکہ شاعری تمدن انسانی سے خاص طور پر وابستہ اور اظہار جذبات
کا سب سے زیادہ سہل الحصول ذریعہ ہے اس لیے قوم کی اخلاقی حالت
جسقدر صحیح طور پر اس کے سرمایۂ انشاپردازی کے مطالعے اور مطالعے
سے ظاہر ہوتی ہے اتنی کسی اور ذریعے سے واضح نہیں ہو سکتی۔

افسوس ہے کہ اُردو[5] شاعری نے ایسے تباہی کے وقت نشو و نما پایا
کہ قوم کی اخلاقی حالت بالکل بگڑ چکی تھی، ترقی اور عروج کی منزلیں تمام
ہو چکی تھیں اور تنزل و فنا کے آثار در و دیوار سے ہویدا ہو چکے تھے۔
نتیجہ یہ ہوا کہ نظم اُردو کا کوئی دور ایسا صاف اور بیداغ نہیں گذرا ہے
آسمان سخن کے سب روشن ستارے خیالات کی پاکیزگی سے منور ہوتے
اور فحش اور گندہ مضامین کے غبار سے اُردو شاعری کا دامن پاک ہوتا
دیکھو جس وقت میر تقی اور میر درد سوز و گداز حقیقت و معرفت کی
ترانہ سنجی میں مشغول تھے اُسی وقت سودا و ضاحک کی ہزلیات کی دھوم
تھی جس وقت مرزا مظہر جان جان نظم اُردو میں تصوف کی چاشنی
دینا چاہتے تھے اُسی وقت سید انشا اور رنگین ریختی کا بنیادی پتھر رکھ
رہے تھے، اور شیخ قلندر بخش جرأت عاشقی کو آوارگی کا مرادف

---

[5] اُردو کسی خاص قوم یا ملک کی زبان نہیں ہے بلکہ مختلف ممالک کے مختلف [illegible]

بنانے میں سرگرم تھے جس وقت ایک پاکباز عاشق کہتا تھا کہ ؎

چشم نامحرم کو برق حسن کر دیتی تھی بند ٭ دامن عصمت ترا آلودگی سے پاک تھا

اسی وقت بعض معشوقوں کو اس نصیحت کی ضرورت بھی پیش آتی تھی کہ ؎

لوگ بد وضع کہیں گے تم کو　　　میلے ٹھیلے کبھی جایا نہ کرو

قوم کی اخلاقی حالت پستی کے انتہائی درجے تک پہونچ چکی تھی، نیکی و بدی میں تمیز کرنے کی قابلیت باقی نہ رہی تھی، مذاق بگڑ گیا تھا، اور اُردو زبان کے بولنے والے بحیثیت ایک قوم کے فنا ہو چکے تھے لہٰذا شاعری کو مقبولیت عام حاصل کرنے کے لیے وہی جامۂ عریانی اختیار کرنا پڑا تھا جو اہل مجلس کی شرمناک وضع تھی۔

یہ تھی ابتدا ہماری سرمایۂ نازِ اُردو شاعری کی ؎

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینوں پر　　　ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

نظم اُردو نے اگرچہ چند شاعر ایسے پیدا کیے جن کا کلام فحش و بد مذاقی سے پاک رہا تو یہ ان شعرا کی ذاتی پاکیزگی اور نکوکرداری کا نتیجہ تھا نہ کہ سوسائٹی کا اثر

(بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ) باشندوں کے باہم ملنے سے ایک نئی زبان پیدا ہو گئی ہو لہٰذا اس زبان کی شاعری بھی کسی خاص قوم کی طفولیت شباب و پیری کے کبھی تابع نہ رہی بلکہ حقیقت تو یہ ہو کہ جب اُردو زبان کی ایجاد کرنے والی قوم کا عالم پیری تھا اسوقت شاعری گھٹنوں کے بل چلنا سیکھ رہی تھی ۱۲

سنجیدہ سوسائٹی اگرچہ چرکین و یار علی کے کلیات کو نظر انداز کرتی تھی
لیکن میر سوز و جرأت، رند و صبا، حسن و شوق کو سر آنکھوں پر جگہ دیجاتی
تھی اور اس قدر افزائی کا ثمرہ تھا کہ اردو زبان کے بہترین شاعر غالب
کو وہ عام مقبولیت کبھی حاصل نہ ہو سکی جو آج کے روشن خیال زمانے
میں بھی داغ کو حاصل ہے، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آوارگی اور تماش بینی کے
ناپاک مضامین اس قدر مقبول عوام تھے کہ ثقہ بزرگوں کو اپنی پاک
روش اور صالح وضع ترک کر کے اس پستی کی طرف رجوع کرنا پڑا تھا
جس کا شاہد عادل امیر مینائی کا ابتدائی اور انتہائی کلام ہے۔

امیر مینائی نے تمام عمر مولویانہ زندگی بسر کی اور آخر وقت میں تو
ان کے زہد و اتقا کی شہرت ان کے مرتبہ شاعری سے کسی طرح کم نہ تھی،
یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ فطری جذبات کو دبا کر انھوں نے وثاقت
و متانت کو ترک کیا اور پسند عام کی خاطر سے اپنے کلام میں آوارگی کی
چاشنی بڑھائی اور اس میں ایک حد تک کامیابی حاصل کی۔

ایسے بزرگ کے سوانح عمری اور ملفوظات پر جس قدر روشنی پڑ سکے
وہ فلسفۂ اخلاق کے طلبا کے لیے ایک ضروری اور مفید سبق ہے
اور ہمارے موجودہ طرز معاشرت میں اصلاح کے خواہاں کے لیے
ایک نہایت کارآمد داستان۔

درسی اخلاق کے حمایت کرنے والوں پر حضرت ثاقب کا یہ ایک
احسان عظیم ہے کہ انھوں نے اپنے استاد کے مکتوبات کا مجموعہ مرتب

کر کے ایک مفصل دیباچے کے ساتھ شائع کیا ہے جس میں امیر مینائی کی پرائیوٹ زندگی کے نہایت دلچسپ حالات بکمال تحقیق و تفتیش جمع کئے ہیں جن پر غور کرنے سے دریافت ہوسکتا ہے کہ وہ کیا تغیرات و حادثات تھے جنھوں نے اس مشہور دیار استاد کو تبدیل وضع پر مجبور کیا۔

مکتوبات کے فراہم کرنے میں جو سخت وقت حضرت مؤلف کو پیش آئی ہوگی اس کا صحیح اندازہ صرف اس شخص کو ہوسکتا ہے کہ "بہمیں مصیبت گرفتار آید" لیکن اس کا دیباچہ جس قابلیت اور انصاف پسندی سے لکھا گیا وہ ہر دشمن و دوست کی تعریف کا مستحق ہے۔

عرصہ ہوا کہ امیر و داغ جو ہمارے زمانے کے بادشاہ سخن تھے اس عبرتناک محل سرا میں گوشہ نشین ہوچکے ہیں جہاں شاہ و گدا کی کوئی تمیز نہیں۔ مگر ان کے شاگرد اور معتقد آج تک ایک دوسرے کے قدر شناس نہ بن سکے اور اپنا بیشتر وقت اس فضول خانہ جنگی میں ضائع کر رہے ہیں کہ ان میں سے کون افضل تھا، اور کس کا کلام سقم و نقص سے پاک تھا۔

آنسو بہانے کی بات ہے کہ دہلی اور لکھنؤ کے حسرتناک کھنڈروں میں جو دو چار سخن فہم باقی رہ گئے ہیں وہ بجائے اس کے کہ ایک دوسرے کے جوہر شناس ہوں ہمیشہ حریف مقابل کی تحقیر کی ذکر میں سرگرم رہتے ہیں اور اس راستی مصلحت آمیز سے ان کو تسلی نہیں ہوتی کہ امیر

وداغ دونوں اس آخری دور میں آسمان سخن کے آفتاب وماہتاب تھے، اور دنیا کو دونوں کی ضرورت تھی، کسی کی دن کو اور کسی کی رات کو۔

حضرت ثاقب نے جو محققانہ رائے ان دونوں ممتاز شاعروں کے متعلق ظاہر فرمائی ہے اور جس صلاحیت سے اس خارزار مسئلہ پر محاکمہ لکھا ہے وہ بالکل انصاف اور راستی پر مبنی ہے، اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ اُس مہلک غلطی سے پاک رہے جس میں ہمارے ملک کے اکثر انشا پرداز مبتلا ہو جاتے ہیں، یعنی اپنے ہیرو کی مدح سرائی میں غلو کو مذہب سعادت مندی کا ایک رکن عظیم فرض کر لیتے ہیں

حضرت ثاقب کے دیباچے کا بہترین حصہ میری نظر میں وہ ہے جہاں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"حضرت کی طبیعت میں جدت کم ہے، اور نہ کلام میں سوز و گداز بھی الیتم شکوہِ الفاظ، متانت بیان اور شاعرانہ لطافت ان کے اشعار میں ایسی ہے کہ جو داغ کے کلام میں نہیں پائی جاتی وہ اصناف سخن پہ قادر اور استاد ماہر ہیں قصائد باشوکت و فرکتے ہیں اور سخنور باسرمایہ، صاحب علم و فضل ہیں، داغ ان اوصاف سے معرا ہیں۔ آخر عمر میں اُستاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھکر زبان کی صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی اور اس میں وہ ایک حد تک کامیاب ہوئے تاہم صنم خانہ عشق کی جلوہ آرائی گلزار داغ

کی شاہ ابی کو نہیں پہونچی، واقعی بات یہ ہو کہ امیر کی اُستادی
میں کوئی کلام نہیں کر سکتا، لیکن اسیر کا تلمذ اساتذہ لکھنؤ کی۔
ہم بزمی اہل لکھنؤ کے کلام کا پیش نظر رہنا پھر لکھنؤ کی صحبت کا
اثر، یہ سب امور مانع ترقی و کامیابی ہوئے - اگر وہ دلّی میں پیدا
ہوتے، دلّی کے ارباب کمال کی ہم نشینی میسر آتی اساتذۂ دہلی کا کلام
سامنے رہتا اور شاہجہاں کی سوسائٹی سے مستفید ہوتے تو وہ
سخنور بے مانند اور اُستاد ارجمند ہوتے .... یہ سب سہی مگر
کوئی شک نہیں کہ لکھنؤ کی شاعری بعد آتش و ناسخ کے جناب
مرحوم سے اور دلّی کی شاعری ذوق و غالب کے بعد مرزا داغ
سے زندہ تھی، اب شاعری مرچکی اور ماتم باقی ہو"

کیا یہ الفاظ کسی فریق کو ناگوار ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ تنقید لفظ بہ لفظ
صحیح نہیں ہو۔ حضرت ثاقب کو مبارکباد دینا چاہیے کہ انھوں نے
اس سخت مہم کو نہایت خوبی سے سر کیا، اور اپنے اُستاد کی تعریف
ایسے مناسب الفاظ میں تحریر فرمائی کہ ان کے کسی مخالف کو حرف
گیری کا موقع نہیں ہو۔

میں حضرت ثاقب کی اس مفید تالیف کی تعریف کرتا اور ان کی
انصاف پسندی کی داد دیتا ہوں مگر یہ میرے لیے انصاف سے
بعید ہو اگر میں اس تقریظ نگاری میں جادۂ اعتدال سے گذر جاؤں
اور یہ نہ کہوں کہ یہ مفید تالیف فروگذاشتوں سے خالی نہیں۔

امیر و داغ کے موازنہ اشعار میں تقریباً بیس صفحوں کا خون کر دینا
اس سے بہت زیادہ ہے جتنا کہ کتاب دیکھنے والا بخوشی گوارا کر سکتا،
اور نیز یہ کہ مضطر خیر آبادی اور مؤلف تذکرہ خمخانہ جاوید کے متعلق جو الفاظ
حضرت ثاقب کے قلم سے نکلے ہیں وہ اگر اس بیش بہا تالیف میں
نظر نہ آتے تو بہتر تھا۔

بہر حال یہ مجموعہ مکتوبات ہمارے عہد کی ایک قابل یادگار تالیف
ہے، اور جس خوبی سے اس کی ترتیب کی گئی، اور جس عمدگی سے ایک
شہنشاہ سخن کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات (جو در اصل بہت
زیادہ دلچسپ ہوتے ہیں) موتیوں کی طرح اس میں جڑے گئے
ہیں وہ اس کا علمی پایہ "اردوئے معلا، غالب" کی سرحد تک پہونچاتے
ہیں، اور ہم کو نہایت خلوص سے کہنا پڑتا ہے کہ

این نامہ کہ خامہ کرد بنیاد ۔ توقیع قبول روزیش باد

امیر احمد علوی، بی۔ اے

از جناب محمد شعیب صاحب قریشی بی۔ اے

مخدومی جناب مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب نے مجموعہ
مکاتیب امیر کو تالیف کرکے اردو و علم ادب پر بڑا احسان کیا ہے،
جن اصحاب دانش نے رسائل قند پارسی ملاحظہ فرمائے ہیں وہ

حضرت مولّف کے کمال انشا پردازی اور مبلغ علم سے بخوبی واقف ہیں، اس مجموعے کی ابتدا میں حضرت امیر مینائی کی مختصر لائف نہایت دلکش پیرایہ میں جناب ثاقب نے تحریر فرمائی ہو بعدہٗ ان کے کلام پر ناقدانہ ریویو کیا ہو، اور امیر و داغ کا موازنہ بھی بہت بے لاگ لکھا ہو، اور ایسی خوش اسلوبی سے اس بحث پر گفتگو کی ہو کہ اب کسی مخالف کو نکتہ چینی کا کوئی موقع نہیں مل سکتا۔

مرزا داغ کی نسبت جو حضرت مولّف نے کم علم ہونا لکھا ہو، وہ صحیح ہو، داغ کی خوش گوئی میں کلام نہیں، لیکن یہ ضرور نہیں کہ ہر جاہل شخص شاعری میں بلند مرتبہ ہو، اہل عرب میں شعرائے جاہلیت کا جو کلام مقبول ہو وہ اس کی سادگی اور محاورات اور زباں دانی کے وجہ سے مستند مانا گیا ہو، ورنہ ظاہر ہو کہ متنبی کے اشعار میں جو نزاکت خیال، تشبیہات بلیغ اور استعارات لطیف ہیں وہ شعرائے قبل اسلام کے کلام میں نہیں ہیں۔ اگرچہ نیچر کی فیض رسانی عامی اور عالم دونوں قسم کے شعرا کے لیے عام ہو مگر مضمون آفرینی اور دقت نظر اور لطافت شعری اہل سخن ہی کے لئے مخصوص ہیں۔ پھر اردو شاعر کے واسطے اگر وہ دولت علم سے بہرہ ور نہیں ہو تو ایک زبان ہی کی غلطیوں سے اس کا کلام کسی طرح محفوظ نہیں رہ سکتا، چنانچہ پنجاب کے شعرا زبان صحیح نہیں لکھ سکتے، اور محاسن فن کا تو حاصل ہونا بہت دشوار ہو، مولّف خمخانۂ جاوید اور مضطر خیرآبادی کے مذاق اور شاعری کے متعلق

حضرت ثاقب نے جو کچھ لکھا ہے وہ بہت کم ہے ورنہ یہ دونوں صاحب اس سے بہت زیادہ تعریف کے مستحق تھے، افسوس ہے کہ ہمارے باکمال مخدوم کی غیر معمولی تہذیب اور متانت نے ان کو اس باب میں کچھ اور لکھنے کی اجازت نہیں دی۔

کچھ شک نہیں کہ یہ مجموعۂ خطوط اور اس کا دلچسپ مقدمہ ہمارے عہد کی نہایت مفید اور عمدہ یادگار، اور اہل ادب اردو کے لیے بہترین سرمایہ انشاپردازی کا ہے۔

محمد شعیب بی اے

(محمڈن کالج علی گڑھ)

ازجناب ابوالمعانی مولوی محمد عبدالقوی صاحب فانی، بی اے لکھنوی خلف الرشید مولانا المرحوم حضرت آسی مدراسی

مخدومی جناب مولوی محمد احسن اللہ خانصاحب ثاقب نے مجموعہ مکتوبات امیر کو شائع کرکے اردو لٹریچر میں ایک مفید کتاب کا اضافہ فرمایا ہے،

اس کتاب کا مقدمہ بھی نہایت محققانہ اور منصفانہ تحریر کیا ہے، جس طرح جناب امیر مرحوم کے فضل و کمال اور استادی میں شک نہیں ہے اسی طرح مرزا داغ کی رنگیں نوائی میں کلام کرنے کی گنجائش

نہیں ہے، اور حضرت ثاقب کا مضمون اس موضوع پر قابل مدح وثنا ہے۔
باقی اور اموریں مجھے اپنے دوست مسٹر محمد شعیب صاحب،
بی، اے، سے حرفاً حرفاً اتفاق ہے، اور انھوں نے جو ریویو مکتوبات امیر
پر تحریر کیا ہے وہ بالکل تعصب سے بری، اور سراسر انصاف پر مبنی ہے،
افسوس ہے کہ میں بوجہ مصروفی امتحان ایل، ایل، بی، مفصل ریویو
اس قابل قدر مجموعے پر نہیں لکھ سکتا۔
حضرت مؤلف و ادام مجدہم سے معافی کا خواستگار ہوں، اور امیدوار
ہوں، کہ یہ تالیف مقبول اہل علم و دانش ہو۔

عبدالقوی فانی بی، اے
(محمڈن کالج علی گڈھ)

ازجناب سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی بی اے
اڈیٹر اردوئے معلّٰی علی گڈھ

مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب، مدیر رسالہ قند پارسی،
نظم و نثر پارسی میں یادگار ارباب کمال ہیں، وہ مرحوم رسالہ (جو
انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد دوبارہ زندہ ہوگا) جن لوگوں کی نظر سے
گذرا ہوگا انھیں راقم حروف کی اس رائے کے تسلیم کرتے میں

مطلق تامل نہ ہوگا کہ اسوقت ہندوستان میں کوئی شخص آپ سے بہتر فارسی نثر نہیں لکھ سکتا،

جناب موصوف کی اس اعلیٰ قابلیت نے ایک عرصہ دراز تک نگارش نظم ونثر اُردو کی جانب متوجہ نہ ہونے دیا، لیکن جب احباب کے اصرار سے آپ نے اپنی مادری زبان کی طرف التفات فرمایا تو اس میں بھی اپنے مذاق صحیح کی اعانت سے وہ وہ جوہر دکھائے کہ تھوڑے ہی دنوں میں تمام ارباب نظر کو اپنا گرویدہ بنالیا،

نظم اُردو میں آپ کی غزلیں اُردوئے معلیٰ کے ہر پرچے میں نظر افروز اہل بینش ہوتی رہتی ہیں، رہی نثر اُردو اس میں آپ کا تازہ ترین کارنامہ وہ دلچسپ دیباچہ ہے جو آپ نے مکتوبات زیر نظر کے آغاز میں درج کیا ہے، اس دیباچے کے پہلے حصے میں امیر مینائی مرحوم کے سوانح زندگی لکھے ہیں اور دوسرے میں داغ وامیر کے کلام کا موازنہ ہے،

یوں تو حضرت ثاقب کی کل تحریر مضمون کے لحاظ سے بہایت دلپذیر اور عبارت کی حیثیت سے بغایت مضبوط وبے عیب ہے، لیکن بعض بعض موقعوں پر خیال کی لطافت اور الفاظ کی خوبی نے ایسی دلفریب صورت اختیار کی ہے کہ آپ کے منتخب فقرے اس قابل ہیں کہ اُردو لٹریچر کا بہترین نمونہ قرار دئے جائیں، مثلاً امیر مرحوم کے اخلاق وعادات کی نسبت لکھا ہے کہ:-

"وہ نہایت نیک طینت، پاک صورت، پاکیزہ سیرت ایک عالم نور تھے........" جامع مکتوبات نے ایک مرتبہ استاد کے حضور میں جناب قبلہ محسن کاکوروی علیہ الرحمتہ کی سخن آفرینی اور بلاغت کلام کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ان کا کلام ایک عالم ہی خیالات نادرہ کا کہ اس کو دیکھکر انسان حیران ہوتا ہی اور اُن کا ہر شعر معراج بلاغت ہی" دیوان ناظم والی رام پور کی توصیف ان الفاظ میں کی ہی:-

"شادابی خیال، نوی ترکیب، جدت مضمون، لطافت زبان اور متانت بیان اس دلفریب کا زیور ہی دیوان نہیں، معنی زار خوبی اور نگارستان محبوبی ہی"

اس موقع پر ایک نوٹ بھی دیا ہی جو بجائے خود حسن تحریر کا ایک اچھا نمونہ ہی، فرماتے ہیں کہ:-

"خاکسار کو جولائی ۱۹۱۰ء میں خوابیدگان نزہتگاہ تقدس کی توجہ اور ؎

فرخندہ جہاں بے مثالی ممدوح ادنے و اعالی

پیرایۂ صدق و مایۂ فضل شمس العلما جناب حالی

کا اشتیاق زیارت پانی پت لے گیا، میں ایک روز یہ مسودہ ان کو سنا رہا تھا، جب اس مقام پر پہونچا تو مولانا نے فرمایا کہ" نواب مصطفےٰ خانصاحب شیفتہ فرماتے تھے کہ" ایک روز مرزا غالب نے مجھے یہ مطلع سنایا میں نے بہت تعریف کی تو فرمایا کہ" بھیا میں تو یہ شعر ناظم کو دے چکا" مطلع ؎

خوشی جینے کی کیا مرنے کا غم کیا　　ہماری زندگی کیا اور ہم کیا

آخر میں استاد کی خبر وفات کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے کہ:-

"افسوس! وہ نورانی پیکر، جہان فن و ہنر زیر خاک، اور وہ صحبت دلآرا و جاں پرور خواب فراموش ہو گئی .... (انا للہ وانا الیہ راجعون)"

موازنہ امیر و داغ میں ہم کو حضرت ثاقب کی رائے سے یہاں تک بالکل اتفاق ہے کہ:-

"حضرت کی (یعنی امیر مرحوم کی حسرت) طبیعت میں جدت کم ہے اور کلام میں سوز و گداز بھی، البتہ شکوہ الفاظ متانت خیالات اور شاعرانہ لطافت ان کے اشعار میں ایسی ہے کہ جو داغ کے کلام میں نہیں پائی جاتی، وہ اصناف سخن پر قادر اور استاد ماہر ہیں، قصائد باشوکت فر کہتے ہیں، اور مخنور با سرمایہ صاحب علم و فضل ہیں، داغ ان اوصاف سے معرا ہیں"

لیکن جب آگے چل کر آپ یہ کہتے ہیں کہ:-

"آخر عمر میں استاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھ کر زبان کی صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی ......
تاہم صنم خانہ عشق کی جلوہ آرائی گلزار داغ کی شادابی کو نہیں پہونچی"

تو ہم اظہار اختلاف پر مجبور ہو جاتے ہیں ہمارے نزدیک امیر مرحوم کا آخر عمر میں صفائی زبان کی طرف زیادہ متوجہ ہونا اقتضائے وقت کی بنا پر تھا جب نے داغ و امیر کی ملاقات کے قبل ہی سے لکھنؤ

کے انداز تصنع اور رعایت پرستی کو نامقبول اور سلاست بیان کو مرغوب اہل نظر بنانا شروع کر دیا تھا، ثبوت کے لیئے سلسلۂ ناسخ میں عشق و تعشق جلال اور متاخرین میں کامل لکھنوی مشتاق لکھنوی حبیب کنتوری اور مولوی علی حیدر صاحب نظم لکھنوی کے دیوان اور ہمارے ہمعصروں میں صفی لکھنوی، محشر لکھنوی اور عزیز لکھنوی کی غزلیں ملاحظہ طلب ہیں کہ ان سب کا کلام ناسخ و رشک کے خشک و بے رنگ انداز سے بالکل جدا ہی، ورآنحالیکہ ان میں سے کسی کی نسبت تقلید داغ کا شبہ تک نہیں ہو سکتا۔

پھر بھی صفائی زبان کے باب میں امیر مرحوم کی نسبت تقلید داغ کے شبہے کو ہم بعید از قیاس نہیں کہہ سکتے، لیکن حضرت ثاقب کے قول کا دوسرا حصہ کہ کلام میں تاثیر پیدا کرنے کی کوشش میں بھی امیر داغ کے مقلد تھے صریحاً غلط ہی، قیاس یہ چاہتا ہی کہ حضرت ثاقب نے قول عوام کے وثوق پر داغ کی شاعری کو عاشقانہ اور اس لیئے پر تاثیر تسلیم کر لیا۔ حالانکہ ان صفات سے اس مرحوم کا کلام بالکل معرا ہی۔ حقیقت حال یہ ہی کہ عاشقانہ شاعری کی دو قسمیں ہیں، اول وہ جس میں جذبات شوق کی صحیح کیفیت نگاہ حق شناس کے روبرو عشق کو خدا نمائی کی اس شان میں پیش کرتی ہی جس کی نسبت نظامی نے "ہوالله" فرمایا، اور جسے مولانا ے روم نے اپنی تمام علتوں کی دوا قرار دیا، ایسی شاعری کی ایک سرحد تصوف اور عشق حقیقی کے قریب

اور دوسری عشق مجازی اور پاک محبت سے ملحق ہوا کرتی ہے۔ اردو زبان میں تصوف اور عشق کا مذاق شاذ ہے البتہ محبت کے جذبات میر و مصحفی یا درد و قائم کے کلام میں اکثر پائے جاتے ہیں مثلاً

میر

مشہور ہیں عالم میں تو کیا ہیں بھی کہیں ہم ‌‌ — القصہ نہ در پے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

جیتے تھے میر یار کے دیدار کو سو ہم ‌‌ — اپنا یہ حال کر کے اٹھے اک نگاہ میں

خاک حسرت زدگاں سے تو گزر بے وسواس ‌‌ — ان ہم کشتوں سے اب عرض تمنا کیا ہو

دم مرگ دشوار دی جان ان نے ‌‌ — مگر میر کو آرزو تھی کسو کی

جاتا ہے آسماں لیے کوچے سے یار کے ‌‌ — آتا ہے جی بھرا در و دیوار دیکھ کر

جی میں تھا اس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر ‌‌ — پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھ کر

مصحفی

دیکھ اس کو اک آہ ہم نے کر لی ‌‌ — حسرت سے نگاہ ہم نے کر لی

جب اس نے چلائی تیغ ہم پر ‌‌ — ہاتھوں کی پناہ ہم نے کر لی

حسن اسکا اب یہاں کچھ اور دکھلانے لگا ‌‌ — چاند سا پردے سے وہ مکھڑا نکل آنے لگا

یا وہ عالم تھا کہ کوئی اس سے واقف ہی نہ تھا ‌‌ — یا یہ عالم ہے کہ عالم اس پہ مر جانے لگا

ہم مصحفی کو چھوڑ کے بسمل چلے گئے ‌‌ — رخصت جہاں سے اتنی ندی بہہ کے دیکھ لو

ترے کوچے ہر بہانے مجھے دن کو رات کرنا ‌‌ — کبھی اس سے بات کرنا کبھی اس سے بات کرنا

دن ایک جیسے پل بہر آنکھوں میں پھر آ بیاں رہیں | کیا قہر ہے جو اک ہے برسوں جدائیاں رہیں

خواجہ میر درد

وہاں پر کھیلا ہوں میرا جگر دیکھنا | جی نہ سہے یار ہے مجھکو ادھر دیکھنا
جیتے جی تو کوئی دم دیکھ سکا ای فلک | اور تو یاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا
تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا | برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا
اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں | ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا
ہر چند تجھے صبر نہیں درد ولیکن | اتنا بھی نہ ملیو کہ وہ بدنام کہیں ہو
در پردہ دل لینے وال سے تجھے آگاہ کیا کیے | جو سانس بھی ترے سکے سو آہ کیا کر
دل سے تجھے کہتا ہوں مت جا تو ادھر کے ہاتھ پہ | اب پہ بے ربط ہیں دیکھیے اللہ کیا کرے

قائم

بے پروائی ہے نہ اس تک دل رنجور گیا | مرتبہ عشق کا یاں حسن سے بھی دور گیا
سر سبزی چمن کو خبر تیری صبا سے پہنچی | گل کے مانند وہ اس باغ سے مسرور گیا
ہم ہیں کہ جنہوں نے نام چمن تو نہیں لیا | آئی صبا جدھر سے ادھر رو نہیں کیا
اے شمع پھر قریب ہے شام شب فراق | یہ مرحلہ تو اب تئیں یکسو نہیں کیا
قائم آتا ہے تجھے رحم جوانی پہ تری | مرچلے ہیں ابھی آثار کے بیمار بہت
قبول خاطر تو واں ہو جہاں ملال بھی ہو | بجان پاک صفا یاں جو کچھ خیال بھی ہو

سو جو جو شعرا ہیں اگر یہ رنگ سخن دیکھنا ہو تو نشاد وصفی عزیز و مختصر

ضامن و وحشت، نظم و ثاقب، (مؤلف مکتوبات امیر) کی غزلیں ملاحظہ فرمائے کہ مذاق صحیح انھیں لوگوں کے دم سے قائم ہے،

عاشقانہ شاعری کی دوسری قسم وہ ہے جس میں پاک اور بے لوث عشق کے بجائے ہوس پرستی کے جذبات کی صحیح تصویر کھینچی گئی ہو، جس کے نمونے جرأت میاں نظیر اور انشا کے کلام میں بکثرت ملتے ہیں، مثلاً

جرأت

در تک اب چھوڑ دیا گھر سے نکل کر آنا — یا وہ راتوں کو سدا بھیس بدل کر آنا

گالیاں دینے لگے نام مرا لے لے تم — کچھ مری چاہ کے کھلجاتے ہی کھل کھیلے تم

کھڑے تکتے رہ گئے ساحل سے ہم مانند موج — اور اغیار اسکو کشتی میں بٹھا کر لے گئے

میرے جو اشارے سے سکھا پھیر کسی نے — سو باتیں سنائیں مجھے منہ پھیر کسی نے

چھینٹے غیروں سے جو گل آپ نے پانی کے — پڑ گئے سیکڑوں بس ہم پہ گھڑے پانی کے

جب یہ سنتے ہیں کہ ہمسایہ میں آپ آئے ہوئے — کیا در و بام پہ ہم پھرتے ہیں گھبرائے ہوئے

کل واقف اسرار سے کہتا تھا وہ رہ رہ — جرأت کے یہاں آکے جو مہمان رہے ہم

کیا جانیے کمبخت نے کیا ہم پہ کیا سحر — جو بات نہ تھی ماننے کی مان گئے ہم

انشا

اب تو اگلی سی طرح کا نہیں گہرا پردا — رہ گیا آپ میں اور ہم میں اکہرا پردا

ترے اقبال کا یہ پہنا اس بی بی نے تاش کا جوڑا — کہ اڑا لاگا فلک پر طائر شاباش کا جوڑا

کچھ اشارہ جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت ٹال کر کہنے لگے دن ہے ابھی رات کے وقت

کھینچ لے کاش وہ پری اپنے مجھے لحاف میں یا کر بلا سے بند کرے پردۂ کوہ قاف میں

دے ایک شب کو اپنی مجھے زرد شال تو ہے مجھکو سونگھنے کی ہوس سو نکال تو

کہتا ہے وہ دھڑکا اس بھری مجلس میں کیا کیجیے ابھی سب تاڑ جائیں گے نہ ایسا تو ستم کیجیے

دیکھ کر وہ لپٹے گرد دامن کے رو کے جھگڑے آٹھ ٹکڑے ہوتے ہیں اپنے تو بدن کے ٹکڑے

ان دونوں قسموں کے سوا عاشقانہ شاعری کی اور کوئی قسم نہیں ہے اور صاف ظاہر ہے کہ داغ و امیر کی سخن سنجی کو نہ ہم قسم اول میں شامل کر سکتے ہیں نہ قسم دوم میں۔

اس میں شک نہیں کہ داغ کے چاروں دیوانوں سے چند منتخب شعر ایسے ضرور نکل سکتے ہیں جن پر جرأت یا انشا کی شاعری کا شبہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً

وہ ہم ان کو گزرتے جاتے ہیں ہٹتے جاتے ہیں ڈرتے جاتے ہیں

پیچ بھی کھاتے ہو چند ملاقاتوں میں آزمایا ہے تمھیں ہم نے کئی باتوں میں

ادھر جاؤں ادھر جاؤں کدھر جاؤں عجب حالت تھی جب اپنے در پہ اس نے دیکھ پایا ناگہاں مجھکو

دو ہی دو رستے اقرار ہوا کرتے ہیں روز تماشے سر دیوار ہوا کرتے ہیں

سوال وصل پر اے داغ بگڑی کیوں وہ چل ہیں کہا منھ پھیر کر ظالم نے ایسا ہو نہیں سکتا

اسی طرح تلاش سے صنمخانۂ عشق، گوہر انتخاب اور جوہر انتخاب سے امیر کے بھی چند شعر ایسے چنے جا سکتے ہیں جن کا انداز میر و مصحفی کے رنگ سے ملتا جلتا ہو۔ مثلاً

روکنا فرقت میں اشکوں کا نہیں اچھا امیر
چار دن کے ضبط میں دیکھو تو کیا عالم ہوا

بت شب کے وقت نزع سر بالیں میری بیٹھ
ہوتا ہے آج خاتمہ گفت و شنید کا

انصاف جو یار خدا سے طلب کیا
تم نے کہا یہ امیر بڑا ہی غضب کیا

وہ سحر بھری آنکھیں فتنہ ہیں کہ جادو ہیں
کتنوں کو جگا رکھا کتنوں کو سلا رکھا

وہ آئے کھینچ کے تلوار سب کو شاد کیا
امیر آج بہت سوں نے تم کو یاد کیا

سمجھے کہ عرض حال کرے گا ضرور امیر
دربار اسکے آتے ہی پرخاست کر دیا

کرتے تو ہو سوال امیر اس سے حشر میں
اور اس کو گر جواب نہ آیا تو پھر کہو

ہے آج جو سرگزشت اپنی
کل اس کی کہانیاں بنیں گی

کچھ شرم نہیں خلق جو انکو گراں ہو
سمجھے ہوئے ہیں آپ نظر انکو کہاں ہو

پوچھو نہ اس زمانے میں الفت کا حال کچھ
اک رسم تھی قدیم سو موقوف ہو گئی

غالباً اسی قسم کی چند مثالوں پر نظر کر کے ثاقب نے امیر و داغ کے کلام کی نسبت ایک دوسرے مقام پر یہ رائے ظاہر کی ہے:-

"اعلیٰ جذبات اور خیالات سے استاد امیر کا کلام مالامال ہے، برخلاف اس کے ادنیٰ جذبات اور خیالات مرزا داغ کی شاعری کا سرمایہ ہیں، داغ نے عشق سے مراد ہوسناکی اور نفس پرستی لی ہے اسلئے ان کی شاعری میں جذبات عالیہ نہیں ہیں، جذبات عالیہ کا تعلق حسن و عشق سے ہے اور داغ کے اشعار خواہشات نفسانی اور جذبات حیوانی سے لبریز ہیں"

لیکن واقعی یہ ہے کہ جرأت و انشا کی طرح نہ داغ کی شاعری

بیا نشانہ ہی، نہ میر و درد کی مانند امیر کا کلام۔ ار فانہ اور یہ جو چند شعر داغ و امیر کے بطور نمونہ نقل کیے گئے ہیں، ان کو از قبیل مستثنیات سمجھنا چاہیے جن کی بنا پر دونوں کی شاعری بہ حیثیت مجموعی کوئی رائے قائم کرنا خطا ہے، سوز و گداز کی دولت سے عموماً دونوں کا کلام محروم ہے اور عاشقانہ شاعری کا اطلاق ان دونوں میں سے کسی کی شاعری پر نہیں ہو سکتا،

امیر کے اشعار میں مضمون کی بلندی خیال کی نزاکت، بیان کی متانت اور زبان کی صحت غرضکہ پختگی کلام کے تمام لوازمات موجود ہوتے ہیں، لیکن شاعری کی جان یعنی "تاثیر" کی عدم موجودگی کے باعث سے ان کی حیثیت ایک حسین مگر بے روح جسد سے زیادہ نہیں قرار پا سکتی جس کو اس باب میں کچھ شبہ ہو وہ مراۃ الغیب اور امیر مرحوم کا نعتیہ دیوان دیکھے کہ اس مجموعہ بے لطف و بے رنگ میں دس بیس شعر بھی ایسے نہ نکلیں گے جن سے اہل دل کے قلوب کو سرور اور ارباب نظر کی آنکھوں کو نور حاصل ہو سکے،

اسی طرح داغ کے اشعار میں زبان کی صفائی محاورہ اردو کی بے تکلفی بیان کی شوخی اور الفاظ کی پسندیدہ تکرار یا الٹ پلٹ، غرضکہ شعر کی ظاہری خوبی کا تمام سامان فراہم ہوتا ہے لیکن وہ بات جسے ہم عشق کے جذبات عالیہ کے لیے سرمایۂ شادمانی کہہ سکیں سکا یہاں بھی نشان نہیں ملتا۔

نظر آتا ہے،

وہ مجھے قتل کرکے کہتے ہیں ۸ مانتا ہی نہ تھا یہ کیا کہیے

شہر در شہر ہیں ترے عاشق ۹ کہیں دس بیس سو پچاس کہیں

داغ کو دیکھکر وہ کہتے ہیں ۱۰ یہ مرے گا کبھی بچیگا کہ نہیں

ہمارے اس طول طویل بیان سے کوئی صاحب یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ ہم امیر و داغ کی شاعری کو کسی حیثیت سے پسند ہی نہیں کرتے، یا ہم کو ان دونوں کے استاد ہونے سے انکار ہے، دراصل ان دونوں میں سے کوئی خیال صحیح نہ ہوگا، ہم داغ و امیر دونوں کے اُستادی کے قائل ہیں، اور ان کی شاعری کے دل سے قدردان ہیں ہمارا دعویٰ صرف یہ ہے کہ سوز و گداز کے لحاظ سے ان دونوں کا کلام بےرنگ ہے، اور عاشقانہ کہلانے کا مستحق نہیں،

یہاں پر سوال یہ ہوتا ہے کہ پھر داغ کی شاعری کو مقبول عوام اور امیر کی سخن سنجی کو مقبول خواص ہونے کی سند کس بنا پر حاصل ہوئی اس کا جواب امیر کے متعلق حضرت ثاقب کے دیباچے میں موجود ہے کہ

"جناب امیر کے کلام میں اگرچہ سوز و گداز کم ہے"........ مگر ان کی جامعیت اور اصناف سخن پر قدرت ایک امر مسلم ہے اور ان کے کامل الفن ہونے میں کوئی کلام نہیں، ان کی شاعری ہمارے لئے دلیل راہ ہوگی، اور ان کی تصانیف سے ہم کو بہت کچھ امید نفع کی ہے" اور یہی وجہ ہے انکے خواص پسند ہونے کی

رہے مرزا داغؔ، ان کے کلام کی بھی یہی کیفیت ہے کہ اسکی خوبی و پسندیدگی کو اظہار جذبات اعلیٰ و ادنیٰ یا سوز گداز سے مطلق سروکار نہیں ہوتا، ہمارا دعویٰ ہے کہ ان کے اچھے اشعار کی اگر ایک مکمل بیاض مرتب ہو تو صاف ظاہر ہو جائے کہ ان کے پسندیدہ عوام و خواص ہونے کا دار و مدار ہمیشہ مندرجہ ذیل چار خصوصیات میں سے کسی ایک پر ہوا کرتا ہے، یعنی

(۱) زبان کی صفائی، مثلاً

دل کو اس عاجزی سے دیتا ہوں　　کوئی جانے سوال کرتا ہے

کس نے کہا کہ داغؔ وفادار مر گیا　　وہ ہاتھ مل کے کہتے ہیں کیا یار مر گیا

کس بیکسی سے داغؔ نے افسوس جان دی　　پڑھکر ترے فراق کے اشعار مر گیا

لب پہ دشنام تو وہ دل سے دعا دیتے ہیں　　گھول کر زہر مجھے آب بقا دیتے ہیں

آکے بازار محبت میں ذرا سیر کرو　　لوگ کیا کرتے ہیں کیا لیتے ہیں کیا دیتے ہیں

(۲) محاورۂ اردو کی بے تکلفی، مثلاً

غم سے کہیں نجات ملے چین پائیں ہم　　دل خون میں نہائے تو گنگا نہائیں ہم

کوئی تو محبت میں مجھے صبر ذرا دے　　تیری تو مثل وہ ہے کہ پیٹوں نہ خدا دے

خالی شرارتوں سے یہ طرز حیا نہیں　　کیا جانے کوئی دلمیں ترے کیا ہے کیا نہیں

دیکھتے ہی مجھے محفل میں انھیں تاب کہاں　　خود کھڑے ہو گئے کہتے ہوئے باہر باہر

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے　　ایک میں ہوں یا خدا کی ذات ہے

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا وہ دیباچہ مکتوبات سے متعلق تھا، اصل کتاب کی نسبت صرف اسقدر اور کہنا ہے کہ ان مکتوبات کو جمع کرکے حضرت ثاقب نے اپنے واجب التعظیم استاد کا حق شاگردی ادا کرنے کے علاوہ اردو زبان کی بھی ایک نمایاں خدمت انجام دی ہے،

اول اس لحاظ سے کہ بقول مولانا حالی :-

"کسی مصنف کی وفات کے بعد اس کے مکتوبات کا فراہم کرنا درحقیقت اسکی سوانح عمری کا ایک مہتم بالشان حصہ قلمبند کردینا ہے، کیونکہ "انسان کے اخلاق اور جذبات کا انکشاف جیسا اسکی بے تکلفانہ خط و کتابت سے ہوسکتا ہے، ایسا کسی اور چیز سے نہیں ہوسکتا اسی واسطے مکتوب کو نصف ملاقات قرار دیا گیا ہے[1] بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب اسکا وجود عنصری خاک میں پنہاں ہوگیا اور اس سے ملنے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا اب اس کی ملاقات محض اس کی خط و کتابت پر منحصر ہے اور بس"

دوسرے اس لیے کہ بقول حضرت ثاقب :-

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۶) دلالت کرتی ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قادر الکلام ہونے کے لحاظ سے امیر کو داغ پر فوقیت حاصل ہے لیکن ایک خاص انداز سخن کے مالک ہونے کی حیثیت سے داغ کو بھی امیر سے افضل قرار دے سکتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ شاعری کے لحاظ سے بحیثیت مجموعی ہم دونوں کو برابر سمجھتے ہیں ۱۲ حسرت

[1] قرار دیا ہے یا قرار دیتے ہیں یا چاہیے کو ...... قرار دیا گیا ہے صحیح نہیں ہے ۱۲ مصنف

"جو لوگ طالبانِ فن انشا ہیں ان کے واسطے یہ خطوط استادِ شفیق کا کام دیں گے۔ زبان کی فصاحت و متانت، معاملہ نگاری، مختصر نویسی، ہر بات کی تحقیق، صحت و غلط کی احتیاط، یہ تمام باتیں اور غور کرنے والوں کو ان سے بہت زیادہ، یہ تحریریں تعلیم دینگی"

ان امور کے علاوہ احباب سے اخلاص، تلامذہ کے ساتھ شفقت، عزیزوں سے محبت، تقوی، صبر و رضا، استقلال اور دوسری پاکیزہ صفات کا سبق بھی حاصل ہوگا۔"

مثال کے طور پر ہم مکتوبات امیر سے چند فقرے اور عبارتیں نقل کرکے اس طویل تقریظ کو ختم کرتے ہیں، ملاحظہ ہو (حکیم برہم کے نام)

"میں اکثر اوقات دعائے صحت و لخواہ میں مصروف رہتا ہوں مجیب الدعوات مستجاب فرمائے"

"تم سارسا آدمی اور اب تک اس باب میں حسن کارگزاری کا پتہ نہیں"

"اب جو تم نے اپنی ملاقات سے مسرور کرنے کا وعدہ کیا ہے خدا تمھارے وعدہ کو پورا کرے، جو تمھارا وعدہ ہے وہی میری تمنا ہے اور اپنی تمنا کو پورا ہوتے میں نے بہت کم دیکھا ہے اس لیئے اس وعدے سے مجھکو پوری خوشی نہیں ہو سکتی"

"مالیقرار کا استعمال خط و کتابت کے ساتھ ہے جیسے کہیں فلاں شخص کا

۵۰۔ شاعرانہ نثر کی یہ پسندیدہ مثال ملاحظہ طلب ہے ۱۲۔ حسرت

خط ما یقر ہی خوشنویس نہیں، اور کسی چیز کے ساتھ استعمال میں نے نہیں سُنا۔ بحر نے جو ایک شعر میں ؎

اب مجھ سے التیام کی باتیں نہ کیجیے	دل تم سے پھٹ گیا جگر افگار ہو گیا

مصرع اولیٰ میں کیجیے کے ساتھ خطاب کیا ہے اور دوسرے مصرع میں تم سے، یہ بحر پر موقوف نہیں بلکہ اس زمانے تک اکثر معاصرین بحر جن کا شمار اساتذہ میں ہے اس کے تارک نہ تھے، ان کے بعد متاخرین نے اس اختلاف خطابات سے احتراز کیا میں بھی انھیں تارکین میں ہوں"

"میاں برہم اب خط لکھا ہے تو لکھتے رہو، پھر ایسا غوطہ نہ لگانا کہ مہینوں کی خبر نہ لو"

"خدا کرے اس خط کے پہونچنے تک تمھاری طبیعت صاف ہو گئی ہو اور مژدۂ صحت دلخواہ جلد سامعہ نوازی کرے"

"خداوند تعالیٰ ہر جگہ آپ کو رسا اور کامروا رکھے، میں بھی حسن یادآوری کا شکر گذار ہوں، بارش یہاں بھی دسویں صفر سے جو شتا جوش ہے"

"صنمخانۂ عشق کو نظر ثانی سے میں نے مکمل و مہذب کر لیا ہے کچھ کسر باقی ہے .... یہ دیوان دیوان اول سے بدرجہا اولیٰ ہے باعتبار زبان اور مزے کے اور باعتبار بلاغت کے بھی"

(حکیم عابد علی صاحب کوثر کے نام)

"ہدف بکسر فا لغتہً صحیح پھر موزوں کرنے کو کون منع کرتا ہے اچھا خلاصہ ہو نہ کہیے، میں نے بھی کبھی نہیں کہا غلط آشنیاں سے موزوں کیا تھا"

بہت چرچا رہا، مگر جیت انھیں کی تھی کہ لفظ صحیح ہے؛ چپقلش یعنی جنگ
شمشیر، غیاث میں بفتح لام ہے، اور اردو میں بکسر لام انبوہ کے معنوں
میں ہے۔ خانہ کعبہ کا ترجمہ کعبے کا گھر بالکل مستعمل نہیں اور نہایت برا
معلوم ہوتا ہے، وجہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ ترکیب اضافی نہیں ہے، ترکیب
توصیفی یا بدل مبدل منہ ہے، پھر کعبے کا گھر کیونکر درست ہوگا۔ آپ
کسی سے تو لڑیے نہیں اور سمجھیے کہ غلط ہے۔ ہاں، معتبرین کے کلام
میں نکلے تو خیر، اگر کوئی آپ سے پوچھتا ہے تو کہہ دیجیے کہ میرا تو یہ
خیال ہے، پھر وہ تاویلات کرے تو چپ ہو رہیے۔"

"گھڑنا" اور "گڑھنا" دونوں صحیح ہیں مگر "گڑھنا" شعرا کے کلام میں نہیں
پایا، فصحائے لکھنؤ "گھڑنا" کو ترجیح دیتے ہیں۔"

"بھانا" پسند آنا کے معنی میں اگلی زبان ہے، اب میرے نزدیک
بھی مستحسن الترک ہے۔ "میں" میں ہی کی جگہ بول چال میں بھا سے
کام چلتا ہو مگر کسی معتبر کلام میں اب تک نظر سے نہیں گذرا، حکم
اس کو استعمال کا نہیں دیا جا سکتا۔ حضرت امیر مرحوم کی نظر سے
آپ کے شعر میں نہیں معلوم کیونکر رہ گیا، اور میں نے بھی اسے
دیکھا ہے تو سوائے سہو نظر کے اور کیا کہا جائے۔ "انگڑیاں" تخصیص
معشوق کے لیے مخصوص ہے اور یہ لفظ کیسے پسند ہے؟ "بھیدنا" لفظ نہیں
"چھیدنا" ہے، اور سرایت کرنے کے معنی میں مستعمل ہے، سیا ۔۔
"نہ تیر ہی لگا ہے وہ عشق خدنگ اول ہیں ؛ بدھ گیا ہے شکیں ترا کا سودا دل ہیں"

(حضرت زاہد سہارنپوری کے نام)

"عین الانسان و انسان العین پیارے زاہد حسین صاحب سلمکم اللہ
کل شین ۹ ستمبر کی تحریر سعادت خمیر نور افروز نظر منتظر ہوئی"

"دِلّ لفظ عربی ہے دامیل اس کی جمع ہے دنبل صحیح نہیں آپ کے
قلم سے کسی جگہ یو نہیں نکلا لہذا اطلاعاً لکھا گیا"

"اب بتانے کی یہ بات رہی کہ مشتری ستارہ مذکر ہے یا مؤنث واضح
ہو کہ یہ ستارہ مؤنث ہے اور جہاں کہیں سخندانوں اور سخنوروں نے
استعمال تذکیر کیا ہے وہاں ستارہ مقصود نہیں ہے جس کو مشتری سے
تشبیہ دی ہے جیسے ناسخ کے اس مطلع پر ؎

بلبل ہوں بوستانِ جناب امیر کا — روح القدس ہے نام مرے ہمصفیر کا

ان کے شاگرد رشید مرزا محمد رضا برقؔ نے جو مصرع لگائے ہیں ایسا
قمری کو جس کی تانیث میں کسی کو اختلاف نہیں ہے تذکیر استعمال
کیا ہے تو بات یہی ہے کہ وہاں قمری طائر مقصود نہیں ہے وہ تقیین یہ ہے

پروانہ ہوں ازل سے سراج منیر کا — قمری ہوں سرو باغ علی کبیر کا
میں نغمہ سنج ہوں چمن بے نظیر کا — بلبل ہوں بوستان الخ

جہاں تاریخ میں زہرہ کے ساتھ مشتری کا لفظ آئے گا وہاں مشتری
سے وہ لعا ہی مقصود ہو گا جیسے قمری سے برقؔ کے شعر میں
عاشق یا خود متکلم یا مصنف مراد ہے" (جامع مکتوبات حضرت
ثاقب کے نام)

"اگر اُردو زبان میں کچھ موزوں کرنے کا اتفاق ہوتا ہو تو طرح دامن گلچیں میں طبع آزمائی ضرور فرمائی جائے، کہ اسکی رونق بڑھے اور ترتیب حروف تہجی میں، آپ کے تخلص سے ثائے مثلثہ کا گھر آباد ہو کہ وہ ویران پڑا ہے"

"تذکرہ انتخاب یادگار حسب فرمائش سرکار مرتب ہوا اور چھپ کر سرکار میں داخل ہوا، میں اپنی تالیفات کو اس قابل نہیں جانتا کہ ہدیہ احباب کروں علی الخصوص یہ تذکرہ جس میں مجھکو حالات تاریخی اور انتخاب اشعار میں ایسی مداخلت ہے جیسے قلم کو دست کاتب میں" (فصیح الملک مرزا داغ کے نام)

"میاں کبھی کسی مزار پر انوار پر جانا ہو تو ذرا اس سیہ کار کے حق میں بھی دعائے حسن ختام کرنا، ہر نفس نفس واپسیں ہے، دیکھا چاہیے کیا معاملہ پیش آتا ہے"

"پیارے داغ! افسوس کہ میں نے عمر سے کوئی ساعت آپکی خدا کی طرف مشغولی کی نہ سنی ..... اے میرے اللہ مجھ ناصح بے معنی کو جو خود فضیحت ہے اور داغ کو نصیحت کر رہا ہے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے مرضیات میں کوشش کی توفیق دے، اور میرے سب عزیزوں دوستوں کی عمروں کا خزانہ بھی اپنے انوار رحمت سے بھر دے، آمین" (مولوی نور الحسن خلف حضرت محسن کاکوروی کے نام)